مسلکِ اعلیٰ حضرت و جمہور علماء اہلسنّت کے افکار و نظریات کا ترجمان
دوماہی
الرّضا
انٹرنیشنل
پٹنہ
مئی، جون ۲۰۱۶ء، رجب، شعبان ۱۴۳۷ھ
وحدت ہو فنا
جس سے وہ الہام
بھی الحاد
اے تصوف ترے انجام پہ رونا آیا
صوفی کانفرنس میں بعض صوفیوں کا مظاہرہ ایسا ہی تھا جیسے غالب صدی میں گالب جندہ باد کا نعرہ
خصوصی شمارہ
گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزا
ڈاکٹر طاہر القادری کا فلسفۂ اتحاد!
تصوف آج اور کل
فضائل شب برأت کا مخالفین سے ثبوت
امام احمد رضا اور محبت اہل بیت
صلح کلیت کی
وبا عام ہوتی جا رہی ہے اور
اس کی وجہ دل کا خوف خدا اور فکر آخرت
سے خالی ہونا ہے۔ اس پر قابو نے کی
صورت یہ فقیر کیا بتائے، بات گھوم پھر
کر خشیت و للہیت اور نفس کشی و ایثار پسندی
پر آتی ہے جس کا فقدان ہے، جب تک دل
تمام الائشوں سے پاک نہیں ہوں گے
حالات پہ قابو پانا آسان نہیں۔
عالمی سطح کی معروف شخصیت، مجاہد رضویات
حضرت علامہ سید
وجاہت رسول قادری
صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے
ایک گفتگو
چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر امجد رضا امجد

مسلک اعلیٰ حضرت و جمہور علماء اہلسنت کے
افکار و نظریات کا ترجمان

دو ماہی
الرضا
انٹرنیشنل پٹنہ

جلد نمبر ۱ — شمارہ نمبر ۳

Bimonthly AL-RAZA (International) Patna

مئی، جون ۲۰۱۶ء، رجب، شعبان ۱۴۳۷ھ

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد، پٹنہ

نائب مدیر

احمد رضا صابری، پٹنہ

مجلس ادارت

● مفتی راحت خان قادری، بریلی شریف
● مفتی ذوالفقار خان نعیمی ● مولانا بلال انور رضوی جہان آباد
● میثم عباس رضوی، لاہور ● ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نعیمی دہلی

معاونین مجلس ادارت

● مولانا جمال انور رضوی کلیر، جہان آباد ● مولانا طارق رضا نجمی سعودیہ عربیہ ● جناب زبیر قادری، ممبئی

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

دو ماہی "الرضا" انٹرنیشنل، پٹنہ
ہیرا کامپلیکس، قطب الدین لین، نزد دریاپور مسجد
سبزی باغ، پٹنہ 800004 رابطہ: 9835423434 / 8521889323
ای میل: alraza1437@gmail.com

Bimonthly AL-RAZA (International) Patna
C/o. Ahmad Publications Pvt. Ltd.
Hira Complex, Qutubuddin Lane, Near Daryapur Masjid,
Sabzibagh, Patna - 4, E-mail: alraza1437@gmail.com,
Contact / Telegram / Whtsapp: 8521889323

گول دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے
برائے کرم اپنا زر سالانہ ارسال فرمائیں تا کہ رسالہ بروقت موصول ہو سکے۔

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے، سالانہ ۱۵۰ روپے بیرون ممالک سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

پرنٹر پبلشر احمد رضا صابری ڈائریکٹر احمد پبلیکیشنز (پرائیویٹ لمیٹیڈ) نے سبزی باغ سے طبع کرکے دفتر دو ماہی الرضا انٹرنیشنل، پٹنہ سے شائع کیا۔

مشمولات

■■■

منظومات

قصیدۂ معراجیہ

حسان الہند امام احمد رضا فاضل بریلوی

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنا دل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
ادھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

نظر میں دولہا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پہ آنچل تجلی ذات بحت کے تھے

خوشی کے بادل امڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آگئے تھے

یہ جھوما میزاب زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کی حطیم کی گود میں بھرے تھے

دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

پہاڑیوں کا وہ حسن تزیین وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکین
صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آب رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

پرانا پر داغ ملگجا تھا اٹھا دیا فرش چاندنی کا
ہجوم تار نگہ سے کوسوں قدم قدم فرش باولے تھے

نبیٔ رحمت شفیع امت رضا پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

روضہ ''اعلیٰ حضرت'' کا

نتیجہ فکر۔علامہ شبنم کمالی علیہ الرحمہ

میرے اعلیٰ حضرت کا وہ روضہ ہے سبحان اللہ
جگ مگ جگ مگ اس سے دل کی دنیا ہے سبحان اللہ
کتنا اچھا' کتنا پیارا نقشہ ہے سبحان اللہ
روشن اس سے علم و عمل کا چہرہ ہے سبحان اللہ
حامدؔ نوریؔ جیلانیؔ' ریحان ہیں اس کے سائے میں
روضۂ اعلیٰ حضرت کا وہ قبہ ہے سبحان اللہ
ایک تو ہے اسلام کی حجت ایک ہے عالم کا مفتی
حامدؔ نوریؔ دونوں کا وہ رتبہ ہے سبحان اللہ
قرآن کی تفسیر کے ماہرؔ حامد کے ہیں نور نظر
جیلانی پر دادا کا وہ سایہ ہے سبحان اللہ
وہ مفتی ریحان رضا خاں جو امت کا ریحاں ہے
گود میں جد اعلیٰ کی اب سویا ہے سبحان اللہ
قبریں پانچ جو ہیں روضہ میں سب رحمت کے چشمے میں
دریا جن سے غوث و نبی کا ملتا ہے سبحان اللہ
مظہر علم اعلیٰ حضرت تاج شریعت قاضی ہند
میرا اختر سب کا اختر کیسا ہے سبحان اللہ
مسند پر سجادہ کے جو فائز ہیں سبحان رضا
اعلیٰ حضرت کے پوتا کا پوتا ہے سبحان اللہ
دریا جن سے غوث و نبی کا ملتا ہے سبحان اللہ
دیکھو تو اسلام کا منظرؔ شہر بریلی میں آکر
جاری اس سے علم و ادب کا دریا ہے سبحان اللہ
راہ نبی پر چلتے رہنا' راہ میں ان کی مر جانا
شبنمؔ اہل محبت کا یہ شیوہ ہے سبحان اللہ

ادار یہ

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ

اے ''تصوف'' ترے انجام پہ رونا آیا

صوفی کانفرنس میں بعض صوفیوں کا مظاہرہ ایسا ہی تھا جیسے غالب صدی پہ ''گالب جندا باد'' کا نعرہ

لکھتا ہوں اسدؔ! سوزشِ دل سے سخن گرم
تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پہ انگشت

صوفی کانفرنس کا ہنگامہ تھم گیا، تصوف کے نام پر ہونے والی بے معنی چیخ و پکار بھی بند ہوگئی اور ہوائے نفس کے شکار افراد کا سوقیانہ مظاہرہ بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا مگر بظاہر اپنے انجام کو پہنچنے والی کانفرنس کے بطن سے تصوف کی نئی تعبیر و تشریح اور خانقاہیت بمقابلۂ سنیت (بریلویت) کا جو منفی نظریہ سامنے آیا ہے وہ جماعتی درد رکھنے والے علما و مشائخ کے لئے لمحہ فکریہ اور ذہن و فکر کے لئے سوہان روح ہے۔

یادش بخیر! کبھی خوشتر نورانی صاحب نے عالم ہوش میں بڑے پتے کی بات کہی تھی:

> خانقاہیں عام طور پہ مسلک سنیت کی حامل سمجھی جاتی ہیں جس کی وجہ سے وہاں کے مروجہ رسوم و رواج بھی سنیت کی علامت سمجھے جاتے ہیں، جب کہ ان میں بہت سے ایسے رسوم بھی ہیں جو شرعی نقطہ نظر سے جائز و مباح نہیں، ایسی سنگین صورت حال میں سنیت کے مزاج سے خانقاہوں کو پرکھا جانا چاہئے بجائے اس کے کہ خانقاہوں کو سنیت کا معیار بنا دیا گیا، جب کہ سنیت کی تشریح و ترجمانی ہمارے ذمہ دار اور مستند علما کی تحریروں اور افتا سے ہوتی ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ خانقاہوں کے وہ غیر شرعی رسم و رواج جن کی تردید میں ہمارے علمائے اہل سنت کے فتاویٰ ہیں وہ رسم و رواج بھی انہیں علمائے اہل سنت کی شناخت بنا دئے گئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر جماعت و گروہ کا معیار ان کے ذمہ دار علما کی مستند تحریریں مانی جاتی ہیں مگر بریلویت کی شناخت جاہل و بے عمل صوفیہ اور خانقاہوں کے غلط رسوم قرار دئے جاتے ہیں اور یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی مسلمانوں کی بدعنوانیوں پر اسلامی قوانین کو موردالزام ٹھہرائے'' (قلم کی جسارت، ص ۱۵۴)

پتہ نہیں صوفی فورم سے وابستگی کے بعد خوشتر صاحب کے نظریہ میں کتنی تبدیلی آئی ہے، یا خانقاہی مزاج کا جو نقشہ انہوں نے کھینچا ہے اس میں کتنا بدلاؤ انہوں نے محسوس کیا ہے، مگر صوفی کانفرنس میں جس تصوف کا مظاہرہ ہوا ہے اس سے تصوف بدنام ہوا ہے یہ دنیا کہہ رہی ہے۔ اگر تصوف وہی ہے جو صوفی کانفرنس میں پیش کیا گیا اور صوفیا ایسے ہوتے ہیں جیسی نمائش کرائی گئی تو اسے تصوف کی تاریخ کا سیاہ ترین باب کہا جائے گا۔ یہ المیہ کہ صوفی کانفرنس سے تصوف کے مخالفین و معترضین کو موقع اور ان کے اعتراضات کو مضبوط کیا گیا ہے اس کے باوجود اگر آج کے صوفیا اپنے کئے پہ نادم ہونے کے بجائے نازاں و فرحاں ہیں تو انہیں اپنے خوابیدہ احساس کے احیا کے لئے حضرت مخدوم سمناں کی بارگاہ میں چلہ کش ہونا چاہئے۔

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو نہ کسی خانقاہ سے بیر ہے نہ کسی کے صوفی کہنے کہلوانے سے کوئی اعتراض، ہند و پاک کے مسلمان صدیوں سے خانقاہوں سے وابستہ ہیں اسی وابستگی نے انہیں قبر پرست، مشرک بدعتی اور نہ جانے کیا کیا سننے پر مجبور کیا ہے مگر انہوں نے اس کے باوجود یہ کبھی نہیں کہا کہ میں خانقاہوں سے برگشتہ اور خانقاہوں میں آسودہ اللہ والے کی تعلیمات کا منکر ہوں، اس لئے یہ ذہن میں رکھا جائے کہ صوفی کانفرنس کے حوالہ سے جو بات بھی کی جا رہی ہے وہ اپنے درد کا آئینہ، اپنے زخموں کی ٹیس اور اپنے شکووں کا اظہار ہے۔ اسے تصوف بیزاری سمجھنے کے بجائے تصوف بیداری سمجھا جائے اور معروضات پہ چراغ پا ہونے کے بجائے کشادہ قلبی کا مظاہرہ کیا جائے۔

پھر وضع احتیاط سے رکنے لگا ہے دم
برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کئے ہوئے

صوفی کانفرنس میں بنام خانقاہ ''تصوف'' سے تعلق رکھنے والے کئی قسم کے افراد شریک تھے اور ''فکر ہر کس بقدر ہمت اوست'' کے مطابق اپنے اپنے ذوق کے اسیر اور اپنے مزاج کے تابع تھے اور بعض افراد تو بزعم خویش واصل الی اللہ ہونے کے ''فریب پیہم'' میں مبتلا تھے، ایک طبقہ ان اہل خانقاہ کا تھا جنہیں تصوف سے کسی طرح کوئی علاقہ نہیں ہے، وہ ایسے ہی صوفی ہیں جیسے مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے والا وہ مسلمان جو نماز کے نام پر عیدین، روزہ کے نام پر افطار، عید کے نام پر نیا کپڑا، اور اسلام بچانے کے نام پر بقرہ کے گوشت سے تعلق رکھنا ضروری سمجھتا ہو۔ دوسرا طبقہ ان صوفیہ کا تھا جنہیں باضابطہ سجادگی ملی، عمل کے اعتبار سے بھی انہوں نے یہ کوشش کی کہ ان کے کسی عمل سے تصوف کی شبیہ خراب نہ ہو اور جس منصب پر وہ بیٹھے ہیں اس کا تقدس برقرار رہے، یہ لوگ یقینا دلوں میں رہنے والے ہیں، امرا و سلاطین سے کنارہ کشی ان کا شیوہ اور مادیت زدہ دور میں بھی فقیری کو گلے لگائے رکھنا ان کا طریق رہا ہے، یہ یہاں صوفی کانفرنس کے نام پر آتو گئے تھے مگر ان کی فقر مزاجی انہیں اندر اندر ہی کچوکے لگا رہی تھی۔ تیسرا طبقہ ان ''صوفیہ'' کا تھا جن کے یہاں صوفی ہونے کے لئے عبادت و ریاضت کی ضرورت نہیں بس خانقاہ میں پیدا ہونا ہی صوفی ہونے کی دلیل ہے، جن کی زبان تصوف قولی سے ہمیشہ تر رہتی ہے مگر تصوف عملی کا وہاں دور دور تک گزر نہیں ہوتا، ایسے ہی صوفی اس کانفرنس کو ہائی جیک کئے ہوئے تھے۔

صوفی کانفرنس سے قبل دنیا سمجھ رہی تھی کہ تصوف اتباع شرع، پیروی سنت، اجتناب معاصی، مشتبہات سے گریز، تزکیہ نفس، صفائے قلب اور حسد و ریا سے نفور کا نام ہے مگر ان صوفیہ نے صوفی کانفرنس میں اپنے کردار و عمل سے یہ ثابت کیا کہ یہ تعریف زمانہ جدید کے مطابق نہیں اب صوفی وہ ہے جو خانقاہ میں پیدا ہونے کا شرف رکھے، امرا و سلاطین سے تعلق رکھے، غریبوں کے یہاں حاضری کے بجائے امرا کے یہاں کی حاضری کو تصوف کا لازمی حصہ سمجھے۔ ان کے یہاں خانقاہی ہونا اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اب اس کے بعد نہ اتباع شرع کی ضرورت ہے نہ سنتوں پہ عمل کی، نہ خوف خدا کی ضرورت ہے اور نہ فکر آخرت کی، یہ چیزیں اب ان افراد کے حصہ میں آگئی ہیں جو خانقاہی ہونے کے اعزاز سے محروم ہیں مگر خانقاہوں کی عظمتوں کا تقدس ان کے سینے میں محفوظ ہے۔ ان صوفیوں نے تصوف کے نام پر ہوائے نفس کا وہ مظاہرہ کیا کہ کانفرس میں موجود بعض اہل نظر نے بھی اسے ہائی وولج ڈرامہ سمجھا اور واپس آکر یہی تاثر دیا کہ جو لوگ نہیں گئے انہوں نے اچھا کیا اور جب گھر کے لوگوں نے اس کانفرنس کو اس عینک سے دیکھا اور سمجھا تو اوروں نے کس نگاہ سے دیکھا ہوگا بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔

صوفی کانفرنس اور ہندوستانی خانقاہ و دانش گاہ:

اس ملک میں چھوٹی بڑی سینکڑوں خانقاہیں ہیں جن میں خانقاہ کالپی، خانقاہ بلگرام، خانقاہ مسولی، خانقاہ مارہرہ، خانقاہ پھوچھ، خانقاہ بریلی کا بھی اپنا مستحکم وجود ہے، اسی طرح درسگاہوں میں منظر اسلام، مظہر اسلام، جامعۃ الرضا، جامعہ نوریہ بریلی شریف، جامع اشرف پھوچھہ شریف، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، دارالعلوم ربانیہ باندہ، دارالعلوم امجدیہ ناگپور، وگھوسی، دارالعلوم خیریہ سہسرام اور دیگر ادارے اپنے ہزاروں نامور فارغین کے سبب ممتاز مقام کے حامل ہیں، علما و مشائخ بورڈ کا کوئی بھی تاریخ سے متعلق جماعتی کام ان ذمہ داروں سے صرف نظر کر کے ادھورا اور ناقص ہوگا، صوفی کانفرنس میں ان خانقاہوں کے مشائخ اور تعلیمی اداروں کے ذمہ داران کی عدم شرکت یقینا معنی رکھتی ہے، ان مذکورہ خانقاہ و دانش گاہ کے ذمہ داران جس کانفرنس کی مخالفت کریں اسے ''عادی مجرموں کی طرح یہ مخالفت کے عادی ہیں'' (جام نور شمارہ مئی ۲۰۱۶) کہہ کر نظر انداز کر دینا قلبی شقاوت ہے؟ غور کریں تو ایسا لگتا ہے جیسے ایک منظم سازش کے تحت ان مشاہیر اہل سنت سے جداگانہ ایک ایسی فکر کی بنا رکھی گئی ہے جس میں معمولات اہل سنت کی گنجائش تو ہو مگر عقیدہ اہل سنت پہ پابندی کی بندش نہ ہو، جہاں خانقاہی مراسم پہ انگلی اٹھانے والا قابل گردزدنی ہو مگر عقیدہ اہل سنت سے انحراف کرنے والا قابل قبول، تصوف کو ''چنیا بیگم'' بتانے والا مجرم گردانا جائے مگر حرمت نبی کو پامال کرنے والا دوست، اعراس کے خلاف زبان درازی کرنے والا مردود ہو مگر عظمت رسول ﷺ سے کھلواڑ کرنے والا محبوب، اپنی حیثیت عرفی پہ حملہ کرنے والے کے لئے خانقاہ دروازے بند ہوں مگر گستاخ رسول کے لئے دلوں کے دروازے وا؟ دعویداران تصوف ذرا سوچیں کیا اسی کا نام تصوف ہے؟ اور ان کے اجداد نے اسی تصوف کی تعلیم دی ہے؟

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو می روی بہ ترکستان ست

بھارت ماتا کی جے کا نعرہ:

ورلڈ صوفی فورم کا افتتاحی اجلاس ۱۷ مارچ ۲۰۱۶ کو وگیان بھون نئی دہلی میں ہوا، دوسرے سیشن میں وزیر اعظم ہند کی بھی حاضری ہوئی، آتے ہی بھارت ماتا کی جے کے نعرے لگے، پھر جب ان کا بھاشن شروع ہوا تو اس وقت بھی یہی نعرہ لگایا گیا، ردعمل کے طور پر ملک کے اردو اخبارات اور سوشل میڈیا پہ تنقید کا بازار گرم ہوگیا، ہندی میڈیا نے اس نعرہ کے بعد اسد الدین اویسی صاحب کے خلاف پورا محاذ کھول دیا، گھر سے لے کر آفس تک یہی بحث کا موضوع رہا، اس حوالہ سے حضرت مفتی شریف الحق امجدی صاحب کا فتویٰ بھی گردش کرنے لگا مگر اس تمام ہنگامہ خیزی کے باوجود میاں خوشتر اس حوالے ایسی گفتگو کر رہے ہیں جسے کوئی بھی ذی ہوش قبول نہیں کر سکتا۔ وہ لکھتے ہیں:

> وزیر اعظم ہند کی آمد ہوئی تو اچانک میڈیا گیلری میں بیٹھے ایک غیر مسلم نے بھارت ماتا کی جے کا نعرہ لگایا جس کا جواب اس کے دو یا تین ساتھیوں نے دیا، دوسری بار وزیر اعظم کی تقریر کے دوران اس شخص نے یہی عمل دہرایا اس بار بھی اس کے دو یا تین ساتھیوں کے علاوہ اس کا کسی نے کوئی نوٹس نہیں لیا، میں اس وقت بحیثیت ناظم اجلاس اسٹیج پر تھا جیسے ہی اس شخص نے یہ نعرہ لگایا صدر بورڈ نے اشارہ سے مجھے اس شخص کو روکنے کے لئے کہا میں نے فوراً SPG کو آگاہ کیا، چنانچہ دوبارہ اس شخص نے یہ حرکت نہیں کی، یہ نعرہ اگر مسلمانوں کی جانب سے لگا ہوتا، مندوبین میں سے کسی نے لگایا ہوتا یا اسٹیج سے لگتا تو یقیناً اس پر توجہ دی جاتی ہزاروں کی بھیڑ میں ایک سرپھرے کی حرکت پہ کیسا ردعمل؟‘‘ (جام نور شمارہ مئی ۲۰۱۶)

اس سلسلہ میں پہلے تو یہی واضح کر دوں بھارت ماتا کی جے کے سلسلہ میں صوفی کانفرنس والوں کے تین نظریات ہیں (۱) ڈاکٹر طاہر القادری نے جائز کہا (۲) ڈاکٹر شمیم الدین احمد منعمی صاحب نے صرف لاعلمی ظاہر کی غلط نہیں بتایا (پندار اخبار پٹنہ) (۳) خوشتر صاحب نے کہا غیر مسلم نے لگایا مسلمانوں نے نہیں، اگر انہوں نے لگایا ہوتا تو توجہ دی جاتی۔

اب اگر طاہر صاحب کی مانی جائے تو خوشتر صاحب کے بقول یہ نعرہ لگانے والا ’’سرپھرا‘‘ کیسے؟ اور اگر ایسا کرنے والا ’’سرپھرا‘‘ ہے تو شمیم منعمی صاحب نے اپنے انٹرویو میں ’’نہیں سننے‘‘ کے دعویٰ کے باوجود (نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا) اسے غلط کیوں نہیں بتایا؟ رہی بات خوشتر صاحب کے اس دعویٰ کی کہ یہ نعرہ غیر مسلم نے لگایا تو یہ ’’کیا بنے بات جو بات بنائے نہ بنے‘‘ کے مصداق ہے، ان کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ نعرہ لگانے والا غیر مسلم تھا؟ پھر نعرہ میں ایک دو تین آدمی کی آواز نہیں کئی آوازیں ہیں اس لئے اسے میڈیا گیلری بیٹھے دو تین سرپھرے کی حرکت کیسے مان لی جائے؟ اور اگر کانفرنس والوں نے اسے اپنے عقیدہ اسلامی کے خلاف سمجھا تو وزیر اعظم کی سیکوریٹی پر مامور SPG کو ’’اس شخص کی وجہ سے یہاں انتشار ہو سکتا ہے، اس لئے اسے باہر نکال دیں یا آئندہ خاموش رہنے کے لئے کہیں‘‘ کہنے پر اکتفا کیوں کیا گیا، کیا اتنا کہنے سے شرعی تقاضا پورا ہوگیا؟ اگر یہاں مودی کا احترام اور اس کی ناراضگی کا خوف مانع تھا تو کانفرنس کے دوسرے تیسرے چوتھے کسی بھی سیشن میں اس کی وضاحت کیوں نہیں کی گئی؟ ان تینوں کڑیوں کے جوڑنے سے جو سچ بات ابھر کر سامنے آتی ہے وہ یہی ہے کہ ’’بھارت ماتا کی جے‘‘ جو خالص شرکیہ نعرہ ہے صوفی کانفرنس والوں نے اسے جائز سمجھا اور وزیر اعظم کو خوش کرنے کے لئے اس کا سیاسی استعمال کیا۔ اگر ایسا ہی ہے تو ۲۱ رصدی کے ان صوفیہ کو جو اس شرک پر راضی ہیں، خدا سے توفیق مانگ کر ’’صوفی کانفرنس‘‘ کی اس نحوست پر گریہ وزاری کرتے ہوئے توبہ ضرور کرنی چاہئے۔

بین الاقوامی صوفی سیمینار:

بین الاقوامی صوفی سیمینار میں دنیا بھر کے ذی علم اور دانش ور کہے جانے والے افراد شریک تھے، ان مقالہ نگاروں میں اکثریت غیر صوفیوں کی تھی اس لئے امید ہے مقالے علمی ہوں گے، ان مقالوں کی بھیڑ میں ایک مقالہ ’’مسلمانوں کے موجودہ اختلافات میں صوفیہ کی روش اور اس کا صوفیانہ حل‘‘ بھی تھا جس کا ٹریلر (TRALOR) مفتی مطیع الرحمٰن رضوی صاحب کی صدارت میں تقریری انداز میں پیش کیا گیا، مجھے اس کا آڈیو سننے کا اتفاق ہوا، مکمل مقالہ کیسا ہے یہ تو پڑھنے کے بعد معلوم ہوگا مگر اس خلاصۂ مقالہ کو جس تقریری تیور اور ’’خاص انداز خسروانہ‘‘

میں پیش کیا گیا ہے اس سے سننے والے لوٹ پوٹ ہو گئے ہیں اور بار بار تالیوں کی آواز سے سیمنار ہال گونج گیا ہے، مقالہ سننے سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ تصوف کے موضوع پہ سیمینار ہے یا غزل وہزل کا غیر سنجیدہ مشاعرہ اور مقالہ پڑھنے والا صوفی ہے یا نوجوانوں کے احساس پہ چھا جانے والا شاعر۔

اختلافات کے درمیان صوفیہ کرام کی روش کا مطالعہ یقیناً بہت اہم موضوع ہے، پوری دنیا ابھی کئی طرح کے اختلافات کی زد میں ہے اس حوالہ سے موضوع کی اہمیت اور دو چند ہو جاتی ہے مگر صوفیہ کرام کی روش کو جس انداز میں پیش کیا گیا ہے وہ جلتے پہ تیل کا کام ہے، میں اس مقالہ کا صرف دو حصہ یہاں نقل کرنا چاہوں "قیاس کن زگلستان من بہار مرا" کے مطابق اسی سے بقیہ حصہ کی صوفیانہ روش کا حال معلوم ہو جائے گا صوفی صاحب نغمہ سرا ہیں ان کے جملے ملاحظہ کیجئے:

<u>سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہے اگر کوئی صحیح ہے تو اس کا آپسی رشتہ کیسا ہے اگر کسی کو صحیح ہونے کا دعویٰ ہے تو اسے یہ بتانا ہوگا کہ اس گھر میں جنگ تو نہیں ہوئی وہ گھر والوں کے لئے پرامن ہے کہ نہیں، تبھی وہ دوسروں کے لئے پرامن ہو سکتا ہے (تالیاں) ایک صوفی ہونے کا دعویدار ہو اور صوفیوں سے اس کی نہ بنتی ہو بھلا وہ کیسا صوفی ہے؟ (تالیاں) اس قافیہ کا دوسرا شعر پڑھوں؟ سنی ہونے کا دعویدار ہو اور سنیوں سے نہ بنتی ہو بھلا وہ کیسا سنی ہے؟ (تالیاں)</u>

یہ ہیں ۲۱ رصدی کے صوفی جو اختلافات کو مٹانے اور اس کی شدت کم کرنے کے لئے صوفیہ کی کرام کی روش سامنے لا رہے ہیں، مگر انداز ہے جیسے زندگی بھر کی نفرت کو موقع سے آج زبان مل گئی ہو، تصوف کو عام کرنے کی یہ روش ایسے ہی ہے جیسے بقول مولانا قمر احمد اشرفی "کوئی نشہ میں دھت ہو کر منشیات کے نقصانات پر وعظ دے رہا ہو (اشرف الفتاویٰ، ص ۲۵۱) آگ بجھانے کے لئے آگ کا استعمال اور نفرتوں کے ازالہ کے لئے نفرتوں کا مظاہرہ صوفیانہ روش ہے، یہ آج ہی معلوم ہوا۔ حضرت صوفی صاحب! آج کس صوفی کی کس سے بن رہی ہے؟ کون صوفی کس کے لئے کتنا کشادہ دل ہے اور کس خانقاہ کے کتنے مقدمات کہاں کہاں چل رہے ہیں یہ آپ سے بہتر کون جان سکتا ہے؟

ع آنچہ فخر توست او ننگ من است

ویسے اتنا عرض کر دوں حضور تاج الشریعہ آج حق کی علامت اور اہل حق کی پہچان ہیں، ایضاح حق ان کی شان اور ابطال باطل ان کا وطیرہ ہے وہ چہرہ دیکھ کر فتویٰ نہیں دیتے اور اظہار حق میں شخص اور شخصیت کی پروا بھی نہیں کرتے، معاملہ گھر کے فرد کا یا باہر کے دیگر افراد کا، حق بات کہنے میں کبھی جنبہ داری سے کام نہیں لیا، مسئلہ سیاسی بے راہ روی کا ہو یا ملی گمرہی کا شریعت کا حکم سب پر یکساں نافذ کیا، ان کے ظاہر و باطن میں تضاد نہیں یکسانیت وللہیت ہے، جو اللہ والوں کی شان ہے، انہیں علم پہ غرہ نہیں مگر دستار کرامت میں تفرد وانفرادیت کا طرہ ضرور ہے، فرض وواجب پہ عمل اور سنتوں کا اہتمام صوفیہ وصلحا کی یاد دلاتا ہے، ان کی خاموشی کتنوں کی گویائی پہ بھاری ہے، اور ان کی گویائی فکر آخرت کے سوتے جگاتی ہے، وہ خاموشی سے بھی کہیں پہنچ جائیں تو "صدقے ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار" کا سماں بندھ جاتا ہے، پوری دنیا جنہیں اک نگاہ دیکھنے کے لئے "ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف" کا منظر بنی ہوئی ہے، جو وزرا و امرا کی دریوزہ گری نہیں کرتے بلکہ "مسلمانوں کے قاتل اور بابری مسجد کے شہادت کے مجرم کو اپنے آستانے پہ آنے بھی نہیں دیتے، کہاں وہ وزرا سے ملنے کا اشتیاق اور کہاں اس کی ملاقات سے بے نیازی، کون ہے صوفی؟ کون ہے حق پر؟ کس سے اللہ راضی ہے؟ اگر ایسے مرد حق کے فیصلہ حق سے کوئی ناراض ہو تو ہو، جس کی نگاہ میں اللہ کی رضا ہی سب کچھ ہو اسے کسی اور کی ناراضگی سے کیا لینا؟ اب بتایئے <u>"بدگمانی کے گناہ سے توبہ کرے، تصوف کی کسی چوکھٹ پہ جبیں سائی کرے، تب تصوف کی دنیا میں اپنا نام لے"</u> کس کے لئے زیادہ موزوں، مناسب اور چسپاں ہے۔

مجھے یہاں صوفی کانفرنس کے معاون کار جناب خوشتر نورانی صاحب کے اداریہ کا ایک اقتباس یاد آرہا ہے:

جادہ علم شریعت کے نگہبان وہ علمائے ربانیین جو اہل سنت کو خرابات دوراں سے گریز کی تعلیم دیتے ہیں اور گمرہی سے انہیں روکتے ہیں وہ ان مسند نشینوں کی توہین وتنقیص کا نشانہ بنتے ہیں۔ مسائل تصوف سے ان کی ناآشنائی اور اور عملی تصوف سے ان کی دوری نے انہیں اتنا جہل پسند بنا دیا ہے کہ آج وہ راہ طریقت میں شریعت کو اپنا سب سے بڑا

حریف سمجھتے ہیں'' (زاغوں کے تصرف عقابوں کا نشیمن، ص ۱۵۳)

اس مقالہ کا دوسرا رخ دیکھئے، وہ صوفیوں کے دربار میں جانے کو ناپسند کرنے والے پر کس طرح طنز و تعریض کے تیر برسا رہے ہیں:

خواجہ نظام الدین اولیا کو پڑھا تو سمجھا کہ صوفیہ کا دربار میں جانا گناہ ہے، وہ جانتا ہی نہیں اس کو کیا پتہ، خواجہ نظام الدین درباروں میں نہیں گئے مگر شیخ شہاب الدین بار بار گئے، وہ نہیں جانتا بیچارہ، کم مطالعہ ہے اس کا، کیا سمجھے گا، وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ خواجہ بہاالدین کو وقت کے سلطان شیخ الاسلام مقرر کیا، نور الدین مبارک اجنبی کو شیخ الاسلام مقرر کیا، صوفی اس کو کہتے ہی نہیں جو دربار میں چلے جانے والے سے بدگمان ہو جائے وہ بدگمانی کے گناہ سے توبہ کرے، تصوف کی کسی چوکھٹ پہ جبیں سائی کرے، تب تصوف کی دنیا میں اپنا نام لے (تالیاں)

قارئین مقالہ کے جملے'' وہ جانتا ہی نہیں، اس کو کیا پتہ، وہ نہیں جانتا بیچارہ، کم مطالعہ ہے اس کا، وہ یہ بھی نہیں جانتا'' پر غور فرمائیں کیا یہی صوفیانہ روش اور اسی منفی جذبہ کا نام تصوف ہے؟ پندار علم، نخوت و نفرت اور جذبہ انا دابا آخر کسے کہتے ہیں۔ اگر کوئی واقعی کم علم بھی ہو تو کیا یہی انداز تخاطب شیوۂ صوفیہ ہے؟ بزرگوں کے دامن میں اپنے جرم کی پناہ لینے والے حضرات یہ بھول جاتے ہیں کہ کبھی کبھی افراد کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں انہیں دار الافتا میں حاضر ہو کر کہ من امر یختلف باختلاف الازمان والامکان والافراد کا مفہوم سمجھنا چاہئے، حضرت شیخ شہاب الدین، حضرت خواجہ بہاالدین اور حضرت نور الدین مبارک اجنبی کا بادشاہ کا مصاحب اور مملکت کا وزیر بننا اپنے نفس کے لئے نہیں خلق خدا کی خدمت و راحت کے لئے ہے، یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو ہوائے نفس اور خواہشات دنیاوی سے آزاد ہیں یہ اپنے ظالموں کو معاف کرنے کا دل رکھتے ہیں، بدلہ لینے کا نہیں، آج کے صوفیہ سے بھی اس کی توقع ہو سکتی ہے کیا؟ حضرت مولانا روم کا فرمان'' کار پاکاں را قیاس از خود مگیر'' شاید ایسے مواقع کے لئے ہے۔

آج کے صوفیہ کو درباروں میں حاضری کے جواز کے لئے حضرت شیخ شہاب الدین، حضرت خواجہ بہاالدین اور حضرت نور الدین مبارک اجنبی یاد آ گئے مگر حضرت ذوالنون مصری یاد نہیں آئے جن کے یہاں کائنات سے اعراض اور اللہ تعالیٰ کو پسند کرنے والا ہی صوفی ہے، حضرت سہل بن عبداللہ تستری یاد نہیں آئے جن کے نزدیک قرب خدا میں لوگوں سے دور رہنے والا صوفی ہے اور جن کی نظروں میں مٹی اور سونا برابر ہے۔ حضرت شیخ ابوالحسن نوری یاد نہیں آئے جن کے نزدیک خواہشات نفس سے آزادی اور ترک دنیا کا نام تصوف ہے۔ حضرت جنید بغدادی یاد نہیں آئے جن کے نزدیک'' مخلوق کی موافقت سے دل کو پاک رکھنا' تمام بری صفات سے دور رہنا' نفسانی خواہشات سے اجتناب کرنا' روحانی لوگوں سے دوستی رکھنا' علوم حقیقی سے تعلق رکھنا' اعلیٰ کاموں کو اختیار کرنا' امت مسلمہ کی بھلائی چاہنا' اللہ تعالیٰ کی کامل بندگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کرنا تصوف ہے۔ حضرت امام شعرانی یاد نہیں آئے جن کے نزدیک تصوف شریعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام ہے''

اب بتایا جائے یاران میکدہ نے تصوف کو جہاں پہنچا دیا ہے وہ رونے کا مقام ہے کہ نہیں اور تصوف و صوفیہ کا نام لے کر ان کی سیرت کے خلاف مظاہرہ کرنا'' غالب صدی پہ گالب جندہ باد'' کے مصداق ہے کہ نہیں۔

'' نفرت کسی کے لئے نہیں محبت سب کے لئے'' کی حقیقت:

صوفی فورم کا سلوگن ہی تھا'' نفرت کسی کے لئے نہیں محبت سب کے لئے'' مگر اسے المیہ ہی کہا جائے گا کہ اس نعرہ کی معنویت سے اہل کانفرنس کا کوئی تعلق نہیں تھا، یہ ممانعت کا بورڈ لگا کر اباحت سمجھنے کے مترادف تھا۔ کانفرنس کے آخری اجلاس میں عالمی خطیب پیر ثاقب شامی نے تصوف، صوفیہ کے موضوع پہ جب محققانہ تقریر کی تو عوام کے ساتھ اسٹیج کے مسند نشیں حضرات نے بھی اچھل اچھل کر داد دی، مگر اسی تقریر کے دوران جب انہوں نے تاریخی حقائق کی روشنی میں امام الصوفیہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری کا ذکر چھیڑ دیا تو اسٹیج پہ موجود صاحبان جبہ و دستار کے چہرے اتر گئے، ان کے ماتھے پہ غیریت کی لکیریں نمودار ہو گئیں اور قلبی اذیت کا بخار یہاں تک چڑھا کہ فوراً ہی شامی صاحب کی تقریر بند کروا دی گئی، بزرگوں کی گدی پہ بیٹھ کر سارے جہاں کو زیر نگیں سمجھنے والے حضرات بتائیں یہ تصوف کی کون سی قسم ہے اور نفرت

وکدورت کے لئے تصوف میں کتنی جگہ ہے، علما پہ تفریق وتفسیق اور تنکیر وعدم برداشت کا الزام رکھنے والے مسند نشینان حرم کیوں بھول گئے کہ ان کے یہاں بھی خلق ومروت کی کساد بازاری، لفظ ومعنیٰ میں تضاد، قول وعمل میں مغائرت اور ماضی وحال میں عملی تباین ہے، دنیا پوچھتی ہے کہ سب کومحبتوں کی سوغات بانٹنے والے صوفیہ، امام احمد رضا کے نام پہ کوتاہ دست کیوں ہوگئے اور ”نفرت کسی سے نہیں“ کا نعرہ دل فریب لگانے والے ،امام احمد رضا کے نام پر حسد کی آگ میں کیوں جلنے لگے۔

ذرا سوچیں! آپ داغہائے حسد کا اظہار کر کے بھی صوفی، مگر جس نے دوستی ودشمنی میں رضائے الٰہی کو معیار بنایا وہ صوفی نہیں، آپ نفرتوں کی سیاست کر کے بھی صوفی، مگر وہ محبتوں میں فریفتہ ہو کر بھی صوفی نہیں، آپ جادہ اعتدال سے ہٹ کر بھی صوفی، مگر علمائے عرب جنہیں دیکھ کر انی لا جد فی جبهه نور الله کہیں وہ صوفی نہیں، ذرا تاریخ کی گہرائی میں اتر کر دیکھئے یہ وہی احمد رضا ہیں جنہیں آپ کے آباواجداد نے مجدد ،صوفی، قطب الاقطاب، فنافی اللہ اور عاشق رسول کہا ہے، حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی نے جن کی ٹوپی اپنے سر پہ اوڑھی اپنی ٹوپی انہیں اڑھائی ہے، جن کے مرشد نے مرید کرتے ہی اجازت وخلافت سے نوازا اور فرمایا اور لوگ دل پہ میل لے کر آتے ہیں یہ صاف وشفاف دل لے کر آئے تھے صرف تعلق جوڑنا تھا، جن کے مرشد نے ”چشم وچراغ خاندان برکات“ فرما کر تصوف ومعرفت کی دنیا میں آپ کے مقام ومرتبہ سے پردہ اٹھایا اور خدا کے حضور پیش کرنے کا توشہ بتایا، ہاں یہ وہی احمد رضا ہیں جو کہیں کی دعوت قبول کرنے سے پہلے ریلوے چارٹ منگوا کر نماز کا ٹائم ٹیبل دیکھتے ،نماز قضا ہونے کا خوف نہ ہوتا تو دعوت قبول کرتے ورنہ نہیں، جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے ایک لاکھ سے زیادہ رقم خرچ کی، جنہوں نے ضعیف العمری میں بیماری اور کمزوری کے باوجود دوسروں کے سہارے مسجد جا کر جماعت سے نمازیں پڑھیں، اور اپنے شہر میں روزہ رکھنے کی سکت نہ پا کر دوسرے شہر جا کر رمضان کا روزہ رکھا مگر روزہ قضا نہ ہونے دیا، جو زندگی بھر ناموس رسالت کی پہرہ داری اور محبت رسول کی آبیاری کرتا رہا جس نے سادات کی عظمت وحرمت سے دنیا کو آشنا کیا، خود تعظیم کی اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی، جس نے مزارات پہ حاضری، اعراس کی مشروعیت، اور خانقاہوں کے تحفظ کے لئے قلمی معرکہ آرائی کی، جس نے سیدنا غوث اعظم کی عربیت پر اعتراض کرنے والے کے خلاف رسالہ لکھا، حضرت مخدوم جہاں کی عظمت ناپنے والے کے خلاف کتاب لکھی، جس نے میر عبدالواحد بلگرامی کی آبرو پہ انگلی رکھنے والے خلاف فتویٰ صادر فرمایا اور جس نے اجمیر کے ساتھ شریف لکھنے میں کوتائی برتنے والے کے خلاف حکم شرع نافذ فرمایا ایسا مرد قلندر آپ کے یہاں قابل قبول نہیں تو پھر بتایا جائے کہ بغض حسد کینہ اور نفرت کس بلا کا نام ہے اور جس دل میں یہ یہی چیزیں پنجہ زدہوں وہاں تصوف کے لئے جگہ کہاں نکل سکتی ہے

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر لائق میراث پدر کیوں کر ہو

خدا کے واسطے اپنے منصب کا تو خیال کیجئے، ذرا سوچئے آپ خانقاہ برکاتیہ کے خلیفہ ومجاز اور چشم وچراغ خاندان برکات کو قبول نہ کریں یہ خانقاہ برکاتیہ کا انکار نہیں؟، خانقاہ اشرفیہ کے عظیم بزرگ حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ جنہیں قطب زمانہ کہیں انہیں آپ تسلیم نہ کریں یہ خانقاہ اشرفیہ کی توہین نہیں، کیا خانقاہ رضویہ، خانقاہ برکاتیہ اور خانقاہ اشرفیہ کو چھوڑ کر تصوف کی کوئی تاریخ مکمل ہوسکتی ہے؟ اگر اپنی پسند وناپسند کو تصوف کا معیار بنانے کی کوشش ہوئی تو تصوف اپنی حقیقی شکل میں کہیں زندہ نہیں رہ سکے گا؟

صوفی کانفرنس اور ڈاکٹر طاہر القادری:

اس کانفرنس کا سب سے المناک پہلو عالم اسلام کی سب سے متنازع اور مطعون شخصیت ڈاکٹر طاہر القادری کی شمولیت تھی، جس حلقہ سے کانفرنس کی مخالفت ہوئی وہ معمولی نہیں جماعت اہل سنت کا معتبر ومستند اور مرجع انام حلقہ ہے، پورا ملک شرعی معاملات میں جس کے تابع اور اس کے حکم کے آگے سرخمیدہ ہے۔ ہندو پاک کے اس طبقہ کے علما ومشائخ نے تقریباً ۳۰ رسال قبل ڈاکٹر طاہر القادری کے متنازع بیانات اور کفر وضلالت پر مبنی کردار وعمل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیا، توبہ ورجوع کی پوری کوشش کی مگر ان کا پندار علم وانا رجوع الی الحق میں حارج رہا۔ کیو ٹی وی کے ذریعہ یہ ہندوستان میں متعارف ہوئے، اہل سنت کے عوام وخواص کا ایک بڑا طبقہ ان کی تقریر کا اسیر ہوگیا، مگر رفتہ رفتہ حقائق

سامنے آتے گئے، محبت مروت میں بدلتی گئی اور پھر وہ دن بھی آیا کہ پاکستان کے ساتھ ہندوستان کے علما و مشائخ نے بھی ڈاکٹر طاہر القادری کے تعلق سے اپنا شرعی فیصلہ نافذ کر دیا مجموعی طور پر دیکھیں تو آج ہندو پاک کے علما مشائخ، مفتیان کرام اور محدثین عظام کی اس موضوع پہ اتنی تحریریں آگئی ہیں کہ عقلا اور شرعا انہیں جھوٹ اور غلط پر متفق ہونا نہیں کہہ سکتے، یہی ضابطہ شرعی بھی ہے، اس کے باوجود ڈاکٹر طاہر القادری کو "تصوف کا نمائندہ عالم" کہنا سمجھنا اور اپنی قابل فخر خانقاہی ورثہ کو فراموش کر کے اس کے پیچھے بھاگنا عقل و شرع کے مطابق نہیں ہے۔

ڈاکٹر طاہر القادری سے جماعت اہل سنت کی لاتعلقی کی تین بنیادیں ہیں (۱) مذہبی بے راہروی (۲) مسلکی بے راہ روی (۳) اخلاقی بے راہ روی، ان کی بے راہرویوں کے حوالہ سے علمائے و مشائخ کی درجن بھر سے زائد مخلصانہ و محققانہ تحریریں اور کتب و رسائل موجود ہیں تحقیق درکار ہو تو:

1۔ اسلام میں عورت کی دیت — علامہ احمد اعید کاظمی
2۔ دیت المرأۃ — علامہ عطا محمد بندیالوی
3۔ عورت کی دیت — علامہ مفتی عبداللہ قصوری
4۔ فتنہ طاہری کی حقیقت — مفتی محبوب رضا علیہ الرحمہ
5۔ علمی گرفت پروفیسر — مفتی محبوب رضا خان قادری
6۔ الفتنۃ الجدیدہ — مولانا محمد بشیر القادری
7۔ اسلام اور وائرس مسیحیت — مولانا محمد بشیر القادری
8۔ خطرہ کی گھنٹی — مولانا ابوداؤد صادق رضوی
9۔ پروفیسر طاہر القادری کا علمی و تحقیقی جائزہ
10۔ طاہر القادری کی حقیقت کیا — مفتی ولی محمد رضوی
11۔ یہ سب کیا ہے — علامہ حافظ فریاد علی قادری
12۔ متنازعہ ترین شخصیت — (طاہر القادری کے خلاف لکھے گئے اخباری کالموں کا مجموعہ) از نواز کھرل
13۔ سیف نعمان بر درباری منہاج القرآن — مفتی فضل رسول سیالوی
14۔ قہر الدیان علی منہاج الشیطان — مولانا عاقب فرید قادری
15۔ طاہر القادری عقائد و نظریات — مفتی اختر حسین قادری
16۔ قرآن کی فریاد — علامہ مفتی فضل رسول سیالوی
17۔ طاہر القادری جواب دیں — علماء اہل سنت اوکاڑہ
18۔ ضرب حیدری — علامہ غلام رسول قاسمی
19۔ ڈاکٹر طاہر القادری سنی نہیں — حضرت سیدی تاج الشریعہ مدظلہ العالی
20۔ إعلام بلزوم والتزام — حضرت مفتی کوثر حسن قادری رضوی

کتابوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ ان میں ان کے اکابر استاذ اور ان کے ہمعصر علما و مشائخ سبھی کی کتابیں شامل ہیں قابل غور پہلو یہ ہے کہ اس مسئلہ میں جماعت اہل سنت کے علما مشائخ کا اتفاق ہے اختلاف رائے نہیں، ایک دو فرد تفرد کی بنیاد پر ایسے نکل بھی آئیں تو جماعت کے مقابلہ میں فرد کے قول کی کیا شرعی حیثیت ہے؟ یہ نہ سمجھا جائے کہ ڈاکٹر طاہر القادری کی خدمات ہمارے پیش نظر نہیں، ان کی تقریروں نے سنیت کے استحکام میں مدد کی ہے اس کا ہمیں اعتراف ہے، مگر کیا کسی کا دین و ایمان سمجھنے کے لئے صرف ماضی کی خدمات دیکھنا کافی ہے؟ اس رخ سے دیکھیں تو کس مذہب اور فرقہ والوں کے علما کی کچھ نہ کچھ خدمات نہیں ہیں، یہود و نصاریٰ، اہل تشعہ، رافضی، قادیانی، دیوبندی، وہابی

کبھی اپنی خدمات کی بنیاد پہ حق کے دعویدار ہوجائیں تو کیا سب کو حق پر مان لیا جائے گا؟ پھر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ والرضوان نے شیعوں کے بارے میں کیوں فرمایا:

محبت میں مداہنت و چاپلوسی روا نہیں، اہل ہوا و مبتدعین (بدمذہبوں) کو خوار رکھنا چاہئے، جس نے کسی بدمذہب بدعتی کی تعظیم کی اس نے گویا اسلام کے گرانے میں اس کی مدد کی۔۔۔ان بدبختوں کو اپنی مجلس میں داخل نہ ہونے دینا چاہئے اوران سے انس ومحبت نہ کرنی چاہئے‘‘(مکتوبات شریف، دفتر اول، ۲۸۱)

ایک جگہ اور فرمایا:

بدمذہب بدعتی کی صحبت کا ضرر وفساد (کھلے) کافر کی صحبت سے زیادہ تر ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں بدتر اس گروہ (شیعہ) کے لوگ ہیں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے ساتھ بغض رکھتے ہیں (دفتر اول،ص ۱۲۸)

اس لئے اس حقیقت پر سرخم رکھنا چاہئے کہ کسی کے دین کی پرکھ کے لئے اس کے عقائد ونظریات دیکھے جائیں گے خدمات نہیں، اس حوالہ سے نہ صرف علما بلکہ شریعت پہ نگاہ رکھنے والے مشائخ نے بھی ڈاکٹر طاہر القادری کے حوالہ سے جو کچھ لکھا ہے وہ شریعت کا فیصلہ ہے اسے ’’رہا بعض علما سے ان کے علمی وفکری اختلافات کا مسئلہ تو ہندو پاک کا کوئی نامور عالم اس فعل سے مستثنیٰ نہیں ہے‘‘ کہہ کر ہلکا کرنا دینی بددیانتی اور جماعتی موقف سے انحراف ہے۔اہل خانقاہ اگر اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ حق وباطل میں صلح نہیں ہوسکتی، سچ اور جھوٹ میں سمجھوتہ نہیں ہوسکتا، اندھیرے اور اجالے کبھی یکجا نہیں ہوسکتے، تو یہ حقیقت بھی انہیں تسلیم کر لینا چاہئے کہ تصوف اور منہاجیت میں بھی اتفاق نہیں ہوسکتا اس لئے کہ دونوں دو متضاد افکار پر مشتمل ہیں۔تصوف اگر حق وباطل میں امتیاز کا نام ہے تو منہاجیت حق وباطل کی آمیزش کا،تصوف اگر باطنی صفائی کا نام ہے تو منہاجیت باطنی کدورت کا،تصوف اگر معرفت الٰہی کا نام ہے تو منہاجیت دنیا طلبی کا،تصوف اگر وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے تو منہاجیت اس سعادت سے محرومی کا۔ ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

مدیر جام نور اور صوفی کانفرنس:

خوشتر نورانی صاحب کی ہمنوائی پہ علما مشائخ بورڈ اور ہمارے صوفیہ حضرات کو بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ خوشتر صاحب کی ہمدردیاں بہت دنوں تک کسی کے ساتھ نہیں رہی ہیں، یہ ایک ماہر پیشہ ور وکیل کی طرح اپنے کلائنٹس اور اپنا قبلہ توجہ بدلتے رہے ہیں، کبھی یہ خانقاہ بدایوں سے چمٹے کہا نہیں جام نور کے حوالہ سے اپنے عزائم کی تکمیل کے ایک پلیٹ فورم اور معاون چاہئے تھا، پھر یہ میکدہ عشق وعرفان مارہرہ مطہرہ کی چوکھٹ سے وابستہ ہوئے کہ معاملہ ’’جام نور‘‘ سے اوپر اٹھ کر ’’نیو ایج ویژن‘‘ کا آ گیا تھا، پھر انہوں نے خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ پہ جبیں سائی کی کہ ’’شیخ الاسلام نمبر‘‘ نیو ایج ویژن کا کفارہ بن سکتا تھا اور اس کے بعد ’’تادر میخانہ آجاتے ہیں سمجھاتے ہوئے ’’پڑھتے پڑھتے‘‘ خانقاہ رشیدیہ‘‘ تک پہنچ گئے کہ ’’جام نور‘‘ ان دنوں خسارہ کا سودا ہو گیا تھا، اب ان کی ساری ہمدریاں ’’صوفی فورم‘‘ سے وابستہ ہیں کہ یہاں کا معاملہ ’’انٹرنیشنل‘‘ ہے مگر ’’خامہ تلاشی‘‘ سے خانہ بدوشی تک انہوں نے اتنے رنگ بدلے ہیں کہ ’’صوفی فورم‘‘ سے ان کی حالیہ وابستگی کو بھی ’’آخری درگاہ‘‘ نہیں سمجھا سکتا، اب کس در کی جبیں سائی ان کے مقدر میں ہے ابھی پردہ خفا میں ہے ؎

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
سر زیر بار منت درباں کئے ہوئے

یہ وہی خوشتر نورانی ہیں جنہوں نے کبھی اہل سنت کے روحانی مراکز کے تعلق سے کہا تھا:

انیسویں صدی کے نصف اخیر کے بعد علم وفن اور شریعت وطریقت کے ان روحانی مراکز (خانقاہوں) کو گرہن لگ گیا اور ’’جانشینان مسند روحانیت‘‘ میں علم وفن، تزکیہ نفوس، تصفیہ اخلاق، ایثار وجفاکشی، فقیرانہ طرز زندگی، عارفانہ دل ونگاہ، مجاہدہ وتذکیر اور بے نیازی کی جگہ علوم اسلامیہ اور مقتضیات تصوف کے گیرائی وگہرائی سے فقدان سلوک ومعرفت کی راہ میں ایثار پسندی اور مشقت وجفاکشی کے جذبہ سے محرومی، طریقت کی راہ میں مطلوبہ اخلاقی بحران، زر طلبی جاہ وحشم، خود پسندی خودنمائی اور

ظاہری رعونت نے لے لی'' (ص ۱۵۲)
مدرسہ کی تعلیم نے شریعت کی بالا دستی کے لئے ان سے یہاں تک کہلوا یا تھا:

آج اگر ہم صرف برصغیر کی خانقاہوں کا جائزہ لیں تو ''نظام ملوکیت'' کی طرح معرفت وسلوک کے علم بردار مشائخ عظام کی نسبی اولادیں، رشد وہدایت اور طریقت وروحانیت کے ان عظیم مسندوں پر فروکش تو ہوگئی ہیں مگر اپنے اسلاف واجداد کی طرح اپنے آپ کو روحانی وشرعی حدود کا پابند نہیں سمجھتیں شریعت وروحانیت کے مطلوبہ مقتضیات سے چشم پوشی اور فرائض وواجبات سے بے توجہی نے انہیں راحت کوشی ہوس جاہ ودولت، رعونت وتکبر، کی طرف مائل کیا۔ نتیجہ کے طور پر خانقاہوں میں غیر ضروری رسم ورواج کا ایک سیلاب امنڈ پڑا عیش پسندی نے ان کے دلوں سے اپنی دیرینہ روایات کو اس طرح مٹادیا ہے کہ یہ غیر ضروری رسم ورواج آج ان کی اعلیٰ ترجیحات میں شامل ہو گئے ہیں، مگر عقیدت مندوں کی اس دنیا میں ''ان کی جرأت عصیاں'' پر کوئی قدغن لگانے والا نہیں''

مگر خانقاہوں کو نظام ملوکیت، اور خانقاہی مراسم کو ''غیر ضروری رسم ورواج'' اور ''شریعت روحانیت کے مطلوبہ مقتضیات سے چشم پوشی '' سے تعبیر کرنے والا مصلحت بیں قلم آج انہیں چیزوں کے دفاع میں کیسے سرگرم ہے ملاحظہ کیجئے:

تیسرے سیشن میں چشتی سماع اور ترکی رومی حال کے اہتمام کیا گیا تھا، جسے ہمارے یہاں انتہا پسندوں کا ایک ٹولہ گانے بجانے اور ناچنے سے تعبیر کرتا ہے۔ صوفی فورم کے اس سیشن کے تعلق سے بھی ان لوگوں نے یہاں ناکام پروپیگنڈا کیا۔ اصل میں یہ وہ غیر متصوفانہ طبقہ ہے جس میں بیعت وارادت تو پورے جوش وخروش سے شامل ہوگئی ہے مگر ان میں سے اکثریت ایسے افراد کی ہے جن کو خانقاہی تعلیم وتربیت کبھی میسر نہ آسکی۔ ایسے میں ان سے آداب خانقاہی، معمولات تصوف، اصطلاحات طریقت، خشیت، انابت، تضرع اور اعتدال کی توقع رکھنا بے معنی ہے '' (جام نور مئی ۲۰۱٦)

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس طبقہ کو آج یہ ''غیر متصوفانہ'' اور ان سے '' آداب خانقاہی کی توقع کو بے معنی'' کہہ رہے ہیں کل اسی طبقہ کی وکالت کرتے ہوئے اہل خانقاہ سے انہوں نے کہا تھا:

''اس طبقہ (اہل سنت) کے نالہ وشیون اور آہ وفغاں کو ''تصوف مخالف'' اور ''خانقاہ بیزار'' کہہ کر اصل تصوف اور حقیقی خانقاہی نظام کے نفاذ کو مفلوج بنانے کی جسارت نہ کی جائے، اس حقیقت افروز احتجاج پر خانقاہی بیزاری کی بے بنیاد تہمت لگانے سے بہتر ہے کہ وابستگان خانقاہ اور اہل تصوف اٹھیں اور اپنے اثرات سے اس مفلوج سسٹم کو بدلنے کی کوشش کریں''

فکر ونظر کی اس دورنگی اور تحویل قبلہ کے اس سانحہ پہ اب مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، قارئین اور صوفی فورم کے ارباب حل وعقد ہی فیصلہ کریں کہ خوشتر صاحب کب کس کے کتنے ہمدرد رہے ہیں یا ہو سکتے ہیں، اور صوفی فورم سے ان کی وابستگی کتنی مخلصانہ ہے۔ بات اگر سچائی سے وابستگی کی ہوتی تو انہیں ہزار درگاہوں سے وابستگی کے بعد بھی اپنا فکری قبلہ درست رکھنا چاہئے تھا مگر طاہر القادری کے حوالہ سے انہیں نہ خانقاہ مارہرہ کی روش قبول ہے، نہ خانقاہ اشرفیہ کی معروف شخصیت علامہ سید مدنی میاں کا فیصلہ، اگر وہ اپنے اس قول میں مخلص ہیں کہ '' خانقاہیں عام طور پہ مسلک سنیت کی حامل سمجھی جاتی ہیں'' اور ''سنیت کے مزاج سے خانقاہوں کو پرکھا جانا چاہئے'' تو وہ خود ہی سوچیں ڈاکٹر طاہر القادری کے حوالہ اہل سنت کا موقف کیا ہے، اور انہیں کس موقف کا حامی ہونا چاہئے۔

اہل خانقاہ سے گزارش:

اس حقیقت سے کس کو انکار ہوگا خانقاہیں سنیت کی علامت ہیں تو اہل سنت خانقاہوں کی عظمتوں کے قائل اور ان کے محافظ، سنی ہونے کی علامت ہی ہے خانقاہوں سے وابستگی۔ نہ ہم نے کل خانقاہوں سے اپنا رشتہ توڑا تھا نہ آئندہ توڑ سکتے ہیں کونوا مع الصادقین اور اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم والے کی تلاوت اور اس کی معنویت وصداقت پہ ایمان رکھنے والے خانقاہی ہیں

اور خانقاہی رہیں گے، مگر اہل خانقاہ کو بھی اپنے اسلاف کی روش، ان کے نظریات اور ان کے معتقدات پہ قائم رہنا ہوگا یہ ہمارے بتانے کی چیز نہیں، انہیں اپنے گھر کی لکھی ہوئی کتابیں، مکتوبات وملفوظات میں دیکھنے کی چیزیں ہیں، اپنے اسلاف کی روش پہ قائم رہنا اور اس کے فروغ واستحکام کے لئے کوششیں کرنا اور ان کے مخالفین سے وہ برتاؤ کرنا جو حضرت مجدد الف ثانی بتایا، ان کی اپنی خانقاہی ذمہ داری ہے، یہ چیزیں جہاں نظر آتی ہیں اور آئیں گی ہمارا سر نیاز وہاں خم ہوگیا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اسلاف کی روش سے دوری ہی کسی کی دوری باعث بن سکتی ہے یہ نہ ہو تو دور دور تک دوری کا تصور بھی نہ ہو، آج ضرورت ہے کہ ہم سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مربوط رہیں اور اپنی مشترکہ جدوجہد وہ فضا بنائیں کہ پھر ہمارا عہد رفتہ لوٹ آئے ؎

ہم مل کے پکاریں گے تو لوٹ آئے گا ماضی
آؤ مــــری آواز مــــیں آواز ملاؤ

□□□

مولانا توقیر رضا خاں کے مسئلہ پر مرکز اہل سنت بریلی شریف کا رد عمل

مولانا توقیر رضا توبہ کریں ورنہ خاندان سے بائیکاٹ: علامہ سبحانی میاں بریلی شریف

بریلی بیورو؛ آئی ایم سی کھیا نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا توقر رضا خان کے دیوبند مرکز دار العلوم دیوبند جانے پر ہر طرف بحث چھڑ گئی ہے اعلیٰ حضرت درگاہ کے سربراہ مولانا سبحان رضا خاں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ توقیر میاں اپنی اس حرکت پر اعلانیہ توبہ نہیں کرتے ہیں اور آئندہ ایسے غیر شرعی کام کا پختہ ارادہ نہیں کرتے ہین تو تمام خانوادۂ اعلیٰ حضرت اور اہل سنت سے جڑے لوگ ان کا بائیکاٹ کریں۔ اعلیٰ حضرت درگاہ کے پرمکھ مولانا سبحان رضا خان (سبحانی میاں) کی جانب سے جاری پریس بیانیہ میں کہا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخانہ باتیں کرنے والے دوسرے فرقہ کے لوگ مرتد (یعنی اسلام سے خارج) ہیں اس فیصلہ کے جو حامی نہیں ہیں وہ ان پر بھی یہی حکم ہے دیوبندی وہابی وغیرہ فرقہ کے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھنا پینا ہاتھ ملانا گلے ملنا میل جول رکھنا غیر شرعی ہے ہمارے لئے اس مسئلہ میں سرکار اعلیٰ حضرت کا فرمان اور ان کی وصیت ہی سنیت ہے (ہندی اخبار ''امر اجالا)

مفتی محمدد شعیب رضا نعیمی مفتی مرکزی دار الافتاء بریلی شریف کا فرمان

ابھی اہل سنت صوفی ازم کانفرنس کا ماتم کرہی رہے تھے کہ ایک دم سے یہ خبر وحشت اثر آگئی کہ توقیر رضا خان دار العلوم دیوبند پہنچ گئے اس خبر سے پوری جماعت اہلسنت میں پھر سے صف ماتم بچھ گئی ان کی اس حرکت سے اعلی حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند کی روح کو کس قدر صدمہ پہنچا ہوگا بیان نہیں کیا جاسکتا، بلاشبہہ توقیر رضا خان کا یہ قدم شریعت محمدیہ کے خلاف ہے اور تعزیرات محمدیہ کی رو سے ان پر توبہ لازم ہے وہ جلد سے جلد توبہ کریں اور فتاوی رضویہ کو سامنے رکھ کر شرعی توبہ کریں اور آئندہ کبھی اس طرح کی غیر شرعی حرکت نہ کریں اگر وہ توبہ نہیں کرتے ہیں تمام اہلسنت ان کا بائیکاٹ کریں اور ان کا بھی بائیکاٹ کریں جو ان کی اس غیر شرعی مسلک سوز حرکت سے واقف ہو کر ان کا بائیکاٹ نہ کریں۔

الرضا انٹرنیشنل پٹنہ کا مطالبہ

الرضا انٹرنیشنل صوفیہ ربانی کا نقیب اور مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان ہے، اس نے مذہبی ومسلکی اور جماعتی معاملہ میں کسی فرد کی بے جا حمایت نہ کی ہے اور نہ کرے گا۔ مولانا توقیر رضا نے دار العلوم دیوبند جا کر مسلک اعلیٰ حضرت کی خلاف ورزی کی ہے، الرضا کی پوری ٹیم ان کی اس حرکت پر ان کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنے اس عمل سے توبہ کریں، اپنی برأت کا اظہار کریں اور یہ بھی اعلان کریں کہ گستاخی رسول ﷺ کی بنیاد پر علمائے دیوبند پر جو حکم کفر علمائے عرب وعجم نے نافذ کیا ہے وہ برحق ہے اور وہی میرا موقف ہے، انہیں اس حرکت کے بعد نبیرۂ اعلیٰ حضرت لکھنے کا حق نہیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو مسلک اعلیٰ کے دائرہ میں رہتے ہوئے ان کے خلاف شرعی مہم چلائی جائے گی۔

ہم خانقاہ رضویہ بریلی شریف کے صاحب سجادہ حضرت علامہ مولانا الشاہ سبحان رضا خان سبحانی میاں صاحب قبلہ دام ظلہ اور حضرت مفتی شعیب رضا صاحب قبلہ مدظلہ العالی بریلی شریف کے اس بیان پر ان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ واقعی خانوادہ رضا کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

اظہار خیالات

الرضا وقت کی اہم ضرورت

حضرت مولانا شعیب رضا قادری: بریلی شریف
خلیفہ و داماد حضور تاج الشریعہ قبلہ ازہری میاں دام ظلہ

الرضا کے نام سے ایک موقر رسالہ ڈاکٹر امجد رضا صاحب کی ادارت میں پٹنہ سے اسی سال نکلنا شروع ہوا رسالہ کے اغراض ومقاصد اس کے نام سے ظاہر ہے یعنی فکر رضا اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت رسالہ کا مقصد ہے۔

کچھ رسائل وجرائد بنام سنیت بام عروج پر پہنچے مگر عروج پاتے ہی ان کے نہاں خانہ کے اسرار سربستہ ظاہر ہونے لگے اور انہوں نے سنیت کی شبیہہ کو بگاڑنا شروع کر دیا۔ معمولات اہل سنت کی وہ کیا پرواہ کرتے اعتقادات اہل سنت پر بھی وہ کاری ضرب لگانے لگے اور شاید یہی ان لوگوں کا مقصد تھا۔ ایسے وقت میں ایک ایسے رسالہ کی ضرورت تھی جو بروقت ان فتنوں کا سد باب کرے، الحمد للہ اس ضرورت کو محسوس کر کے ڈاکٹر امجد رضا امجد اور ان کے رفقائے مجلس نے اس رسالہ کا اجرا کر دیا ہے، مولا تعالیٰ اس رسالہ کو دوام عطا فرمائے، آمین

سید میر عبد الواحد بلگرامی کا فیض جاری رہے

حضرت شیخ طریقت مولانا سید سہیل میاں ولی عہد خانقاہ واحدیہ طیبیہ بلگرام شریف

دور حاضرہ میں ہمارا نقطہ اتحاد مسلک اعلیٰ حضرت ہے، دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے بھی اس اصطلاح کی اشد ضرورت ہے جو لوگ مخالفت پر آمادہ ہیں انہیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ انہوں نے ملت کو کیا دیا اور امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے ملت کو کیا دیا؟

مختصر لفظوں میں بس اتنا کہنا چاہوں گا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی مخالفت اور ان کی تعلیمات سے انحراف اپنی عاقبت کو خراب کرنا ہے، مجھے اپنے ادارہ کے سابق پرنسپل نوجواں سال عالم دین مولانا محمد ارشد رضا قمر اخلاقی امجدی کے حوالے سے معلوم ہوا کہ مولانا امجد رضا امجد کی ادارت میں '' الرضا'' نامی ایک ایسے رسالہ کی اشاعت ہوئی ہے جس کے ذریعہ مسلک کے مخالفین کو دعوت عمل دیا جا رہا ہے، کثرت مصروفیت کی بنا پر رسالہ دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا البتہ مولانا امجد کی کوشش اور خدمات سے واقف ہوں مولانا موصوف فکر رضا وتعلیمات رضا کے فروغ کے تعلق سے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں، رب کریم سے دعا گو ہوں کہ مولانا موصوف پر حضرت سید میر عبد الواحد بلگرامی علیہ الرحمہ کا خوب خوب فیض پہونچے۔

اداریہ رسالہ کی روح بھی ہے جان بھی

ڈاکٹر غلام زرقانی: ہوسٹن امریکہ

حضرت مفتی ڈاکٹر امجد رضا صاحب دامت فیوضکم
السلام علیکم

امسال عرس قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے سلسلے میں ہندوستان آمد کے موقع پر محسن قوم جناب الحاج عبد الرب صاحب کے دولت کدہ پر تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرنے کی سعادت ملی۔ رسمی گفتگو کے دوران میز پر سلیقے سے رکھے ہوئے کتابوں کے ڈھیر پر نگاہ پڑی اور پھر میرے ہاتھ میں ''دوماہی الرضا'' کا پہلا شمارہ تھا۔ ویسے تو رسالہ جس ذات گرامی سے معنون ہے، وہ نسبت ہی ہماری توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کے لیے بہت ہے، تاہم انتخاب مضامین، حسن پیشکش اور خوبی طباعت نے دل موہ لیے، اور آپ کے نوک قلم سے صفحۂ قرطاس پر منتقل ہونے والا اداریہ تو رسالہ کی روح بھی، جان بھی ہے اور سب کچھ ہے۔

بہر کیف، امریکہ واپسی پر انٹرنیٹ کے سہارے دوسرے شمارے کی زیارت بھی ہوئی۔ کیا بات ہے کہ یہ شمارہ ہر اعتبار سے پہلے سے بھی بہتر ہے۔ بلا شبہ حضرت علامہ ملک الظفر سہسرامی صاحب سنجیدہ طبیعت کے ساتھ ساتھ صاحب فکر بھی ہیں۔ آپ کے خیالات ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ اسی طرح تحقیقات اسلامی، تنقید واحتساب، مطالعہ رضویات اور گوشہ تاج الشریعہ کے جلی عناوین کے ذیل میں خوب سے خوب تر اہل قلم کی نگارشات شامل ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ اسی طرح آپ کی توجہ رہی، نیز رسالہ کی معنوی وصوری کشش بھی ذمہ داروں نے برقرار رکھی، تو بہت جلد ہندوپاک سے شائع ہونے والے سینکڑوں مذہبی رسائل وجرائد کے ہجوم میں ''الرضا'' اپنے فعال ومتحرک کردار، متوارث افکار وخیالات اور تعمیری صحافت وقیادت کے ساتھ ایک جداگانہ شناخت بنانے میں کامیاب ہوجائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ یوں تو ڈاکٹر امجد رضا صاحب گوناگوں خوبیوں کے مالک ہیں، لیکن میرے نزدیک وہ مذہبی رسالہ کی ادارت کے حوالے سے یکتائے روزگار صلاحیت کے مالک ہیں۔ خیال رہے کہ یہ بات کسی مفروضہ پر مبنی نہیں ہے، بلکہ یہ اعتراف مجھے اس وقت تجرباتی طور پر ہوا تھا، جب ہم امریکہ اور ہندوستان سے بیک وقت سہ ماہی ''آیات'' نکال رہے تھے۔

اللہ کرے یہ رسالہ ''فکر رضا'' کی ترویج واشاعت میں صحت مند انقلاب کی تمہید ثابت ہو۔

صرف تحریر نہیں ایک تاریخ

مفتی ریاضت حسین ازہری
(شیخ الجامعہ) جامعۃ الحبیب، رسول پور، اڈیشا

مکرمی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سلام مسنون!

رسالہ "الرضا" باصرہ نواز ہوا، مشمولات دیکھ کر بہت خوشی ہوئی، وقت کی بہت بڑی ضرورت اس سے پوری ہورہی ہے۔رئیس القلم مناظر اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ والرضوان کے وصال کے بعد جماعت اہل سنت معروف بہ مسلک اعلی حضرت کے پیروکاروں کو منتشر کرنے کی کوششوں میں بڑی شدت پیدا ہوگئی۔ احیاء واصلاح کا نام لے کر اصل میں فسادی اور لالچی بعض قلم کاروں نے کچھ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا بھی لیا!! اس کا سائڈ افیکٹ یہ ہوا کہ ایکزیما کی طرح گذشتہ چند سالوں میں فتنے پھیل گئے۔ بعض اس قدر مریض ہوگئے اپنی کہ اپنی تخریب، بدعات ومنکرات کو تصوف، احسان اور اصلاح کا نام دے دیا۔اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ اللھم ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔آمین

میں اپنے احباب سے اکثر یہ کہتا رہتا ہوں کہ بددست قلم کاروں نے جو ماحول گرم کر رکھا ہے خاص کر سوشیل میڈیا پہ تو یہ دیرپا نہیں ہوگا۔فیس بک، واٹس ایپ اور ٹیلی گرام وغیرہ پر جو منافرات وخرافات پھیلائی جارہی ہیں بہر حال ان میسیجیز کی عمر زیادہ نہیں ہوتی۔آپ کسی واٹس ایپ استعمال کرنے والے سے سال گذشتہ کے کسی میسیج کو طلب کریں تو شاید اسے یاد بھی نہیں ہوگا۔ایسی صورت میں سوال یہ اٹھتا ہے کہ آج سے سو سال بعد آج کی منفی تحریروں کو سامنے رکھ کر اگر کوئی شخص شبہات قائم کرنے لگے تو اہل حق ان شبہات کا ازالہ کیسے کریں گے؟ حقیقت حال سے لوگوں کو کیسے روشناس کریں گے؟ بلاشبہ رسائل، جرائد اور تصنیفات کی مدد سے وہ اس وقت کے فتنے کو دور کریں گے۔

بڑے دنوں سے شدت سے ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ کوئی اس کارنامے کو بہتر طریقے سے انجام دے۔ انکار نہیں ہے کہ بہت لوگ اپنے اپنے انداز سے کام انجام دے رہے ہیں۔ تاہم ان میں ایک نمایاں نام ''الرضا'' رسالہ کا ہے۔ رسالہ ''الرضا'' صرف تحریر نہیں بلکہ ایک تاریخ ہے۔میں رسالہ "الرضا" کی پوری ٹیم کو دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔اس کی مقبولیت کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالی ہمیں ہر طرح سے اس کا تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

□□□

جام نور اپنی ادارتی پالیسز کا ازسرنو جائزہ لے

ڈاکٹر اسمعیل بدایونی: کراچی پاکستان

سب سے پہلے تو الرضا کی شاندار اور دیدہ زیب اشاعت پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد قبول فرمائیں۔دو ماہی الرضا پٹنہ کا شمارہ نظر سے گزرا تو دل خوش ہوگیا خوبصورت سرورق نے اپنے سحر میں جکڑ لیا۔

ڈاکٹر امجد رضا صاحب حفظہ اللہ الباری کا اداریہ اپنی شان آپ تھا یوں لگتا تھا جیسے الفاظ ہاتھ باندھ کر ڈاکٹر صاحب کے سامنے موجود ہوں بہت اعتدال میں رہتے ہوئے ڈاکٹر صاحب رقم طراز ہیں۔

''جنوری ۲۰۱۶ کے شمارے کو حالی کی ''حیاتِ جاوید'' کی طرح کلی طور پر پاک وہند کے معتوب ومغضوب ڈاکٹر طاہر القادری کی مکمل مدح سرائی کا مجموعہ بنا دیا گیا ہے،فروری شمارہ ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کا سودا کرنے والی ''ورلڈ صوفی کانفرنس'' کی بازار سازہے''(اداریہ مارچ اپریل ۲۰۱۶)

اداریہ کے الفاظ اظہار جرأت کو یوں رقم کرتے ہیں

اظہار خیالات

اگر چہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں، لا الہ الا اللہ

ماہنامہ جام نور کا علمی محاسبہ بے جا نہیں جہاں ایک طرف چند نادانوں کی نادانی تو دوسری طرف سواد اعظم کو مکمل طور پر اپنے نوک قلم کی زد پر لے لینا ہرگز دانشمندی نہیں بلکہ فتنہ وانتشار کے باب کھولنے کے مترادف ہے جس سے یقینی طور پر خلیج کم ہونے کے بجائے بڑھے گی یوں جام نور پر ایک بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس حوالے اپنی ادارتی پالیسیز کا ازسر نو جائزہ لے۔

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے افکار ونظریات اور حال ہی میں ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے خیالات نے غیر ملکی میڈیا کو دیئے گئے انٹرویوز نے ڈھول کا پول کھول دیا۔

عاشقان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ،ڈاکٹر طاہر القادری کو ممتاز قادری کی مخالفت کے بعد واضح طور پر یہ پیغام دے چکے ہے

یہ زائرین حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
بھلا ہمیں ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں

صوفیاء کانفرنس کے روح رواں قصاب مسلم نریندر مودی اور ڈاکٹر طاہر القادری کی شرکت کے بعد ہی زباں پر بے اختیار یہ اشعار آجاتے ہیں

کس لیے آج سامانِ شب خون ہیں
کون سے راز سینوں میں مدفون ہیں
کون سے لشکر اب آمادہ خون ہیں
ہر طرف دُھند ہے ہر طرف سہم ہے
کوئی صاحب نظر ہے کہ نا فہم ہے ؟
سانپ کی سرسراہٹ ہے یا وہم ہے ؟

صوفی کانفرنس اپنے اختتام کو پہنچی اور جس قدر یہ ناکام ہوئی شاید ہی تاریخ میں کسی اور کانفرنس کے منتظمین کے حصے میں یہ ناکامی آئی ہو۔

تاریخ کے کھنڈرات سے ہر عہد میں ایک نیا بت تراش کر کھڑا کر دیا جاتا ہے۔۔۔کبھی یہ بت عبداللہ بن سبا کی صورت میں اپنے پجاریوں سے اپنی جے بلند کرواتا ہے تو کبھی حسن بن صباح کی شکل میں تصوف کا ایک طلسم ہوشربا خود ساختہ جنت کا مالک بن بیٹھتا ہے، جہاں وہ بھنگ کے نشے کو اپنا ہتھیار بنا کر اپنے چیلوں کا خود ساختہ مقدس بت بن جاتا ہے۔۔۔۔یہ نشہ رنگ بدلتا ہے کبھی اکبر کے دین الٰہی کا روپ دھار کر اقتدار کے مندر میں اپنی پرستش شروع کراتا ہے تو کبھی لارنس آف عربیہ کی شکل اختیار کر کے ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتا ہے۔

تاریخ کے ان کھنڈرات کو جب بھی کریدو گے تو خاک کے ساتھ خون بھی موجود ہوگا۔

اے اہل علم دانش ! تم سے یہ بات پوشیدہ تو نہیں کہ علم کا تکبر کتنا بھیانک ہوتا ہے۔۔۔صرف ابلیس ہی راندہ درگاہ کی مثال نہیں بلکہ بلعم بن باعورا جیسا مستجاب الدعوات عالم بھی اپنے قدم سنبھال نہ سکا اور پھر قرآن نے اس کی مثال دی۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿۱۷۵﴾

اور اے محبوب انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہوگیا، اسے تو بلندی ملنی تھی اسے تو اعزاز عطا ہونے تھے لیکن کیوں نہ مل سکے؟

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ۚ ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۷۶﴾

اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے بلندی عطا فرماتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے یہ حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو تم نصیحت سناؤ کہ کہیں وہ دھیان کریں

آخر کیوں؟ چانکیہ کا پیروکار تصوف اور صوفیاء کی بات کر رہا ہے؟ جس کے دانتوں سے ابھی تک گجرات اور احمد آباد کے مظلوم مسلمانوں کا خون ٹپک رہا ہے وہ صوفیاء کی تعلیمات کا قائل کیوں ہوگیا؟

کیا کہو گے محمود غزنوی کو؟ شاید دنیا بھر کے نام نہاد محققین ومتجددین اس کو لٹیرا ہی کہہ دیں مگر کیا حکم لگائیں گے یہ مفتی ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر جن کے خرقہ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے محمود غزنوی کو فتح عطا فرمائی۔

بتاؤ تو سہی یہ کج کلاہ کے آگے جھکنا کس صوفی کی تعلیم ہے۔۔۔۔

اے قافلہ سالارو! یہ کس سمت لے جارہے ہو قافلے کو۔۔۔تم دولت و شہرت کی طلب میں سودا تو نہیں کررہے؟۔۔۔نہیں تم ایسا نہیں کرسکتے مجھے یقین ہے جن کی رگوں میں اہل محبت کا خون گردش کررہا ہو وہ سودے نہیں کرسکتے،

مگر یاد رکھنا! نئے راستے تراشو گے تو منزل سے بھٹک جاؤ گے معاملہ تمہارا ہوتا تب بھی کم غم کا سبب نا ہوتا بات تو پوری ملتِ اسلامیہ کی ہے اور بات تو رسول اللہ ﷺ کی امت کی ہے ۔۔۔بات تو اسلاف کے خون سے وفا کی ہے ۔۔۔۔بات تو سچائی اور حق کی ہے، یہ صوفیوں کا اجتماع اور نریندر مودی جیسا مسلمانوں کا قصاب سامنے ہو تو خرد پکار پکار کر کہتی ہے۔

اس نئے دیس کے اجنبی راستے
کتنے تاریک ،کتنے پر اسرار ہیں
آج تو جیسے وحشی قبیلے یہاں
اک نئے آدمی کے لہو کے لیے
جسم پر راکھ مل کر نکل آئے ہیں

احبابِ من! عورت مرد کا لباس زیب تن کرلے تو مرد نہیں بن جاتی بھیڑیئے صوفیت کی بات کریں تو دیکھ لینا تمہیں وہ اپنے مذموم مقاصد کا چارہ تو نہیں بنا رہے ہیں۔

اوریا مقبول جان لکھتے ہیں:

حیرت کی بات ہے کہ اسلام اور صوفیاء کی تعلیمات کے عالمی ماہرین وہ غیر مسلم بھی ہیں جن کی زندگیاں اسلام کے تصورات کو کانٹ چھانٹ کر مغرب کے سانچے میں فٹ کرنے میں گزریں۔ اس صوفی کانفرنس میں ایسے کئی تھے جنھوں نے اپنے ''خیالات عالیہ'' حاضرین کو ذہن نشین کرائے۔

ان عظیم صوفی اسکالروں میں کارل ارنسٹ Carl Ernest تھا جو نارتھ کیرولینا یونیورسٹی میں اسلامک اسٹڈیز کا پروفیسر ہے اور اپنی ایک کتاب کی وجہ سے مشہور ہے جس کا نام ہے thinking Islam in Contemporary-Re World یعنی موجودہ دور میں اسلام کے بارے میں ازسرنو سوچنا۔ مقررین میں ڈاکٹر والٹر اینڈرسن Walter Anderson تھا جو امریکا کے محکمہ خارجہ میں جنوبی ایشیا کا مشیر رہا ہے اور بھارت میں امریکی سفیر کا مشیر خاص بھی رہا ہے۔ یہ بھی اسلام کی اپنی ایک تعبیر کے حوالے سے مشہور ہے۔صوفی علم کا ایک اور ماہر ڈاکٹر ایلن گوڈلز Alan Godls تھا جو امریکا میں ایک خوبصورت مقرر کے طور پر جانا جاتا ہے اور جسے امریکا کا دفتر خارجہ دنیا بھر کے ممالک میں اسلام کی تعلیمات سمجھانے کے لیے خاص طور پر بھجواتا ہے۔ان سب کے ساتھ ساتھ پاکستان سے ڈاکٹر طاہر القادری تھے کہ مغرب کے محبوب مفکروں میں ان کا بھی شمار ہوتا ہے۔روزنامہ ایکسپریس بروز پیر ۱۸ اپریل ۲۰۱۶

بھارت ماتا کی جے کے نعرے لگے اور بلعم باعورا کا علم کیا خوب بولا بس اتنا ہی کہوں گا

کسی نے دولتِ فانی کو دیوتا جانا
ادب کو رزق کمانے کا مشغلا جانا
جگر کے خون کو رنگینی حنا جانا
بتانِ ہیکل اوہام کو خدا جانا
غمِ حیات کو بے مدعا بنا ڈالا
ہُنر کو کاسہ دستِ گدا بنا ڈالا

اے اہل صفا! تم نے جس راہ کو چنا ہے یہ کوئی معمولی راہ نہیں ہے ۔۔۔۔یہ وہی راہ ہے جہاں دل کو مارا جاتا ہے۔۔۔خواہش نفس کا گلا گھونٹا جاتا ہے۔۔۔۔گلے سے زمان ومکان کے طوق اتارے جاتے ہیں ۔۔۔اعلائے کلمۃ الحق کے نعرے لگائے جاتے ہیں ۔۔۔۔بلاؤں پر مسکرایا جاتا ہے۔۔۔تاج وتخت کو ٹھوکر لگائی جاتی ہے۔۔۔۔

یہ راہ کس کے لیے ہے؟

ردائے زر کا نہیں جو کفن کا شیدا ہو
ادھر وہ آئے جو دارورسن کا شیدا ہو

لادین طبقہ اور نادان دانشور یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام صرف صوفیاء کی تعلیمات سے پھیلا مشہور مستشرق آرنلڈ نے جب یہ لکھا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا تو اس کی کتاب پریچنگ آف اسلام کو بڑی شہرت ملی آرنلڈ نے اسلام کی ترویج و اشاعت میں صوفیاء کے کردار کو لکھا کیا آرنلڈ کا مقصد یہ ہی تھا؟ کیا واقعی صوفیاء کی تعلیمات کے علاوہ اور کوئی ذرائع اسلام کے نہیں تھے؟ کیا پرتھوی راج کو شکست دینے کے لیے خواجہ غریب نواز کی دعا شہاب الدین غوری کو کیا کہو گے؟ کیا یہ اسلام کے ہیروز محمد بن قاسم محمود غزنوی اور اورنگزیب عالمگیر کو دیوار سے لگانے کی سازش نہیں؟ پھر اس صوفی کانفرنس میں میں بھارت ماتا کی جے کے نعرے بلند

کیئے گئے اور دوسری جانب خودساختہ شیخ الاسلام نے اس کو جائز قرار دیا وہ خود ایک سوال ہے، اقبال نے اسی پر کیا خوب کہا ہے ؎

وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوتِ بازو
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خدا داد
اے مرد مجاہد تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل
جا بیٹھ کسی گھر میں اللہ کو کر یاد
مسکینی و محکومی و نومیدی جاوید
جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کر ایجاد
ملّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

اداریہ میں حقانیت کا نور ہے

حضرت مفتی ولی محمد رضوی صاحب
سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی، ناگور شریف

ادیب شہیر ڈاکٹر امجد رضا! السلام علیکم ورحمہ

آپ کی ادارت میں جاری شدہ دوماہی الرضا شمارہ مارچ اپریل موصول ہوا، ماشااللہ دیدہ زیب ٹائیٹل کے ساتھ مشمولات ومندرجات بھی عمدہ، تحقیقی اور علمی ہے۔ خاص طور پر مسلک اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت اور مرکز اہل سنت بریلی شریف کی خاص نمائندگی اس کا اصل مقصد ہے۔ آج کے دور پرفتن میں ایسے رسالہ کی سخت ضرورت تھی جس کے ذریعہ آوارہ فکروں اور آزاد خیالوں کا سد باب کیا جائے

میں دل کی گہرائیوں سے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں، بلاشبہہ آپ جماعت اہل سنت کی طرف سے قابل مبارک باد ہیں اللہ نے بے باک قلم عطا فرمایا ہے اور تحریر میں تحقیق کے ساتھ حقانیت کا نور بھی جلوہ گر ہے۔

الرضا کا اداریہ ضرب کلیم ہے

مفتی محمد اختر حسین قادری
صدر شعبہ افتادار العلوم علیمیہ جمدا شاہی
قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر یوپی

گرامی قدر ڈاکٹر امجد رضا صاحب زید کرمہ

سلام ورحمت

احقر بحمدہ تعالیٰ بخیر ہے، آپ بھی خیریت سے ہوں گے آپ فکر رضا کی ترویج واشاعت میں جس جذبہ اور لگن کا مظاہرہ کررہے ہیں، اور نئے نئے گوشوں کو اجاگر کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں اس پر بے شمار مبارک بادی قبول کریں۔

جماعت اہل سنت کے شیرازہ میں بکھراؤ پیدا کرنے کا کام اور اسلاف کے افکار ونظریات سے بغاوت کا جو سبق بعض ناعاقبت اندیشوں نے اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ پرھانا شروع کیا ہے اس سے پوری جماعت واقف ہے مگر ان بہرپیوں کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے آپ جیسے مردمیداں کی ضرورت تھی رب قدیر نے آپ کو لکھنے، پڑھنے، پرھانے اور موثر پیرایہ بیان میں اپنی بات رکھنے کی جو خوبیاں بخشی ہیں اس کے پیش نظر مجھے یقین ہے کہ نوخیز فتنوں سے پوری قوم جلد ہی نجات پالے گی اور وہ سارے فتنے اپنی موت مرجائیں گے۔ جن لوگوں نے شریعت کے حدود کو توڑا ہے اس کے لئے آپ کا اداریہ ضرب کلیم ہے، خدائے تعالیٰ آپ کا یہ جذبہ یہ اسلوب اور یہ تیور سلامت رکھے۔

صوفی کانفرنس کے نام پر دہلی میں ہوئے ڈرامہ کی اصل حقیقت اور تصوف وصوفی کی اصلیت کے ساتھ ہی اس مسئلہ کو دودو چار کرنے کا فریضہ انجام دیں کہ کیا ۱۴ رسوسالہ تاریخ میں کسی صوفی نے کسی کی تکفیر نہیں کی، یہ کام مولویوں نے کیا، میں سمجھتا ہوں کہ ان اہم گوشوں پر سیر حاصل بحث سے بہت سارے ذہنوں کی صفائی اور جھوٹوں کے دامن تزویر سے رہائی ملے گی۔ میری طرف سے بطور نذر گیارہ سوروپے حاضر ہیں قبول فرمائیں، حق کی ہر آواز میں فقیر آپ کے ساتھ ہے اور میں ہی کیا ہر صالح فکر اکابر واصاغر آپ کے ساتھ ہیں۔

منحرفین کا کامیاب احتساب

مولانا انیس عالم سیوانی: لکھنو

ادیب شہیر ڈاکٹر امجد رضا صاحب دام ظلہ
امید کہ مزاج بخیر ہوگا

الرضا کا دوسرا شمارہ نظر سے گزرا، دیکھ کر طبیعت خوش ہوگئی جس انداز میں آپ نے گروہ منحرفین کا احتساب کیا ہے وہ آپ

ہی کا حصہ ہے، مذہب ومسلک اور بالخصوص مرکز اہل سنت بریلی شریف پر تنقید کرنے والوں کو ہمیشہ سے یہ شکوہ رہا ہے کہ محتسبین کی جوابی اور دفاعی تحریروں میں تشدد ہوتا ہے، منحرفین کے سرخیل حضرات کے فرق مراتب کا خیال نہیں کیا جاتا ہے، ماشاءاللہ آپ نے الرضا کی تحریروں سے ان کے خیالات کے تاروپود بکھیر کر رکھ دئے ہیں، آپ کے اداریہ کی معقولیت اور انداز تحریر کی متانت بہتوں کو سوچنے پر مجبور کر رہی ہے، جس شرح وبسط اور احتیاط کے ساتھ جام نور کی آزادخیالیوں اور اس کی بے راہ رویوں کو اجاگر کیا ہے، اس سے ان کی قلعی کھل گئی ہے عام طور پر جماعت مصلحین پر یہ الزام عائد ہوتا رہا ہے کہ یہ حضرات فتویٰ کی زبان استعمال کرتے ہیں تحریر وتقریر میں سنجیدگی کا پہلو معدوم اور دعوتی انداز کا فقدان ہوتا ہے، الحمدللہ آپ نے ان کے ان الزامات کا الرضا کے ذریعہ نہایت احسن طریقہ سے جواب دیا ہے۔

الرضا واقعی الرضا ہے، نام اور کام میں کوئی فرق نہیں ہے ورنہ دیگر رسالوں کا معاملہ تو یہ ہے کہ نام جتنا اچھا ہے کام اتنا ہی برا ہے جس طرح اہل سنت اور مسلمان کے نام سے وہابیہ دیابنہ لوگوں کو فریب دیتے ہیں اسی طرح اہل سنت، سواد اعظم اور اعلیٰ حضرت کے نام سے ایسے ایسے کام کئے جا رہے ہیں جس کو کبھی ہمارے بزرگوں نے پسند نہیں فرمایا ہے۔

ادھر کئی سالوں سے کنزالایمان کے نام پر اکثر اکابر علماومشائخ کے افکار ونظریات کو مطعون کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور منحرفین کی مسلسل حوصلہ افزائی ہو رہی ہے غرض کہ نام تو اچھا ہے کام اچھا نہیں ہے۔لیکن الرضا کے مشمولات اس بات کے شاہد ہیں کہ یہ رسالہ بغرض کاروبار نہیں اور یہ نام کسی مصلحت کے تحت نہیں بلکہ عقیدت کا مظہر اور حقیقت کا عکاس ہے۔ اللہ تعالیٰ کاروان رضا کو سرخ روئی عطا فرمائے۔

الرضا جماعتی درد کا آئینہ

مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی، مدیر اعلیٰ پیغام رضا ممبئی

الرضا انٹرنیشنل کے دو شمارے زینت نگاہ ہیں، دونوں شمارے اپنے مشمولات کے اعتبار سے معیاری اور معلومات افزاں ہیں۔ الرضا انٹرنیشنل کا اجرا وقت کی اہم ضرورت ہے۔آج کل مذہبی فضا میں فکری آوارگی کا جو زہر گھول دیا گیا ہے اس سے ماحول کو پاک وصاف کرنے کے لئے الرضا کی اشاعت نہایت ضروری تھی تا کہ جماعت کا پاکیزہ تشخص محفوظ رہ سکے، ورنہ آوارہ قلموں نے جماعت اہلسنت کے معمولات ومعتقدات پر جو حملے کئے ہیں وہ سوہان روح ہے اگر آج ان پر قدغن نہیں لگایا گیا تو آگے چل کر مزید مصیبتیں کھڑی ہو سکتی ہیں لہذا حالات کے پیش نظر الرضا کا خیر مقدم کیا جانا چاہئے، بلاشبہ الرضا انٹرنیشنل پیغام رضا کا ہم آواز بن کر سامنے آیا ہے۔ الرضا نے مخالفین پر جو حملے کئے ہیں اس سے ان کے حوصلے پست ہو رہے ہیں اور وہ اپنا زخم آلود چہرہ چھپانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ بہت سارے نمایاں چہرے جو در پردہ مخالفین کی حمایت کر رہے تھے، انہیں خود پہ افسوس ہو رہا ہے، مخالفین کی حمایت کا جو داغ ان کے دامن پہ لگا ہے اسے اب وہ صاف کرنے کی فکر میں ہیں لیکن یہ داغ اتنی آسانی سے نہ دھل سکے گا، سید اولاد رسول قدسی نے ایسے ہی لوگوں کو نیک مشورہ دیا تھا کہ

میری مانو کرو جا کر بریلی توبۂ خالص
کھلا ہے اب بھی دربارِ رضا فتنوں سے باز آؤ

الرضا انٹرنیشنل نے ابتدا ہی میں اتنی شدید ضربیں لگائیں ہیں کہ مخالفین کے ہوش ٹھنڈے ہو گئے ہیں اور ان کا ذہنی وفکری توازن بگڑ گیا ہے، اس کا ثبوت اخبارات میں ان کے بیانات سے بخوبی ملتا ہے، اخباری بیانات کے حرف حرف سے ان کا جنون مترشح ہے۔

الرضا انٹرنیشنل کے ادارتی صفحات پہ درد ملت کو محسوس پیکر میں دیکھا جا سکتا ہے، فکر رضا مدیر محترم کی رگوں میں خون کی شکل میں موجود ہے، ان کے قلم اور زبان میں رب امجد نے جو قوت دی ہے ان کے معاصرین میں اس کی نظیر بمشکل ملے گی، ان کی زبان وقلم کو اپنے جذبہ دروں کے اظہار کا صحیح رخ مل گیا ہے، وہ اپنی پیش کش اور اپنی پیش رفت کی وجہ سے ان افراد واشخاص کی طرف سے بے پناہ مبارک باد کے مستحق ہیں جو مخالفین کی قلمی آوارگی سے پریشان تھے، اراکین ادارہ مدیر محترم کے جذبات واحساسات کا بھرپور خیال رکھیں تا کہ یہ قیمتی ہیرا ہاتھوں سے نکلنے نہ پائے، اداریہ رسالے کی روح ہوتا ہے، جو شمارے سامنے آئے ہیں ان کی مقبولیت سے اسے سمجھا جا سکتا ہے۔ جو لوگ مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت کا بے غبار جذبہ رکھتے ہیں وہ انتشار کے شکار ہیں انہیں ایک مشترکہ مضبوط پلیٹ فارم کی فی الوقت شدید ضرورت ہے تا کہ صالح فکر ونظر کو صحیح سمت مل

سکے، منتشر آوازیں جب باہم متحد ہوتی ہیں تو وہ نقارہ خدا کی شکل اختیار کر لیتی ہیں منتشر آوازوں کو یکجا کرنا بھی الرضا انٹرنیشنل کی ترجیحات میں شامل ہونا چاہئے، اہلسنت کے اب تک جو رسائل سامنے آئے ہیں وہ اپنے اپنے طور پر فکر رضا کو گھر گھر پہنچانے میں کافی حد تک کامیاب ہیں، تاہم الرضا انٹرنیشنل کو سب پر فوقیت حاصل ہے چونکہ کسی فکر کو سائنٹیفک انداز میں پیش کرنے کے لئے جس قوت وصلاحیت کی ضرورت ہے وہ اس کے پاس موجود ہے۔ الرضا انٹرنیشنل کے قارئین کا حلقہ ابھی بہر حال محدود ہے اسے وسعت دینے کی شدید ضرورت ہے، دنیا کے ہر گوشے میں اسے وقت پر پہنچنا چاہئے، اس لئے کہ تیز وتند ہواؤں سے جو چہرے مرجھا گئے ہیں انہیں مرہم تسکین کی ضرورت ہے، مخالفین کا تعاقب کرتے وقت ان کی حیثیت عرفی کا خیال بالکل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ مجرم بہر حال مجرم ہے چھوٹا ہو یا بڑا اگر حیثیت عرفی کا خیال رکھا گیا تو آواز کا وزن کم ہو جائے گا اور زخموں کی کاشت ہری کی ہری رہ جائے گی، الرضا انٹرنیشنل سے بہت ساری توقعات اور بہت ساری امیدیں ہیں رب کائنات اسے نظر بد سے محفوظ و مامون رکھے آمین۔

جام نور کی منفی صحافت کا مثبت تجزیہ

پروفیسر زبیر احمد ایوبی
ایس پی جین کالج، سہسرام

محترمی ایڈیٹر صاحب سلام مسنون!

دوماہی الرضا انٹرنیشنل کا دوسرا شمارہ زینت نگاہ بنا، پہلے شمارے کے ذریعہ علمی دنیا میں جو دھمک پیدا ہوئی دوسرا شمارہ اس کا شاہد و ترجمان بن کر سامنے آیا۔ اولین شمارے کا اداریہ بھی جام نور کی منفی تحریروں کا ایک تنقیدی جائزہ تھا، تازہ شمارہ میں بھی آپ نے جام نور کی قابل اعتراض تحریروں کا مثبت نقطہ نظر سے جو بے لاگ تبصرہ و تجزیہ پیش کیا ہے وہ آپ کی بالغ نظر و فکر کا ثبوت ہے۔ جماعت کے وہ افراد جن کی قوت و طاقت، علم و فکر، تدبر و تفکر اور بصارت و بصیرت سے اہل سنت و جماعت کے قصر عظیم کے لیے رنگ و روغن فراہم ہوتا تھا حیف! آج ان کا قلم اس خوبصورت تاج محل کا رنگ و روغن اتارنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ آپ نے انہیں حقائق کے اجالے میں زاویہ فکر میں جو بدلاؤ لانے کی دعوت دی ہے وہ خوب ہے

لیتے رہو کمال زمانے کا جائزہ
اپنا محاسبہ بھی مگر کرلیا کرو

ڈاکٹر طاہر القادری سے دریافت کیے گئے کچھ سوالات جو اب تک جواب کی راہ تک رہے ہیں ان کی باطل نواز پالیسی کا آئینہ ہے۔ ڈاکٹر طاہر نے اہل سنت و جماعت کے خلاف جو موقف و مسلک اختیار کر رکھا ہے اس سے اس امر کی تائید و توثیق ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے افکار و نظریات سے ایک نئے فرقے کی داغ بیل ڈالی ہے۔ العیاذ باللہ من ذالک۔ حضرت مولانا ملک الظفر سہسرامی صاحب سے آپ کا انٹرویو معلوماتی اور وقت کے تقاضوں کے مطابق ہے۔

پہلا اور دوسرا شمارہ اپنے مشمولات کے اعتبار سے خالص خواص کے ذوق کی تسکین کا سامان بن گیا ہے عوامی سطح پہ اسے قبول عام دلانے کے لیے عوامی ذوق کا لحاظ و پاس رکھا جائے۔ اظہار خیالات میں علامہ سید وجاہت رسول قادری اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری کی تحریریں وقیع ہیں جن سے یہ گوشہ بھی لائق استفادہ بن گیا ہے۔

جام نور کا تجزیہ آپ ہی کے قلم کا حصہ

مفتی رفیق عالم رضوی
استاذ جامعہ نوریہ بریلی شریف

بہار کی راجدھانی پٹنہ سے شائع ہونے والا رسالہ الرضا دستیاب ہوا، مضامین پسند آئے بالخصوص اداریہ تحریک ندوہ سے تحریک جام نور تک' اپنی مثال آپ ہے، جس انداز میں آپ نے جام نور کا تجزیہ کیا ہے وہ آپ ہی کے قلم کا حصہ ہے، عوام اہل سنت کو فتنہ صلح کلیت سے بچانے کے لئے آپ کا اداریہ کلیدی کردار ادا کرے گا۔ انٹرویو کا کالم علمی ہے، مولانا ملک الظفر صاحب کو حق کی وضاحت کی مبارک باد۔ بلاشبہہ رسالہ الرضا قوم و ملت کا پاسبان اور مسلک رضا کا سچا ترجمان ہے، مولا تعالیٰ رسالہ الرضا کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور اسے کامیابی کے سدرۃ المنتھیٰ تک پہنچائے، آمین ثم آمین

نقش ثانی بہتر از نقش اول

مولانا محمد اشفاق احمد مصباحی
صدر شعبہ حنفی جامعہ سعدیہ عربیہ کیرلا۔

ناشر مسلک اعلیٰ حضرت مفتی ڈاکٹر امجد رضا صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

''الرضا'' کا دوسرا شمارہ (مارچ، اپریل ۲۰۱۶ء) اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ باصرہ نواز ہوا۔ سب سے پہلے ''تحریک ندوہ سے تحریک جام نور تک'' جیسے کامیاب ترین اداریہ تحریر کرنے پر اس حقیر پر از تقصیر کی طرف سے ہدیہ تبرک قبول فرمائیں۔ سچ ہے! جب نقاش و معمار فن کے تمام تر لوازمات سے واقف ہوتا ہے تو پھر اس کی نقاشی و معماری صرف قابل دید ہی نہیں بلکہ قابل تقلید بھی ہو جاتی ہے، آپ کے انداز تحریر اور انتخاب موضوع سے صاف ظاہر ہے کہ آپ فن صحافت کے بحر عمیق سے گوہر آبدار نکال نکال کر بے مثال منقش و مرصع محل تیار کرنے کا ہنر خوب جانتے ہیں، یہ اداریہ ''نقش ثانی بہتر از نقش اول'' ہے۔ آپ نے اس اداریہ میں کھلے بندوں ''جام نور'' کو صلح کلیت کا چور دروازہ قرار دیکر دلائل و شواہد سے طابق النعل بالنعل کر دیا ہے، کیوں نہ ہو کہ ہندو پاک کے سرکردہ علمائے اہل سنت نے جس مسٹر طاہر القادری کو بہت ساری وجوہ کی بنیاد پر ضال و مضل قرار دیکر خارج از مذہب اہل سنت و جماعت بتایا ہے، ''جام نور'' آج اسی کو اپنے ماتھے کا جھومر بنا کر اپنی صلح کلیت کا اعلان کر رہا ہے، وائے ناکامی کہ احساس زیاں جاتا رہا۔

اب ''جام نور'' کے لیے دو ہی صورتیں رہ گئی ہیں: یا تو اپنی صلح کلیت کا برملا اعتراف کر لے یا پھر مسٹر طاہر القادری خلاف مقتدر علمائے اہل سنت کے اقوال و تحریرات کو بیک جنبش قلم باطل مردود قرار دیکر اپنی صفائی پیش کرے،

ع دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

''الرضا'' بر وقت اس فتنہ کے خلاف نوٹس لیکر اہل سنت کا کی رہنمائی کا حق ادا کر رہا ہے۔ اداریہ کے علاوہ اور دیگر عناوین بھی قابل مطالعہ ہیں خصوصا ادیب شہیر سہرامی صاحب کا انٹرویو بہت پسند آیا، یہ وہی پٹنہ ہے جہاں سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ کو مجددیت کا خطاب دیا گیا تھا، اور آج اسی سرزمین سے نکلنے والا منفرد رسالہ ''الرضا'' مسلک اعلیٰ حضرت کی حفاظت و صیانت کے لیے سینہ سپر نظر آ رہا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ بطفیل رسولہ الاعلیٰ آپ کو پوری ٹیم کے ساتھ اپنے حفظ و امان میں جگہ عنایت فرمائے، اور دین متین کی بیش بہا خدمات انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

Allah's Name (we(begin with, The Compassionate Most Merciful

Alhamdu Lillah I have had the opportunity of perusing the'Ar Raza' magazine which my Deeni and Ruhani brother Hazrat Maulana Sayed Arshad Iqbal Razvi Misbahi has been kindly sending to me.

I must say that it was the demand of the time that such magazine be published. The editorial and other articles are academic and of utmost importance, and the presentation and setting is very professional and eye-catching.

Ar Raza is already serving as a defence mechanism in this time of strife and conflict. We are passing through a very turbulent time, and the storms of Sulah-kulliyat and the agents of false unity are setting traps in the name of Sufism and many other'isms' to trap the unsuspecting Sunnis in their web of deceit. In such a time, as always, the guiding light is Maslak e Aala Hazrat' and one of the loud and clear voices of Maslak e Aala Hazrat is the'Ar Raza' Magazine. On a special note, I must commend Mufti Amjad Raza Amjad Saaheb for presenting such inspiring editoriaHJls. Allah bless him

and all those who are involved in this Noble work, and keep them and us firm always آمین. یا ربّ العالمین

Sag e Mufti e Azam
Muhammad Afthab Cassim Qaadiri Razvi Noori
Imam Mustafa Raza Research Centre,
Durban, South Africa

فکر رضا کا سچا ترجمان

قاضی فضل احمد مصباحی: بنارس

اسلامی جریدہ ''الرضا'' مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ترجمان ہے، فی الوقت شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے زیر اہتمام تیرہویں فقہی سیمینار میں شرکت کے لئے جام نگر دھرول گجرات میں

مقیم ہوں محب گرامی قدر ڈاکٹر امجد رضا صاحب کے توسط سے رسالہ ''الرضا'' دیکھنے کا موقع ملا، ماشاء اللہ، اس کے تمام مشمولات پسند آءے بہار کی راجدھانی پٹنہ کی سرزمین سے شائع ہونے والا یہ رسالہ یقینا فکر رضا کا سچا ترجمان ہے، کافی عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی، اہل سنت کے لءے ایک ایسا دینی و مذہبی رسالہ ہو جس کے ذریعہ لوگوں کے اعمال و افکار کی اصلاح ہو سکے اور اس دور پرفتن میں عقیدہ کا تصلب جو اصل مقصود ہے برقرار رہے اس کے لءے ڈاکٹر صاحب اور ان کے رفقاءے کار بجا طور پر ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں، مولا عزوجل اس رسالہ کو استحکام عطا فرمائے، آمین

صلح کلیت کا پردہ چاک کرنے والا رسالہ

مفتی عابد حسین رضوی قادری: جمشید پور
قاضی شریعت ادارہ شرعیہ جھارکھنڈ

نازش صحافت ڈاکٹر امجد رضا امجد!

آپ کی ادارت میں شائع ہونے والا رسالہ الرضا ملا، خوب نہیں بہت خوب ہے، کبھی مسلک حق کے خلاف ندوہ آیا تھا جس کی سرکوبی کے لئے تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی، سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری اور قاضی عبد الوحید فردوسی علیہم الرحمہ نے جیسی شخصیتیں سامنے آئیں اور ایضاح حق فرمایا۔ آج تقریبا سو سال کے بعد ندویت بنام صلح کلیت ابھر کر سامنے آئی ہے اس کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کے لئے رسالہ الرضا منظر عام پہ آیا ہے۔

اسلاف بے زازی کی زہریلی فضا میں الرضا کے وجود کو نعمت الٰہیہ سے تعبیر کرنا چاہئے، اللہ آپ کو سلامت رکھے کہ آپ نے ایسے نازک موڑ پر اپنے قلم کو سنبھالا، اور صحیح پیغام لوگوں تک پہنچایا۔

مطالعہ کے بعد دلی مسرت ہوئی سارے مشمولات معلوماتی اور حقائق سے لب ریز ہیں حضرت ابن اسحٰق کی روایت اور ثقہ کے حوالہ سے مولانا حنیف صاحب کا مقالہ بہت خوب ہے، جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ حضور تاج الشریعہ پر تسلسل کے ساتھ مضامین شائع کرنے کا سلسلہ بھی اچھا بلکہ ضروری ہے، مباحثہ کے کالم کا اضافہ اچھا رہے گا اس طرف توجہ ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ آمین

صلح کلیت کی تاریخ میں اہم دستاویز

مفتی انور نظامی: ہزاری باغ

محب ڈاکٹر امجد رضا صاحب قبلہ! السلام علیکم

آپ کی ادارت میں شائع ہونے والا رسالہ ''الرضا'' پٹنہ کا دوسر اشمارہ مارچ، اپریل ۲۰۱۶ نظر نواز ہوا، مشمولات کا سرسری مطالعہ کیا مضامین اچھے لگے، آپ ک اداریہ ''تحریک ندوہ سے تحریک جام نور تک'' صلح کلیت کی تاریخ میں ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے آپ کے برمحل جملے جام نور کی زبانی خود ان کی کہانی ان کو اپنے آئینہ میں چہرہ دیکھنے کے لئے کافی ہے۔ افسوس اس کا ہے کہ اکابر کے آغوش میں پروان چڑھنے والی جس علمی قوت کو مذہب و مسلک اور اسلاف کے لئے سینہ سپر ہونا تھ اوہی جماعت کی قوت کو توڑنے اور اکابر کی عظمتروں پر حملہ کرنے کے لئے استعمال ہورہی ہے مولا تعالیٰ حق و صداقت کی راہ پر گامزن فرمائے، آمین

افکار امام احمد رضا کا تحفظ مبارک ہو

ڈاکٹر ارشاد احمد مصباحی ساحل شہسرامی

قابل صد احترام ڈاکٹر مفتی امجد رضا صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

دوماہی الرضا ''پٹنہ موصول ہو ا، یاد آوری کا شکریہ، مصلحت پسندی اور مصلحت کوشی کے اس دور میں آپ کی صدائے حق بہت بروقت ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے جذبہ فاروقی کو سلامت رکھے، حوصلوں میں توانائی اور توفیق میں وسعت عطا فرمائے آمین

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے داخلی طور پر حسد رکھنے والا طبقہ اپنے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے نت نئے طور آزمارہا ہے، چند سالوں سے ان کی ریشہ دوانیاں عروج پر ہیں ایسے ماحول میں اسلامی اقدار کی حفاظت اور افکار امام احمد رضا کے تحفظ ودفاع کی کوشش آپ کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ ریض رضا سے مالا مال فرمائے آمین۔ میری طرف سے بطور نذر گیارہ سو روپے حاضر ہیں

اسے شرف قبول بخشیں، حق کی ہر آواز میں فقیر آپ کے ساتھ ہے اور میں ہی کیا ہر صالح فکر اکابر واصاغر آپ کے ساتھ ہیں۔

دور حاضر میں سنیت کا بے باک علمبردار

مولانا سید محمد سلیم احمد قادری رضوی
دھار نگر نمبر ا، جام نگر گجرات

ماہنامہ الرضا نظر نواز ہوا علامہ امجد رضا قادری کی ادارت میں شائع ہونے والے دو ماہی الرضا کے مضامین پڑھنے کے بعد بے حد مسرت ہوئی، رسالہ کی زبان نہایت دل کش، لب ولہجہ شائستہ اور علم وادب کا گلدان ہے اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ سنیت کا بے باک علم بردار، مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب اور دور حاضر میں اسلاف کے طریقوں سے الگ حالات ومصلحت کے نام پر انحراف کا تباہ کن راستہ ہموار کرنے والوں کا مؤثر تدارک کرنے والا اہم رسالہ ہے۔ سطر سطر سے کلک رضا کی ضو باریاں، پاکیزہ فکر واعتقاد کی دعوت اور چمنستان وفا کی طیب وطاہر نکہت سے مشام ایمان معطر کرنے والا رسالہ ہے۔ دل کی اتھاہ گہرائی سے ناچیز مدیر محترم کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہت اور خداوند قدوس کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہے کہ پروردگار موصوف کو ابدی وسرمدی کامیابیوں سے سرفراز فرمائے، حاسدین ومعاندین سے محفوظ رکھے اور امام عشق ومحبت سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے چراغ فکر کو یونہی روشن کرتے رہنے کا حوصلہ بخشے آمین بجاہ سید المرسلین

جام نور کے افکار ونظریات کا شاندار آپریشن

مولانا انوار احمد قادری امجدی
مرکز تربیت افتا امجدیہ ارشد العلوم اوجھا گنج بستی

ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد بڑی متنوع اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں، ایک باوقار عالم دین بہترین مصنف اور صاحب طرز قلم کار وادیب ہیں صوری اور معنوی خوبیوں سے مزین الرضا کا اجرا آپ کی ادارتی صلاحیتوں کا غماز اور وقت کی اہم پکار ہے۔ رسالہ میں علمی تحقیقی اور معلوماتی مضامین کے ساتھ جام نور کے افکار ونظریات کا شاندار آپریشن ہے، آپ کا ہر اداریہ اپنی مثال آپ ہے، اس رسالہ کے ذریعہ بہت سارے فتنوں کا دروازہ بند ہوگا نئی نسل اور مسلک بیزار حضرات کو مسلک رضا کا صحیح عرفان حاصل ہوگا ،آپ نے فکر رضا کی اشاعت کے لئے ایک نئے ڈگر کا انتخاب کیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی ان خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے، میری طرف سے آپ کے جملہ رفقائے ادارہ کو ہدیہ مبارکباد۔

الرضا آنے والی نسل کے لئے رھنما گائیڈ ہے

مولانا انعام الحق اشرفی:
آبروئے صحافت حضرت مفتی امجد رضا امجد صاحب

اعلیٰ امام احمد رضا کی فکر وتحقیق کا محافظ دو ماہی الرضا انٹر نیشنل پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، ماشا اللہ آپ کی نگرانی میں شائع ہونے والا یہ رسالہ بہت سنجیدہ اور علمی ہے طبیعت باغ باغ ہوگئی یقینا یہ رسالہ آنے والی نسل کے لئے رھنما اور گائیڈ لائن ہے تمام مشمولات پڑھنے کے لائق ہیں اداریہ نے تو بہتوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ میری دعا ہے مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں اسے روز افزوں ترقی عطا فرمائے آمین۔

اداریہ چشم کشا اور تقابل مبنی بر حقیقت ہے

ڈاکٹر علاء الدین عزیزی،
شعبۂ سیاسیات ایس پی جین کالج سہسرام

محترمی ایڈیٹر صاحب! سلام مسنون

دو ماہی الرضا کا تازہ شمارہ نظر نواز ہوا۔ ''تحریک ندوہ سے تحریک جام نور تک'' کے عنوان سے آپ کا اداریہ چشم کشا ہے۔ یقیناً یہ دیدہ عبرت سے پڑھنے کے لائق ہے۔ تاریخ کے حوالے سے دونوں تحریکوں کا جو تقابل آپ نے پیش فرمایا ہے وہ مبنی بر حقیقت ہے۔ دونوں تحریکیں اپنے آغاز وانجام کے اعتبار سے ایک دوسرے کا آئینہ معلوم ہوتی ہیں۔ آپ نے مولانا خوشتر نورانی کو ان کی تحریروں کے حوالے سے خوب آئینہ دکھایا ہے۔ ع آفریں بر ہمت مردانہ تو

پروفیسر طاہر القادری اب ایک کھلی کتاب کی طرح سامنے آچکے ہیں خود کو سنی کہنے اور لکھنے والے اس فرد کے عقائد ونظریات میں ایسی آزادی درآئی ہے کہ الامان والحفیظ، اللہ تعالیٰ آپ کو اسی

جرأت مومنانہ کے ساتھ قلمی جہاد چھیڑے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔حضرت مولانا ملک الظفر سہسرامی نے آپ کے ذریعے اٹھائے گئے سوالات کے جواب میں اپنی روایتی بے باکی کا مظاہرہ فرمایا ہے ۔ زبان میں اس قدر شگفتگی اور لب لہجہ اتنا شائستہ ہے کہ بس پڑھتے رہیے ۔اللہ کرے زور قلم اور زیادہ، دوسرے مشمولات بھی خوب سے خوب تر ہیں ۔اظہار خیالات کا باب طویل ہوگیا ہے ایک ناقص مشورہ ہے کہ اسے عوامی ذوق کا نمائندہ بنائے کی سمت توجہ دی جائے ۔

اداریہ فکری اور تاریخی پہلوؤں کو محیط

مولانا صابر رضا رہبر مصباحی

سب ایڈیٹر روزنامہ انقلاب پٹنہ

مکرمی مدیر اعلیٰ صاحب زید مجدہ! تسلیم بصد تکریم

دوماہی رسالہ الرضا مارچ اپریل کے مطالعہ سے شادکام ہوا، رضویات کے حوالہ سے عظیم آباد کی سرزمین سے الرضا کا اجرا عظیم الشان تاریخی پس منظر کی یاد دہانی ہے خدا کرے ہماری نئی نسل اس خوش گوار پس منظر کے خدوخال سے واقف ہوجائیں ۔

آپ کا اداریہ علمی اور فکری ہونے کے ساتھ تاریخ کے متعدد پہلوؤں پر محیط ہے جو آج کے اس قلمی اور فکری آزادی کے نام پر جاری بے راہ روی کے دور میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتا ہے ،خدا معلوم نئی پود کے قلم کار کس راہ پر گامزن ہیں مدارس سے نکلتے ہی جیسے عصری درسگاہوں میں قدم رکھ رہے ہیں انہیں اچانک یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ ہم مفکر ہیں اور ہر جہت سے علیحدہ رائے رکھنا ہمارا جمہوری حق ہے ،خطائے بزرگاں گرفتن خطاست (اگر وہ خطا ہو بھی) جیسا مقولہ محض بکواس اور پرفریب ہے، اس پر یہ طرہ کہ ''مستند ہے میرا فرمایا ہوا'' نئی نسل کی یہ سوچ انتہائی خطرناک ہے ،اور آج ان کی صحیح رہنمائی نہیں کی گئی تو کل اس کے بھیانک نتائج سامنے آئیں گے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ افراط وتفریط سے بالاتر ہوکر گفتگو کا آغاز کیا جائے ،محض ہدف ملامت اور تنقید کے پیرائے میں تنقیص سے کام نہیں چلنے والا ۔

ہمیں یاد پڑتا ہے جام نور کے کسی شمارے میں مولانا یٰسین اختر مصباحی نے نئی نسل میں قلمی بیداری پر اظہار مسرت کرتے ہوئے ایک انہونی خدشہ کا بھی ذکر کیا تھا اور کہا تھا خدا کرے کہ میرا خدشہ، خدشہ ہی رہے''، مگر افسوس ان کا خدشہ آج خدشہ نہیں رہا کل تک ان کے ہر بات پر آمنا وصدقنا کہنے والے انہیں پر برس پڑے ہیں انہیں پر برس پڑے، جو سوشل میڈیا پہ آجکل گردش میں ہے ۔یہ انتہائی افسوس ناک پہلو ہے جس پر سنجیدگی کے ساتھ غور وفکر کی ضرورت ہے ۔

ہر رسالہ کا ایک خاص مقصد ہوتا ہے لیکن اس کا ایک اجتماعی مقصد قارئین کی صحیح رہنمائی اور ان کی معلومات میں اضافہ کرنا ہے اس لئے یہ کوشش ہونی چاہئے کہ اس پر کسی فرد خاص رسالہ اور گروہ کا لیبل نہ لگے ،یہ چیز کسی بھی معیاری رسالہ کے مستقبل کے لئے مناسب نہیں ہے ۔

رسالہ میں کچھ مضامین ایسے ہیں جو اس قبل شائع ہو چکے ہیں جہاں تک ممکن ہو غیر مطبوعہ مواد ہی شامل اشاعت کریں ہاں مکتوبات کے کالم میں حضرت سید وجاہت رسول صاحب کی تحریر معلوماتی اور فکر انگیز ہے ۔کچھ خطوط ترش زدہ ہیں اگر ہم آسان اور بہتر لفظوں میں اپنی بات کہہ سکتے ہوں تو اس کے لئے تلخ وترش جملے کا استعمال دانش مندانہ نہیں ہے جلد ہی الرضا کے لئے کچھ لکھنے کی کوشش ہوگی، ادارتی ٹیم کو مبارک باد ۔

الرضا صحیح منزل تک پہنچنے کا ذریعہ

مفتی مظفر حسین رضوی اشفاقی: ناگور

ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب! السلام علیکم ورحمہ

رسالہ الرضا اس وقت میرے مطالعہ کے میز پر ہے جملہ مشمولات ومقالات عمدہ اور تحقیقی ہیں خاص کر آپ کا اداریہ تحریک ندوہ سے تحریک جام نور تک'' قابل مطالعہ ہے آپ نے جس انداز میں ماضی اور حال کو سامنے رکھ کر اپنا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے لفظ لفظ سے حق واضح ہوتا ہے آج حالات جس طرح ناگفتہ بہ ہیں ایسی تحریروں کی سخت ضرورت ہے تاکہ لوگ صحیح منزل تک پہنچ سکیں اور حق کے خلاف جو فضا قائم کی گئی ہے اس سے دوری بنائے رکھیں، اداریہ کے ساتھ انٹرویو بھی اسی رنگ وآہنگ کا ہے یعنی سونے پہ سہاگا ۔مولانا ظفر صاحب نے بڑی بے باکی سے سوالوں کا تجزیہ پیش کیا ہے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رسالہ کو اور اس کے جملہ شرکا کو نظر بد سے بچائے آمین

افق صحافت پہ نیر تاباں ہے الرضا

مفتی محمد احسن رضا باتھوی
سربراہ اعلیٰ مدرسہ رحیمیہ اقبالیہ، باتھ اصلی

مکرمی مدیر اعلیٰ دوماہی الرضا۔۔۔۔۔سلام ورحمت

دوماہی الرضا کا دوسرا شمارہ نظر نواز ہوا۔ پہلی نظر میں اداریہ پھر اسی نشست میں سارے مضامین پڑھ گیا عمدہ، لائق تحسین اور اخلاقیات کے دائرے میں ہیں۔

آج کے اس دور پرفتن میں آزادئ رائے کا نعرہ بلند کرنے والوں سے اکتساب فیض کرنے والے علمی وادبی دنیا کے مافیاؤں نے اپنے فکر وقلم کی آوارگی سے اسلام وسنیت کی پر امن دنیا کو ایسی شورش میں مبتلا کر رکھا ہے کہ الامان والحفیظ! عالم اسلام کے عظیم محسن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں ودیگر اکابرین امت کی ناقدری کر کے احسان فراموشی کا کھلا برتاؤ کیا ہے اور ان کے وقار کو مجروح کرنے کی مسلسل سعی کی جارہی ہے۔

ایسے حالات میں صوبہ بہار کی راجدھانی پٹنہ سے اسلاف شناسی اور بزرگوں کی قدردانی کرنے والوں کی جانب سے ایک ترجمان کا ہونا بہت ضروری تھا۔ جسے آپ کے الرضا نے پورا کردیا۔ مجھے یقین ہے کہ بہار کی راجدھانی کے افق علم وادب پر طلوع ہونے والا آپ کا دوماہی رسالہ سارے عالم اسلام پر نیر تاباں بن کر چمکے گا۔

رسالہ کا نام منتخب کرنے میں آپ نے یقیناً انصاف سے کام لیا ہے اور اسے عالم اسلام کے ایک عظیم محسن کے نام کی طرف منسوب کیا ہے۔ جس نے خود حال اور مستقبل کے حالات کو دیکھتے ہوئے اپنا مقدمہ سارے جہاں کے فریادرس محمد عربی ارواحنا فداہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک صدی قبل ہی پیش کردیا تھا۔ ؎

اِک طرف اعداء دیں اِک طرف ہیں حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروروں درود

میری دعا ہے کہ آپ کا یہ رسالہ اپنی غرض وغایت کے ساتھ کم از کم اس وقت تک نکلتا رہے جب تک کہ سارے راہ بھولوں کو اپنے اسلاف کے نقوش پر چلنا نہ آجائے۔ اللہ ہمیں اور ہماری قوم کو صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وابستگان رضا اس تحریک کو آگے بڑھائیں

مولانا محبوب گوہر اسلام پور

مکرمی! سلام مسنون!

مذہبی رسائل وجرائد کی دنیا میں اپنی نوعیت کا منفرد اور اہم رسالہ انٹرنیشنل دوماہی "الرضا" پٹنہ زیب نگاہ بنا مشمولات پڑھ کر قلبی مسرت حاصل ہوئی اور رسالہ کے لئے دل سے دعا نکلی (اللھم زد فزد)

رسالہ کی اشاعت کا مقصد اولین مسلک اعلیحضرت کی تبلیغ اشاعت کے ساتھ ساتھ مخالفین مسلک اعلیحضرت کا علمی محاسبہ اور قلمی تعاقب ہے رسالہ کے مدیر مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب ایک کہنہ مشق صاحب قلم، وسیع الفکر اور کثیر المطالعہ عالم دین اور دانشور ہونے کے ساتھ ساتھ محقق رضویات بھی ہیں اس لئے اشاعت مسلک اعلیحضرت کے لئے جن صلاحیتوں کی ضرورت ہے وہ مدیر موصوف میں بخوبی موجود ہے مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد ایک عرصہ سے افکار رضا کی اشاعت وترویج کے لئے شمالی بہار کی مرکزی جگہ پٹنہ سے اپنی مخلصانہ خدمات قوم کے سامنے پیش کررہے ہیں "رضا بک ریویو" کے ذریعہ بھی فکر رضا کی اشاعت کے لئے منفرد انداز میں کام کررہے ہیں۔ اب خصوصیت کے ساتھ مخالفین مسلک اعلیحضرت کے تعاقب کے لئے زیر نظر رسالہ جاری کیا ہے جس کے کئی شمارے منظر عام پر آکر قارئین سے خراج تحسین حاصل کرچکے ہیں۔ میں ذاتی طور پر موصوف کو اس اہم رسالہ کے بروقت اجرا پر دل کی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ضرورت ہے کہ وابستگان مسلک اعلیٰ حضرت اس علمی وعملی کام قدم میں بڑھ چڑھ کر ان کا تعاون کریں اور اپنے علاقہ وحلقہ اثر میں اس رسالہ کو پہونچا کر اسے عام کرنے کی سعی بلیغ کریں۔ کیونکہ کسی بھی مذہبی رسالے کو جاری رکھنا قوم کے باشعور افراد کی اہم ذمہ داری ہے۔ اگر اجتماعی طور پر اس کی اشاعت وترقی کے لئے مخلصانہ پیش قدمی کی جائے تو یقینی طور پر اچھے نتائج برآمد ہوسکتے ہیں اور رسالہ تادیر جاری رہ سکتا ہے اور ساتھ ہی مسلک اعلیٰ حضرت کا نمایاں کام اس کے ذریعے ہوسکتا ہے۔ رسالہ کے اصحاب قلم کو دیکھ کر بیحد اطمینان ہوا کہ جو شرکائے قلم اس رسالہ کی زینت ہیں ان کے اندر افکار اعلیحضرت سے محبت اور اشاعت مسلک اعلیحضرت کا جذبہ خوب خوب پروان چڑھا ہوا ہے۔ ان حضرات کی رفاقت میں مولانا ڈاکٹر امجد رضا امجد کا

یہ مشن ان شاءاللہ پایہ تکمیل کوضرور پہونچے گا اور رضا وخانوادہ رضا سے حسد رکھنے والوں کا چہرہ بھی بے نقاب ہوگا۔خوشی کی بات یہ ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی حضور تاج الشریعہ جانشین حضور مفتیٔ اعظم حضرت علامہ الشاہ مفتی اختر رضا خان ازہری میاں مدظلہ العالی فرمارہے ہیں۔حضور تاج الشریعہ کا نام ہی اس رسالہ کی کامیابی کی ضمانت ہے۔اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ یہ رسالہ یونہی کامیابی کے ساتھ جاری رہے اور نظر بد سے محفوظ رہے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مولا تعالیٰ خوشتر نورانی کو رجوع کی توفیق دے

مولانا کاشف اقبال مدنی: پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق مذہب اہلِ سنّت وجماعت ہے اس کے سوا جتنے فرقے ہیں وہ سب ناری ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک پوری اُمّتِ مسلمہ اسی مذہبِ حق اہلِ سنت وجماعت پر کار بند رہی ہے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز سمیت تمام اکابر اہلِ سنت نے اسی مذہب اہلِ سنت کی ترجمانی کی ہے فکرِ رضا کو نئی نئی فکر نہیں ہے اس فکر کو نئی فکر بتانا جہالت وخباثت پر دال ہے۔

یہ بڑا پُرفتن دور ہے دیوبندی وہابی شیعہ قادیانی اور دیگر عقائدِ باطلہ کے حامل لوگ اپنے باطل نظریات کی ترویج واشاعت میں مصروف ہیں عوام اہلِ سنت کو گمراہ کرنے کی ناپاک کوششیں جاری وساری ہیں۔علماءِ اہلِ سنت نے بھی ان باطل فرقوں کا خوب تعاقب کیا ہے علماءِ اہلِ سُنت کی کوششوں سے جب دیوبندیت وہابیت کی کھلی گمراہی سے عامۃ الناس ان باطل فرقوں کے حاملین سے اجتناب کرنے لگے تو ان بے دین لوگوں نے ایک نئے طریقے سے لوگوں کے ایمان ہتھیانے کی کوشش شروع کر رکھی ہے اور وہ سازش وخباثت یہ ہے کہ حق وباطل کا امتیاز نہ کیا جائے۔ باادب اور بے ادب کا فرق نہ کیا جائے سبھی کلمہ گو مسلمان ہیں، یہ تمام اختلافات فروعی ہیں سب کو متحد ہونا چاہئے ، یہود وہنود مسلمانوں کے سر کچلنے کے در پے ہیں اس لیے ان اختلافات کو بالائے طاق رکھ دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔اس فتنہ کو ہم صُلح کُلیت کا نام دیتے ہیں۔ ہماری موجودہ صورتِ حال کے مطابق سب سے بڑا فتنہ صُلح کُلیت کا ہے۔

دیوبندیہ وہابیہ شیعہ کے کفریاتِ ملعونہ شائع شدہ ہیں بالخصوص علماء ومشائخ کی اکثریت ان کفریاتِ ملعونہ سے واقف ہے قارئین کرام! جس شخص کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت اور غیرتِ ایمانی موجود ہے کیا وہ ایسے لوگوں کے ساتھ اس طرح صُلح کُلی رَوِش اختیار کرسکتا ہے جس طرح صُلح کُلیت کے علمبر داروں نے کی ہے۔

اس پُرفتن دور میں نت نئے فتنے جنم لے رہے ہیں یہاں تک کہ بڑے بڑے جبہ ودستار والے نام نہاد علماء ومشائخ اسی صُلح کُلیت کی رَو میں بہہ پڑے۔ یہاں ٹیڈی محققین پیدا ہو رہے ہیں جو اکابر کی تغلیط کر رہے ہیں اہلِ سنت وجماعت پر چاروں طرف سے حملوں کی بھرمار ہے تحقیق کے نام پر تجہیل پیش کر رہے ہیں۔سُنیت کو اپنی خود آرائی کے سانچہ میں ڈالنا چاہتے ہیں سُنیت اس دور میں کتنی مظلوم ہے کہ ہر بد مذہب بے دین باطل ٹولہ اپنے آپ کو سُنی کہلوا کر حقیقی سُنیت کو ختم کرنے کے چکر میں ہے۔

وہابی دیوبندی سنیت کے لبادہ میں سنیت پر خنجر چلا رہے ہیں حقیقی سنیت مسلکِ اعلیٰ حضرت کا ہی نام ہے مگر وہی المیہ کہ کئی نام نہاد علماء مشائخ اعلیٰ حضرت کا نام لے کر کھاتے ہیں مگر مسلکِ اعلیٰ حضرت کی کھلی مخالفت کرتے ہیں رضوی کہلوا کر نمک حرامی کر رہے ہیں جس رائے کا نام چاہتے ہیں مسلکِ اعلیٰ حضرت رکھ دیتے ہیں علما ومشائخ کی ذمہ داری کہ عامۃ الناس کو ان فتنوں سے خبردار کریں اس وقت اہلِ سنت کی بقا اس میں ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا قدس سرہ النورانی سمیت اکابرِ اہلِ سُنت کے مسلک کو مضبوطی سے پکڑ لیا جائے۔فتنہ صلح کلیت کے تناظر میں بالخصوص نام نہاد شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری کا فتنہ، ان فتنوں سے اہلِ سنت وجماعت کو ایسا شدید نقصان پہنچا کہ وہ بیان سے بھی باہر ہے۔

خیر علمائے اہلِ سُنت نے اس فتنہ کے رد میں بڑا کام کیا۔مولانا محمد فاروق رضوی زیدَ مجدہ کی خدمات اس سلسلہ میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔اکابرِ اہلِ سنت نے ڈاکٹر طاہر مذکور کے رد میں کافی تفصیلی کام کیا ہے، اب وہ دیوبندی، وہابی شیعہ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہود ونصاریٰ کی عدمِ تکفیر کا قائل ہو چکا ہے تو کیا یہ دینِ اسلام اور مذہبِ اہلِ سُنت سے بغاوت نہیں ہے؟ ڈاکٹر مذکور کی اس قدر سرکشی

کے باوجود نام نہاد ملا اور بقلم خود دین کے ٹھیکیدار اس کا گن گا رہے ہیں۔

راقم الحروف نے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کے پوتے خوشتر نورانی کے رسالہ جام نور میں مندرجہ نظریات پڑھے تو بڑی پریشانی ہوئی کہ یہ تو وہی شخص ہے کہ جس سے راقم الحروف کی پاکستان میں آمد کے موقع پر جامعہ نعمانیہ رضویہ لاہور میں عزیز القدر محمد ہارون رضا قادری برکاتی آف لاہور کے ساتھ ملاقات ہوئی مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی ان میں بنیادی طور پر فتنۂ صُلح کُلیت کے حوالہ سے بھی کافی تفصیلی بات چیت ہوئی

عزیز القدر مولانا محمد ہارون رضا قادری نے کرم شاہ بھیروی اور ڈاکٹر طاہر القادری کے متعلق بھی خوشتر نورانی صاحب کو تفصیلی معلومات فراہم کیں تو اس وقت تو جناب بڑی شد و مد سے ہاں میں ہاں مِلا رہے تھے اور ان فتنوں سے عامۃ الناس کو خبر دار کرنے کے حوالہ سے بھی بات چیت ہوئی بلکہ خوشتر صاحب سے محمد ہارون رضا نے کرم شاہ بھیروی کی کتب کے اشتہار جامِ نور میں شائع ہونے کے متعلق بات کی تو جناب نے کہا کہ ''ہمیں تو ان کے عقائد معلوم نہ تھے ان شاءاللہ آئندہ ہم اس کی کتابوں کا اشتہار شائع نہ کریں گے'' بلکہ اس کے عرصہ بعد جامِ نور میں پچاس شخصیات کے حوالہ سے بات لکھی گئی جس میں کرم شاہ بھیروی کا بھی نام مذکور تھا خود راقم الحروف نے خوشتر کے علاہو مولانا یاسین اختر مصباحی صاحب سے ٹیلیفون پر بات کی تو وہ بھی صورتِ حال سُن حیران و پریشان ہوئے اور کہا کہ ''گر ایسا ہے تو ہم اس کرم شاہ کو ان پچاس شخصیات میں شامل نہ کریں گے'' یہ تو تھی راقم کی آپ بیتی، مگر جب ہم نے خوشتر نورانی کے موجودہ نظریات دیکھے تو زبان پر یہی جملہ آیا:

انقلابات ہیں زمانے کے

خوشتر صاحب تو رہے اپنی جگہ ان کے حواری جو درسیات میں دوسرے تیسرے سال سے مفرور ہوکر اپنے آپ کو بڑے مفکر و مدبر کہلوانے لگے ہیں راقم الحروف کو تو حدیثِ پاک یاد آرہی ہے فرمایا: ''جب تمہارے امور کی سپردگی نااہل لوگوں کے ہاتھوں ہو تو قیامت کا انتظار کرو" او کما قال علیہ الصلاۃ والسلام

ضرورت اس امر کی تھی کہ خوشتر مذکور کے نظریاتِ خود ساختہ کا دلائل سے پوسٹ مارٹم کیا جائے. تا کہ عامۃ الناس اس فتنۂ صُلح کُلیت کی لعنت سے محفوظ ہو سکیں تو ہمارے عزیز القدر برادرم میثم عباس رضوی زِیدَ مَجدُہ نے راقم الحروف کو بتایا کہ جناب مخدوم و محترم ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد صاحب نے یہ بیڑا اُٹھایا ہے اور پٹنہ انڈیا سے ہی رسالہ ''انٹرنیشنل الرضا'' کا اجراء کیا ہے اس کے دو شمارے بھی راقم نے دیکھنے کا شرف حاصل کیا ہے اس دورِ حاضر میں یہ صُلح کُلیت کے طوفانِ بدتمیزی کے آگے بند باندھنے کی سعی محمود ہے۔ ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب نے الرضا کی اشاعت سے دورِ حاضر کی بالخصوص فتنۂ صُلح کُلیت کے تعاقب کے لیے اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اس سعی محمود کو قبول فرمائے اور ہر خاص و عام کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیقِ انیق عطا فرمائے اور ہم سب کو اس فتنۂ صُلح کُلیت کے شر سے محفوظ و مامون فرمائے اور مذہبِ حق اہلِ سنت و جماعت پر زندگی اور اسی پر موت دے بلکہ مولیٰ تعالیٰ خوشتر صاحب کو بھی اس بے راہ روی سے رجوع کرنے کی توفیق دے آمین ثم آمین.

والسلام مع الاکرام کتبہ ابوحذیفہ محمد کاشف اقبال مدنی رضوی خادم دارالافتاء جامعہ غوثیہ رضویہ مظہرِ اسلام سمندری ضلع فیصل آباد 29 جمادی الاولیٰ 1437ھ/ 8 مارچ 2016ء بروز منگل

رئیس القلم پھوٹ کر رونے لگے

مولانا سلیم اختر بلالی
پرنسپل مدرسہ اسلامیہ امانیہ لوام، دربھنگہ

مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان دوماہی الرضا انٹرنیشنل (مارچ اپریل ۲۰۱۶) باصرہ نواز ہوا مشمولات اچھے لگے، جنوری فروری کا اداریہ ''جماعتی انتشار کا ذمہ دادر کون؟ ساؤتھ افریقہ سے عزیز گرامی مولانا ارشد اقبال صاحب کے ذریعہ واٹس ایپ کے ذریعہ پڑھا متاثر ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی ٹیم کو سلامت رکھے، ڈاکٹر صاحب خوشتر نورانی کے ذریعہ گھر واپسی کی دعوت عجیب سی لگی میرے محترم دوست حافظ احادیث کثیرہ مولانا ابولحقانی صاحب قبلہ نے مجھ سے اس کا بار بار ذکر کیا کہ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی طبیعت علیل تھے، عیادت کے لئے میں گیا میرے ساتھ غلام ربانی صاحب بھی تھے، حضرت نے بڑا پرتکلف ناشتہ کرایا قیمہ اور مغز تو میں آج تک نہیں بھول سکا پھر

حضرت بے تحاشا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور کہنے لگے، ابولحقانی میرا پوتا خوشتر اعلیٰ حضرت کا باغی ہوگیا ہے میں نے اسے بہت سمجھایا مگر وہ نہیں مانا، میں اسے اپنے جملہ حقوق سے عاق کرتا ہوں ایک نشست میں مجھے علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب نے علامہ کے ذریعہ خوشتر کو عاق کرنے کا واقعہ دہرایا ہے، دونوں حضرات بقید حیات ہیں رابطہ کر کے تصدیق کی جاسکتی ہے، البتہ الرضا نے بھرپور آپریشن کر کے مسلک اعلیٰ حضرت کے وفاداروں کا دل جیت لیا ہے۔ جام نور کے مطالعہ کے بعد دل غمزدہ رہا کرتا تھا کاش اپنی جماعت کا کوئی فرد اٹھتا اور سنجیدہ جواب دیتا الحمدللہ آپ نے جو رضا کے نیزے کی نوک سے جام نور کی بے ہودہ تحریر کے پرخچے اڑائے ہیں پوری جماعت کی طرف سے مبارک باد،

اللہ تعالیٰ الرضا کی ٹیم وکو سلامت رکھے اور نظر بد سے بچائے، دین حق کی حمایت کرتے رہنے کا حوصلہ برقرار رکھے، جو حضرات مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کرتے ہیں ان سے میری ایک گزارش ہے آپ حضرات اپنی تحریر کی توانائی اور تقریری صلاحیتوں کو ان راہوں پر لگائیں جن پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے لگایا ہے، فرقہ ہائے باطلہ کے رد میں ان طاقتوں کو صرف کیجئے اسی میں دونوں جہاں کی بھائی مضمر ہے، مگر افسوس

نئی نسلیں سلگنا چاہتی ہیں بزرگوں سے الجھنا چاہتی ہیں
پرانی بندشوں کو توڑ کر وہ نہ جانے کیوں نکلنا چاہتی ہیں

انٹرویو علمی اور جرأت مندانہ ہے

نشاط اختر نظامی:
متولی شاہجہانی عیدگاہ سہسرام

مکرمی ایڈیٹر صاحب! سلام مسنون

الرضا انٹرنیشنل کا دوسرا شمارہ نظر نواز ہوا۔ ماشاء اللہ، آپ نے جرأت وبے باکی کے ساتھ جو علمی جہاد چھیڑا ہے اس کی جس قدر تعریف وستائش کی جائے وہ کم ہے۔ جام نور اور اس کی ٹیم کے روشن خیال افراد نے اسلاف شناسی کے نام پہ اسلام بیزاری کی جو مکروہ وناپسندیدہ تحریک کا آغاز کیا ہے توقع ہے کہ وہ اب جلد زمیں بوس ہوجائے گی۔ میں کبھی جام نور کے مداحوں میں تھا لیکن جب آزادی فکر وخیال کا غلبہ دیکھا تو پھر طبیعت بے زار ہوگئی۔ اداریے میں آپ نے مولانا خوشتر نورانی کی تحریروں کا جو علمی وفکری محاسبہ کیا ہے۔ وہ آپ کے منصب کا تقاضا بھی ہے حضرت مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی سے آپ کا مصاحبہ بھی پسند آیا۔ بہت دنوں کے بعد مولانا کی تحریر کے مطالعے سے ذوق کو تسکین حاصل ہوئی جس جرأت وبے باکی کے ساتھ انہوں نے آپ کے سوالات کے جواب تحریر فرمائے ہیں وہ موصوف کی وبالغ نظری کا روشن اشاریہ ہے۔

اداریہ اور انٹرویو رسالہ کی جان ہے

مولانا مشتاق احمد رضوی
استاذ مدرسہ جمیلیہ رضویہ کلیر، ارول بہار

دو ماہی الرضا عزیزم حافظ حماد رضا سلمہ کے توسط مطالعہ میں آیا، دیر تک محو حیرت رہا کہ بہار سے بھی ایسا رسالہ نکل سکتا ہے جو مضامین، طباعت اور خوبصورتی کے اعتبار سے معیاری رسائل کے مقابلہ میں رکھا جاسکے، پھر مطالعہ شروع کیا اور پڑھتا ہی چلا گیا، انٹرویو کا کالم میرے لئے دلچسپی کا کالم رہا ہے مگر اداریہ کے عنوان ''تحریک ندوہ سے تحریک جام نور تک'' نے دامن دل اپنی طرف کھینچ لیا۔ ماشااللہ عنوان میں جو دعویٰ تھا اسے بڑی ایمان داری سے قارئین کے ذہن میں اتار دیا گیا ہے، اسی اداریہ سے معلوم ہوا کہ جام نور نے اپنے رسالہ کے ذریعہ جماعت کو توڑنے میں کتنا گھنونا کارنامہ انجام دیا ہے۔ بات سخت ہونے کے باوجود زبان کی نرمی اسے قابل مطالعہ بنادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بھرپور صلہ عطا فرمائے۔ آمین

مولانا ملک الظفر صاحب کے انٹرویو میں بڑی بے باکی ہے اس سے قبل ان کے قلم سے ایسے جملے میں نے نہیں پڑھے مگر بات اگر مسلکی تصلب کی ہو تو یقینا انسان کو جذباتی ہو ہی جانا چاہئے ان کا جملہ ''مسلکی تشدد میرے ڈی این کا حصہ ہے'' اسی رنگ میں دیکھنے کا ہے، اس پیا کہ انٹرویو پر انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت سرکار کے فتاویٰ رضویہ سے ''تجارت کے رہنما اصول'' کتاب مرتب کر رہا ہوں اس حوالہ سے ایک مضمون بھی تیار ہوگیا ہے حاضر کرتا ہوں، الرضا ٹیم کے تمام افراد مبارک باد کے مستحق ہیں میں ان تمام کتے کے لئے دعائیں کرتا ہوں۔ آمین

□□□

مولانا محمد حنیف خان رضوی

محمد بن اسحاق بن یسار جلیل القدر تابعی

ثقہ وصدوق ہیں اوران کی روایات احکام وسنن میں بھی صحیح اور حسن ہیں

عرس رضوی میں رسالہ الرضا کے پہلے شمارہ کے لانے کا کچھ ایسا جنون رہا کہ مشمولات پہ ذمہ داروں کی ناقدانہ توجہ کامل طور پر نہیں ہوپائی، نتیجہ کے طور پر ایک ایسا مضمون شامل اشاعت ہوگیا جس کا کوئی جواز الرضا میں کیا کسی سنی رسالہ میں نہیں بنتا۔ وہ مضمون "محمد بن اسحٰق بن یسار" کے ضعیف ترین راوی ہونے کے حوالہ سے تھا، اشاعت کے بعد جماعت کے بڑوں نے مخلصانہ مواخذہ کیا اور تنبیہ کی، جس پر ہم نے سر تسلیم خم کر دیا، انہیں تنبیہ کرنے والوں میں حضرت محدث کبیر اور حضرت مولانا محمد حنیف خان رضوی (بانی امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر بریلی شریف) بھی تھے، اس تنبیہ پہ شکریہ ادا کرتے ہوئے مولانا حنیف صاحب قبلہ سے اس عنوان پر ایک چشم کشا مقالہ لکھ دینے کی گزارش کی گئی جسے آپ نے قبول فرمالیا۔ ذیل میں قارئین وہ مقالہ ملاحظہ فرمائیں جس سے یقیناً شرح صدر ہوجائے گا کہ حضرت "محمد بن اسحٰق بن یسار" معتمد ترین راوی ہیں۔ ادارہ الرضا پہلے شمارہ کے اس مضمون کو کالعدم قرار دیتے ہوئے اس شمارہ میں شامل اس مقالہ کو اپنا موقف سمجھتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے یہ اعلان کرتا ہے کسی بھی مسئلہ میں ادارہ کا اپنا موقف وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کا ہے اگر اس کے خلاف کبھی عدم توجہی یا بے خیالی میں کوئی تحریر شائع ہو بھی جائے تو اسے کالعدم سمجھا جائے۔ ادارہ

گذشتہ سے پیوستہ۔۔۔۔

توثیق (۲۵۔۲۷)

اور ابن یونس نے کہا: "روی عنہ الأکابر من أہل مصر" اکابر اہل مصر نے ابن ابی حبیب سے حدیثیں روایت کیں، تو امام لیث بن سعد، محمد بن اسحاق کو ان سب اکابر پر ترجیح دیتے ہیں۔

کہیے بکھروی صاحب! کیا ابن اسحاق کسی ایک فن تک محدود تھے یا ہر فن کے امام بلکہ امام الائمہ تھے۔ امام شافعی وامام سفیان ثوری امام اجل زہری سے روایت فرماتے ہیں: "لا یزال بالمدینۃ علم مادام بہا" یہ روایت خلاصۂ تذہیب میں ان الفاظ سے ہے: "لا یزال بالمدینۃ علم جم ماکان فیہا ابن اسحٰق" (۳) [تہذیب التہذیب: محمد بن اسحاق بن یسار، ۱۱/۲۱۹]

یعنی مدینہ طیبہ میں ہمیشہ علم باقی رہے گا جب تک محمد بن اسحاق اس میں ہیں۔ مدینہ طیبہ میں علم کثیر رہے گا جب تک ابن اسحاق اس میں ہیں۔ توثیق (۲۸۔۵۱)

"قال المفضل الغلابي سألت ابن معين عنه فقال: كان ثقة وكان حسن الحديث" "قال علي بن المديني: مدار حديث رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم على ستة فذكرہم ثم قال: فصار علم الستة عن اثني عشر فذكر ابن إسحاق فيہم" "قال ابن أبي خيثمة عن ابن معين قال: قال عاصم بن عمر بن قتادة: لا يزال في الناس علم ما بقي ابن اسحاق" "وقال ابن أبي خيثمة عن ہارون بن معروف سمعت أبا معاوية يقول: كان ابن إسحٰق من أحفظ الناس، فكان إذا كان عند الرجل خمسة أحاديث أو أكثر استودعہا ابن إسحٰق" "وقال صالح بن أحمد عن علي بن المديني عن ابن عيينة قال: جالست ابن إسحاق منذ بضع وسبعين سنة، وما يتہمه أحد من أہل المدينة ولا يقول فيه شيئاً" "قال الاثرم عن أحمد: ہو حسن الحديث" قال البخاري: رأيت علي بن عبد اللہ يحتج بحديث ابن إسحاق" "وقال علي: ما رأيت أحداً يتہم ابن إسحٰق" "والذی يذكر عن مالك في ابن إسحٰق: لا يكاد يتبين" "وكان إسمعيل بن أبي أويس من أتبع من رأينا لمالك أخرج إلى كتب ابن إسحٰق في المغازي وغيرہا فانتخبت منہا كثيراً" "وقال لي إبراہيم بن حمزة: كان عند إبراہيم بن سعد عن ابن إسحاق نحواً من سبعة عشر ألف حديث في الأحكام سوى المغازي، وإبراہيم بن سعد من أكثر أہل المدينة حديثاً" "وقال عبيد بن يعيش: ثنا يونس بن بكير، سمعت شعبة يقول: ابن إسحاق أمير المؤمنين لحفظه" "وقال لی علی بن عبد اللہ: نظرت في كتب ابن إسحٰق فما وجدت عليه إلا في حديثين، ويمكن أن يكونا صحيحين" "قال أبو زرعة الدمشقي: ابن إسحٰق قد أجمع الكبراء من أہل العلم على الأخذ عنه، وقد اختبره أہل الحديث فرأوا صدقاً وخيراً مع مدح ابن شہاب له" "قال يعقوب بن شيبة:

سمعتا بن نمیر یقول: إذا حدّث عمّن سمع منه عن المعروفین فهو حسن الحدیث صدوق "إن حدیثا بن إسحاق لیتبین فیه الصدق، یروی مرة حدثني أبو الزناد، ومرة ذکر ابو الزناد وہو من أروی الناس عن سالم بن أبي النضر، وروی عن رجل عنه وہو من أروی الناس عن عمرو بن شعیب، وروی عن رجل عن أیوب عنه" "قال یعقوب بن سفین: قال علي: لم أجد لا بن إسحق إلا حدیثین منکرین عن ابن عمر عن النبي۔ صلی اللہ تعالی علیه وسلم۔ إذا نعس أحدکم یوم الجمعة، وعن زید بن خالد إذا مس أحدکم فرجه" "قال محمد بن عثمان بن أبي شیبة سألت علیاً عنه فقال: صالح وسط" "قال أیوب: وکان علي ابن المدیني یثني علیه ویقدمه" "قال یعقوب بن شیبة سألت ابن معین عنه، فقلت: في نفسک من صدقه شيء؟۔ قال: لا ہو صدوق" "قال أبو زرعة الدمشقي: قلت لا بن معین وذکرت الحجة، ومحمد بن اسحق منهم، فقال: کان ثقة، إنما الحجة مالک وعبید اللہ بن عمر" "قال ابن عیینة سمعت شعبة یقول: محمد بن إسحق أمیر المؤمنین في الحدیث، وفي روایة عن شعبة فقیل له: لِم؟۔ قال: لحفظه، وفی روایة لو سوّد أحد في الحدیث لسوّد محمد بن اسحق" "قال ابن سعد: کان ثقة" "قال ابن عدی: محمد بن إسحق له حدیث کثیر، وقد روی عنه ائمة الناس، ولو لم یکن له من الفضل إلا أنه صرف الملوک عن الاشتغال بکتب لا یحصل منها شيء إلی الاشتغال بمغازی رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالی علیه وسلم۔ وبعثه ومبدء الخلق لکانت ہذه فضیلة سبق إلیها، وقد صنفها بعده قوم فلم یبلغوا مبلغه، وقد فتشت أحادیث لکثیر فلم أجد فیها ما یتهیؤ أن یقطع علیه بالضعف، وربما أخطأ أو أوہم في الشيء بعد الشيء کما یخطي غیرہ، وہو لا بأس به" "قال ابن المدیني: ثقة لم یضعه عندی إلا روایته عن أہل الکتاب"

[تہذیب التہذیب: الالف فی الآباء، ۹، ۳۸ / ۱۳۸ الی ۴۵]

مفضل غلابی کہتے ہیں: میں نے امام ابن معین سے ابن اسحاق کی نسبت پوچھا، فرمایا: ثقہ تھے اور ان کی حدیث حسن ہے۔

امام ابن مدینی فرماتے ہیں: حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کا مدار چھ اماموں پر ہوا، پھر ان چھ کا علم بارہ کے پاس آیا، ان میں سے ایک محمد بن اسحاق ہیں۔ ابن ابی خیثمہ نے امام ابن معین سے نقل کیا کہ امام عاصم بن عمر بن قتادہ نے فرمایا: جب تک ابن اسحاق زندہ ہیں، ہمیشہ لوگوں میں علم باقی رہے گا۔ ابن ابی خیثمہ ہارون بن معروف سے روایت کرتے ہیں: میں نے ابو معاویہ کو کہتے سنا: محمد بن اسحاق اعلیٰ درجے کے حافظہ والوں میں تھے، تو اگر کسی کے پاس پانچ حدیثیں بھی ہوتیں یا زیادہ انھیں ابن اسحاق کو سپرد کردیتا، یعنی ان کے سامنے روایت کردیتا کہ وہ احادیث ان کے واسطے سے امت میں محفوظ رہیں۔

اس سے بھی واضح ہوگیا کہ ان کا حافظہ کتنا قوی تھا کہ محدثین ان کو حدیث سنا کر ذخیرۂ حدیث کی حفاظت کرتے تھے۔ کیا ایسے ہی ہوتے ہیں ضعیف حافظے والے راوی؟ نمبر ۵، ۶، اور ۱۴ رنمبر کی جرح بھی اس تفصیل سے ھباءً منثورا ہوگئی۔

امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: ستر برس سے زیادہ ہوئے جب سے میں ابن اسحاق کے پاس بیٹھا ہوں، اہل مدینہ میں سے کوئی نہ انھیں متہم کرتا، نہ ان پر کسی طرح کا طعن کرتا، یعنی ستر برس سے زائد کی تو مجھے خبر ہے، میری ان کی معرفت آج کی نہیں۔

ملاحظہ فرمائیں کہ ستر سال کی شہادت تو امام سفیان نے دی کہ کسی نے ان پر اتہام نہ رکھا، پھر ابن اسحاق کی حیات کا وہ کون سا زمانہ تھا جس میں وہ تمام برائیاں پیدا ہوگئیں جن کو بکھروی صاحب نے ۷۴ رنمبروں تک شمار کر ڈالا۔

اثرم نے امام احمد سے روایت کیا کہ فرماتے: محمد بن اسحاق کی حدیث حسن ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: میں نے علی بن عبد اللہ کو دیکھا کہ ابن اسحاق کی حدیث کو حجت قرار دیتے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: امام ابن المدینی نے فرمایا: میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ ابن اسحاق کو متہم سمجھتا ہو۔

اس شہادت میں ابن مدینی بھی شریک ہیں جن کو نمبر ۴۰ ر پر بکھروی صاحب نے جارحین میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: ابن اسحاق کے بارے میں امام مالک سے جو طعن ذکر کیا جاتا ہے وہ ثبوت تک پہنچتا نہیں معلوم ہوتا۔ امام بخاری فرماتے ہیں: ہم نے اسمعیل بن ابی اویس (امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھانجے نیز امام کے چچازاد بھائی کے پوتے) سے زیادہ امام مالک کا پیرو کسی کو نہ دیکھا، انھوں نے معازی وغیرہا میں ابن اسحاق کی کتابیں مجھے دکھائیں، میں نے ان میں سے بہت کچھ فائدے چنے۔ یعنی اگر امام مالک کو محمد بن اسحاق کی حدیث پر اعتراض ہوتا تو ان کے شاگرد اور بھانجے اور پوتے کہ سب سے زیادہ ان کے پیرو تھے ابن اسحاق کی کتابیں روایت نہ کرتے۔

کیا امام مالک کے فیض یافتہ کذاب، دجال اور مکار راوی کا ساتھ دے سکتے تھے، لہذا کذاب کہنے کی نسبت امام مالک کی طرف

غلط ہے، مزید جواب آگے آرہا ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: مجھ سے ابراہیم ابن حمزہ نے کہا کہ امام ابراہیم بن سعد کے پاس ابن اسحاق سے مغازی کے سوا خاص باب احکام میں سترہ ہزار حدیث کے قریب تھیں، ابراہیم بن سعد مدینہ طیبہ کے کثیر الحدیث محدثین میں تھے۔

واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ ابن اسحاق کی مرویات سے مدینہ منورہ کے جلیل القدر محدثین بھی مالا مال ہوئے اور وہ بھی مغازی میں نہیں احکام وسنن میں۔

امام بخاری فرماتے ہیں: امام شعبہ نے فرمایا: محمد بن اسحاق اپنی قوت حفظ میں سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں: مجھ سے امام علی بن عبد اللہ نے فرمایا: میں نے ابن اسحاق کی کتابیں دیکھیں تو صرف دو حدیثوں پر مجھے ناگواری ہوئی، اور ممکن ہے کہ وہ دو بھی صحیح ہوں۔

امام ابوزرعہ دمشقی فرماتے ہیں: بے شک اکابر اہل علم نے ابن اسحاق کی شاگردی پر اجماع کیا، اور بے شک محدثین نے انھیں جانچا تو صدق وخیر نظر آئے، پھر خود ان کے استاذ امام زہری نے ان کی مدح کی۔

یہاں بھی اکابر محدثین ابن اسحاق کے فیض یافتہ نظر آرہے ہیں اور انھوں نے بھی نہایت چھان پھٹک کر شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: میں نے ابن نمیر کو کہتے سنا: ابن اسحاق جب پہچانے ہوئے استاذوں سے حدیث روایت کریں تو ان کی حدیث حسن ہے، وہ صدوق ہیں۔

ابن اسحاق کی حدیث میں صدق روشن ہے، جن اساتذہ سے بکثرت حدیثیں خود سنی ہیں بعض حدیثیں ان سے ایک واسطہ سے روایت کرتے ہیں، اور بعض دو واسطہ سے۔

امام علی نے فرمایا: میں نے ابن اسحاق کی کوئی حدیث غیر معروف نہ پائی سوا دو کے، ایک یہ کہ جب کسی کو جمعہ کے دن اونگھ آئے۔ دوسرے جب تم میں کوئی اپنی شرم گاہ کو چھوئے۔

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں: میں نے امام ابن المدینی سے ابن اسحاق کا حال پوچھا فرمایا: صالح ہیں اوسط درجہ کے ہیں۔

ایوب ابن اسحاق نے کہا: امام علی ابن مدینی، ابن اسحاق کے مداح تھے اور انہیں مقدم رکھتے۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: میں نے امام ابن معین سے پوچھا، کیا آپ کے دل میں ابن اسحاق کے سچے ہونے میں کوئی شبہ ہے؟۔ فرمایا نہیں۔ وہ بہت سچے ہیں۔

امام ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں: میں نے امام یحیی کے سامنے اس اعلیٰ پایہ کا ذکر کیا جسے محدثین کی اصطلاح میں حجت کہتے ہیں اور میں نے کہا: محمد بن اسحاق اسی درجہ بلند پر تھے، اس پر امام ابن معین نے فرمایا: ابن اسحاق ثقہ تھے، حجت تو مالک وعبید اللہ بن عمر ہیں۔

امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: میں نے امام شعبہ کو فرماتے سنا کہ محمد بن اسحاق حدیث میں امیر المؤمنین ہیں، کسی نے پوچھا کیوں؟۔ فرمایا: اپنے حفظ کے سبب۔ اور فرمایا: اگر حدیث میں کسی کو سردار بنایا جاتا تو محمد بن اسحاق سب کے سردار ہوتے۔

امام ابن سعد نے کہا: محمد بن اسحاق ثقہ تھے۔

امام ابن عدی نے کہا: محمد بن اسحاق کی حدیث کثیر ہے، اور بے شک مسلمانوں کے اماموں نے ان سے حدیث روایت کی، اور اگر ان کی اور کوئی فضیلت نہ ہوتی سوا اس کے کہ انھوں نے بادشاہوں کو بے کار کتابیں دیکھنے سے پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جہادوں اور بعثت شریفہ اور ابتدائے آفرینش کے مطالعہ میں مشغول کردیا تو ضرور یہ وہ فضیلت ہے کہ وہی اس میں سابق رہے، ان کے بعد اور علما نے اس میں تصنیفیں کیں مگر ان کے مرتبہ تک نہ پہنچے، اور بے شک میں نے ان کی احادیث کی جو کثیر ووافر ہیں تفتیش کی تو ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہ پائی جس پر ضعف کا یقین ہوسکے، ہاں کبھی اتفاقاً بعض باتوں میں خطا یا وہم واقع ہوتا ہے جیسے اوروں سے ہوتا ہے، ان میں اصلا کوئی برائی نہیں۔

ابن عدی کی رجال حدیث پر تنقیدات مشہور ہیں مگر ابن اسحاق کے بارے میں آپ کا کہنا ہے کہ ان کی مرویات میں ایک حدیث بھی مجھے ضعیف نہیں ملی۔

امام ابن المدینی نے فرمایا: محمد بن اسحاق ثقہ ہیں، انھیں اسی نے نیچا کیا کہ وہ اہل کتاب سے روایت کرتے ہیں۔

توثیق (۵۲)

امام ذہبی نے کہا: "ما المانع من روایۃ الاسرائیلیات عن أہل الکتاب مع قولہ۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔حدثوا عن بنی إسرائیل ولا حرج" [میزان الاعتدال: محمد بن

اسحاق بن یسار، ۳/۴۷۰]

بنی اسرائیل کے وقائع اہل کتاب سے روایت کرنے کو کس نے منع کیا حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بنی اسرائیل سے روایت کرو اس میں کچھ حرج نہیں۔

ایک الزام اسرائیلی روایات کو بیان کرنا تھا، امام ذہبی نے صاف کر دیا کہ اس میں کیا حرج ہوا یہ تو خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنا ہے کہ ((حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج))۔

توثیق (۵۳)

"لما سئل ابن المبارک قال: إنا وجدناه صدوقًا ثلث مرات" [تہذیب التہذیب: الالف في الآباء، ۹/۴۶]

توثیق (۵۴)

"قال ابن حبان: ولم یکن أحد بالمدینة یقارب ابن إسحاق في علمه ولا یوازیه في جمعه، وہو عن أحسن الناس سیاقا للأخبار"

امام اجل سیدی عبد اللہ بن مبارک سے ابن اسحاق کو پوچھا گیا فرمایا: بے شک ہم نے انہیں بہت سچا پایا، بے شک ہم نے انہیں بہت سچا پایا، بے شک ہم نے انہیں بہت سچا پایا۔

امام ابن مبارک حدیث کے مسلم امام ہیں اور محدثین ان کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہیں، اور یہ خود ابن اسحاق کی شاگردی پر فخر کرتے اور ان کو مکرر سہ کرر 'صدوق' اسی لیے فرماتے کہ کسی کو یہ گمان فاسد نہ ہو کہ وہ ضعیف تھے، مگر جب لوگ حدیثیں وضع کرنے سے باز نہیں آئے تو اس مقابلے رجال حدیث کی طرف بے بنیاد نسبتیں تو ان کے لیے نہایت آسان کام تھیں۔ اس لیے ائمہ نے صاف فرمادیا کہ نہ ہم جرح مبہم سنیں اور نہ کسی غیر ثابت چیز پر کان دھریں۔ [تہذیب التہذیب: الالف في الآباء، ۹/۴۶]

امام ابن حبان نے کہا: تمام مدینے بھر میں کوئی ایسا نہ تھا کہ علم میں ابن اسحاق کے قریب یا جمع احادیث میں ان کا ہم سر ہو، وہ نہایت خوبی سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

توثیق (۵۵)

"یحیی بن یحیی ذکر عنده محمد بن إسحاق فوثقه" [تہذیب التہذیب: الالف في الآباء، ۹/۴۶]

امام یحییٰ بن یحییٰ کے سامنے ابن اسحاق کا تذکرہ ہوا، فرمایا: وہ ثقہ ہیں۔

توثیق (۵۶)

"قال ابو یعلی الخلیلي: محمد بن إسحق عالم کبیر واسع الروایة والعلم ثقة" [تہذیب التہذیب: الالف في الآباء، ۹/۴۶]

امام ابو یعلی خلیلی نے کہا: محمد بن اسحاق بڑے عالم ہیں، ان کی روایت اور ان کا علم وسیع ہے، ثقہ ہیں۔

توثیق (۵۷)

"قال ابن البرقي: لم أر أہل الحدیث یختلفون في ثقته، وحسن حدیثه، وروایته، وفي حدیثه عن نافع بعض الشيء"
[تہذیب التہذیب: الالف في الآباء، ۹/۴۶]

امام ابن البرقی نے کہا: میں نے علمائے حدیث کو نہ دیکھا کہ ابن اسحاق کے ثقہ اور ان کی حدیث و روایت کے حسن ہونے میں اختلاف کرتے ہوں، ہاں نافع سے ان کی روایت میں کچھ ہے۔

توثیق (۵۸)

"قال أبو زرعة صدوق" [تہذیب التہذیب: الالف في الآباء، ۹/۴۶]

امام ابو زرعہ نے فرمایا: ابن اسحاق بہت صادق ہیں۔

توثیق (۵۹)

"قال الحاکم: قال محمد بن یحیی: ہو حسن الحدیث، عنده غرائب، وروی عن الزہري فأحسن الروایة"
[تہذیب التہذیب: الالف في الآباء، ۹/۴۶]

حاکم نے کہا: امام محمد بن یحییٰ نے فرمایا: ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے، ان کے پاس بعض افراد ہیں، اور انھوں نے زہری سے روایت کی تو بہت اچھی روایت کی۔ حدیث اذان جمعہ زہری ہی سے روایت کی ہے۔

توثیق (۶۰)

"قال الحاکم وذکر عن البوشنجي أنه قال ہو عندنا ثقة ثقة" [تہذیب التہذیب: الالف في الآباء، ۹/۴۶] حاکم نے کہا: امام بوشنجی سے منقول ہوا کہ محمد بن اسحاق ہمارے نزدیک ثقہ ہیں ثقہ ہیں۔

توثیق (۶۱)

"محمد بن إسحق أحد الأئمة الأعلام" [میزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن یسار، ۳/۴۶۸]

محمد بن اسحاق مشاہیر ائمہ سے ہیں۔

توثیق (۶۲)

"حدیثہ حسن" ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے۔ [تہذیب التہذیب: الالف في الآباء، ۹/۴۱]

توثیق (۶۳)

"قال أحمد بن حنبل: هو حسن الحدیث" [میزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن یسار، ۳/۴۶۹]

امام احمد نے فرمایا: ان کی حدیث حسن ہے۔

توثیق (۶۴)

"قال أحمد العجلي: ثقة" [تاریخ الاسلام للذهبي: محمد بن اسحاق بن یسار، ۴/۱۹۳]

امام احمد عجلی نے کہا: ابن اسحاق ثقہ ہے۔

توثیق (۶۵)

"قال علي بن المدیني: حدیثه عندي صحیح" [تاریخ الاسلام للذهبي: محمد بن اسحاق بن یسار، ۴/۱۹۳] امام علی بن مدینی نے کہا: ابن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

توثیق (۶۶)

"قال شعبة: ابن إسحاق أمیر المؤمنین في الحدیث" [تہذیب التہذیب: الالف في الآباء، ۹/۴۴] امام شعبہ نے کہا: ابن اسحاق حدیث میں مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔

توثیق (۶۷)

"قد استشهد به مسلم في صحیحه بجملة من حدیث ابن إسحق، و صحح له الترمذي حدیث سهل بن حنیف في المذي" [میزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن یسار، ۳/۴۷۴] بے شک امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابن اسحاق کی کتنی ہی حدیثوں سے شہادت لی، اور امام ترمذی نے حکم مذی میں سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث محمد بن اسحاق سے روایت کرکے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

توثیق (۶۸)

"احتج به ابن خزیمة في صحیح" [میزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن یسار، ۳/۴۷۴]

امام الائمہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ابن اسحاق کو حجت مانا۔

توثیق (۶۹)

"وبالجملة فهو ممن اختلف فیه و هو حسن الحدیث" [تہذیب الکمال: محمد بن اسحاق بن یسار ۲۴/۴۱۴] غرض ان میں اختلاف ہوا، اور قول فیصل یہ ہے کہ ان کی حدیث حسن ہے۔

توثیق (۷۰)

"ابن اسحق ثقة اھ ملتقطاً" [الجوهر النقي: ۳/۲۳۸]

محمد بن اسحاق ثقہ ہیں۔

توثیق (۷۱)

"قد أخرجه الترمذي من جهة ابن إسحاق و قال: حسن صحیح" [الجوهر النقي: ۳/۲۳۸] بے شک امام ترمذی نے ابن اسحاق سے حدیث روایت کرکے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توثیق (۷۲)

"وأخرجه أبو داؤد أیضاً من جهته و سکت عنه" [السنن لأبي داؤد:] امام ابوداود نے بھی ابن اسحاق سے روایت کرکے اس پر سکوت فرمایا۔

یعنی تو کم از کم ان کے نزدیک ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے جیسا کہ خود جوہر النقی سے آگے منقول ہوگا بعون اللہ تعالیٰ وللہ الحمد

بقیہ آئندہ

الرضا کے قلم کار حضرات متوجہ ہوں

- مضامین الرضا کے مزاج و منہاج کے مطابق ہوں۔
- الرضا کے کالم کے تحت مضامین لکھیں۔
- زبان علمی اور سنجیدہ استعمال کریں۔
- بازاری سطحی اور غیر سنجیدہ لہجہ قابل قبول نہیں ہوگا۔
- مسلک اعلیٰ حضرت کے موقف کے خلاف کوئی بھی تحریر نا قابل اشاعت ہوگی۔
- مضامین ارسال فرما کر تقاضا سے گریز فرمائیں۔
- ایسے عناوین پر بھی مقالے لکھیں جن سے جماعتی اتحاد کی راہ ہموار ہو۔
- اپنی تحریروں میں تصانیف رضا سے ضرور استدلال کریں تا کہ رضویات کو فروغ ملے۔

(ادارہ)

تحقیقات اسلامی

قرآن وسنت کی روشنی میں

گستاخ رسول کی سزا

مولانا محمد صابر رضا محب القادری
ریسرچ اسکالر القلم فاونڈیشن پٹنہ

حضور اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر مدار ایمان ہے اور ان کی ذات سے محبت ومودت کا استوار رکھنا روح اسلام ہے اور ان کے احکام وفرامین اسوۂ حسنہ کے مطابق اپنی انفرادی واجتماعی زندگی گزارنا ہی کامل دین ہے۔ قرآنی احکامات نبوی ارشادات اقوال صحابہ وفقہاء اس پر بین ثبوت ہے۔ عنوان کے پیش نظر مقام رسالت آداب بارگاہ نبوت اور شاتمان رسالت کے انجام سے متعلق چند ربانی ارشادات نبوی فرمودات قرآنی تعذیرات ملاحظہ فرمائیں:

''تم اللہ ورسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو'' (پ ۲۶، ع ۹، سورہ فتح) ''اے ایمان والو! اللہ ورسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے'' (پ ۹، ع ۱۷، سورہ انفال)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے'' (پ ۲۶، ع ۱۳، سورہ حجرات)

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو'' (پ ۲۶، ع ۱۳، سورہ حجرات)

''پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا'' (پ ۵، ع ۱۵، سورہ نساء)

''اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہوجاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دیگا اللہ بخشنے والا مہربان ہے'' (پ ۳، ع ۱۲، سورہ آل عمران)

جو لوگ اس کے برخلاف عمل پیرا ہیں چاہے وہ کلمہ گو ہو یا غیر کلمہ گو اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کا اس پر غضب وعتاب اور دارین میں دائمی عذاب پر چند قرآنی آیات دیکھیں:

''اور وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کرلیں اور اللہ ورسول کا حق زائد تھا کہ وہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے'' (پ ۱۰، ع ۱۳، سورہ توبہ)

''بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا وآخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے'' (پ ۲۶، ع ۴، سورہ احزاب)

''وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلا یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کردیئے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب مگر وہ جنھوں نے توبہ کرلی اس سے پہلے کہ تم اس پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے'' (پ ۶، ع ۸، سورہ مائدہ)

اس طرح کے احکام وفرامین سے پورا قرآن مملو ہے۔ نبی رحمت ﷺ کی عظمت ورفعت شرف وکرامت، اعجاز واکرام، ادب واحترام، محبت ومودت، فضائل وخصائل، محامد ومحاسن، کے ذکر سے قرآن حکیم کا ورق ورق روشن وتابناک ہے۔ صرف قرآن حکیم ہی نہیں بلکہ جملہ کتب سماوی یہی پاکیزہ درس دیا گیا ہے کہ نبی رحمت ﷺ کی محبت اور ان کی بارگاہ کا ادب واحترام ہی سرچشمۂ رشد وہدایت باعث فلاح ونجات معراج حیات ہے۔

خود نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تم میں کوئی اس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی ماں باپ بال بچے اور دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ (بخاری شریف، ج ۱، ص ۷)

ایک موقع سے حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس وقت تک کوئی بات نہ بنے گی جب تک کہ میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ (بخاری شریف، ج ۲، ص ۹۸۱)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عشق ومحبت اور بارگاہ رسالت مآب میں ادب واحترام کا یہ عالم تھا کہ صلح حدیبیہ کے موقعے سے حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے آپ نے فرمایا تھا: اے لوگو! خدا کی قسم میں بادشاہوں کے دربار میں بھی پہونچا ہوں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار میں بھی حاضری دے چکا ہوں خدا کی قسم جب کبھی بھی ان کی ناک سے رینٹھ یا رطوبت نکلی وہ کسی نہ کسی شیدائی کے ہاتھ میں پڑی جسے اس نے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیا وہ اپنے اصحاب کو کسی بات کا حکم دیتے تو وہ اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے جنگ کی نوبت آجاتی ہے، جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو ان کے اصحاب خاموش اور پرسکون رہتے ہیں اور تعظیم وتوقیر میں ان کی طرف نظر بھر کر دیکھتے تک نہیں۔ (بخاری شریف)

یہ تھا صحابہ کرام کا تعلق عشق رسالت ادب بارگاہ نبوت جس کی نظیر تاریخ کے کسی دور میں نہیں ملتی۔ لیکن حیف صد حیف کہ عہد نبوی ﷺ میں بھی کچھ شریر طبیعت، شاطر مزاج، تنگ دل، کج فہم، لوگوں نے نفاق عناد کی چادر اوڑھ کر ذات رسالت کو ہدف بنایا اور توہین وتنقیص رسالت کو اپنا شغل بنایا۔ ان میں ایک گروہ تو وہ تھا جو ظاہراً کلمہ گو ہوتا جس کو شریعت کی زبان میں منافق گردانا گیا اور ایک گروہ غیر کلمہ گو کا تھا۔ اس میں پھر مختلف جماعتیں تھیں کفار قریش، یہود، نصاریٰ، مشرکین عرب وغیرہ۔ ان لوگوں کی روش ہی تھی بارگاہ مصطفی کی گستاخی زبان طعن دراز کرنا، بدگوئی، کذب بیانی، بے بنیاد الزامات عائد کرنا پروپیگنڈے کے ذریعے ذات مصطفی کے خلاف لوگوں کے جذبات کو مشتعل کرنا، برانگیختہ کرنا۔ گستاخیاں کرنے میں ان تمام نے مل کر الکفر ملت واحدا کے تحت کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اور اس کے پاداش میں دنیا وآخرت میں غضب وقہر الٰہی کے شکار ہوکر واصل جہنم ہوئے۔ اور بارگاہ مصطفی کے مئے خواروں نے ان سب کو انجام تک پہنچایا۔ جیسے ابولہب کافر کی تعذیر میں پروردگار عالم نے پوری سورہ لہب نازل فرمائی اور ہمیشہ کے لئے اسے ملعون ومردود قرار دے دیا۔

ولید ابن مغیرہ نے گستاخی کی تو باری تعالیٰ نے سورہ قلم میں اس کے دس عیوب شمار فرما کر دائمی لعنت وملامت کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا اور اس کی اصل میں خرابی ہے واضح کر کے اسے حرامی قرار دے دیا۔

گستاخ رسول پر صحابہ کرام کی تعزیر جو پوری دنیا کے لئے تازیانہ عبرت ہے۔ ابن خطل گستاخ رسول کو حضور اکرم ﷺ کے حکم پر آپ کے صحابی حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حالت میں قتل کیا کہ وہ حرم کعبہ میں چھپا تھا اس کی دو لونڈیاں سارہ اور قریبہ کو بھی اس لئے قتل کیا گیا کہ وہ اس ملعون کے ہجو یہ اشعار گاتی تھیں۔ اسما بنت مروان گستاخ کو حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل فرمایا۔ ابو عفک کو حضرت سالم بن عمیر نے واصل جہنم کیا۔ یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کو حضور اکرم ﷺ کے حکم سے محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیفر وکردار تک پہنچایا۔ ابو رافع یہودی کی گستاخیوں کا علاج حضرت عبد اللہ بن عقبہ نے کیا۔ (کتاب الشفاء بحقوق المصطفی)

کفار ومشرکین کے علاوہ یہود ونصاریٰ نے ہر دور میں شان رسالت مآب میں گستاخیوں کی تخم ریزی کی۔ اور ذات اقدس سے منافرت، عداوت، بغاوت کا جذبہ ودیعت کرنے کے لیے تبرابازی کی۔ اور بے بنیاد الزامات عائد کر کے شقاوت کی عمارت تعمیر کی۔ اور توہین وتوقیر سے امت مسلمہ میں اضطراب پیدا کیا۔ لیکن غیور خدا ترس بارگاہ نبوی کے ادب شناس مردان حق درویش صفت فرزندان اسلام نے ہر دور میں ان باطل طاغوتی عناصر کی سرکوبی فرمائی۔

یہود ونصاریٰ اسلام اور پیغمبر کے وہ معاند ہیں جس کی جرأت عناد کا تذکرہ کو قرآن حکیم میں بار بار آیا ہے۔ اور امت مسلمہ کو متنبہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ کبھی بھی تمہارے خیر خواہ نہیں ہوسکتے برصغیر ہندو پاک میں آج سے کوئی ایک صدی پہلے مسلمان متحد اور منظم طاقت قوت کا نام تھا۔ شان رسالت کے خلاف کوئی آواز قوم مسلم کو گوارا نہ تھا لیکن کچھ مدعیین اسلام نے یہودیت اور نصرانیت، سامراجیت کی نمک خوری کی بنیاد پر ان کے ایجنٹ ہونے میں کلیدی رول ادا کیا۔ انہوں نے شان رسالت میں نازیبا کلمات لکھے، پڑھے، بولے، جیسے ماضی قریب میں غلام احمد قادیانی، سید احمد بریلوی، اسماعیل دہلوی، قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، وغیرہ۔ یہ وہ تھے جو اسلام کا کلمہ پڑھتے ہوئے مولویوں کے لبادے میں ذیاب فی ثیاب کے مصداق لب پہ کلمہ دل میں گستاخی کا ناپاک بت لیکر میدان عمل میں آئے رسوائے زمانہ کتابیں تحریر کیں اور سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین وغیرہ یہ وہ ہیں جن کا لباس عامیانہ ہے مگر انہوں نے بھی بیہودہ کلمات بکے ذلیل تحریریں چھوڑیں یہ سب کے سب توہین وتنقیص رسالت کے مرتکب ہوئے اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ سب نے مل کر منتشر کیا اور برصغیر کے اتحاد وانضمام کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا لوگ باہم دست وگریباں ہوگئے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر غیر مسلموں کو بھی موقع فراہم ہوا۔ اور ان میں بعض نے ذات رسالت

مآب کو ہدف بنایا اور توہین وتنقیص سب وشتم کا بازار گرم کیا۔ ابھی حال ہی میں ہندو مہا سبھا سے تعلق رکھنے والا کملیش تیواری نے جو گستاخی کی اس سے عالم اسلام کا گوشہ گوشہ واقف ہے پورامن احتجاج ومظاہرے ہورہے ہیں لیکن اب تک اس کو قرار واقعی سزا نہیں مل پائی جو امت مسلمہ کے لیے کاری ضرب ہے اور ہندوستان جیسے جمہوری ملک کے خلاف ہے۔ عدل وانصاف کا استحصال ہے۔ اغیار صیہونی سامراجی فرقہ پرست قوتوں کا اسلام اور پیغمبر اسلام کے حرمت وتقدس پر تیشہ زنی کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قوم مسلم اسی میں الجھ کر رہے جائیں اور جذبات میں بہکر کچھ سے کچھ کر بیٹھیں اس میں دو رخ ہیں ایک تو یہ کہ اس کی ترقی کی راہیں مقفل ہوجائے گی اور جذبات سوزش عشق سے لبریز ہوکر مخالفت کے لئے میدان عمل میں اتر ینگے اور کچھ کا کچھ کر بیٹھیں گے تو اپنے مشن میں کامیاب ہو جائنگے دوسرا یہ کہ رسول ہاشمی سے ان کا رشتہ کمزور ہو جایگا اور ہر زاویے سے انہیں شکست وہزیمت اٹھانی پڑیگی اس لئے پرامن طریقے سے ہی جمہوری اقدار کی روشنی میں اپنی بات رکھیں اور حکومت سے شدید تر سزا کا مطالبہ اس وقت تک جاری رہے جب تک نامراد کو جرم کے مطابق سزا نہیں دی جائیگی قوم مسلم سے برداشت نہیں ہوگا؛

بتلادو گستاخ نبی کو غیرت مسلم زندہ ہے
ان پر مرمٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

قارئین بلاشبہ شاتم رسول گستاخ نبی واجب القتل قابل گردن زدنی ہے۔ توہین وتنقیص رسالت کے مجرم کے لئے مراعات کی کوئی صورت نہیں۔ جو شریعت مطہرہ کے علاوہ جمہوری حکومت کا بھی فیصلہ ہے اور اس کے تقاضے ہیں۔ ایسے مجرم کے لیے سوائے اس کے کوئی سبیل نہیں کہ وہ توبہ وہ استغفار کرے اور پھر سے اسلام میں آجائے ہمارے اکثر اکابر مشائخ اس پر متفق ہیں کہ بعد توبہ بھی اسلامی حکومت وسلطنت میں سلطان اسلام کے یہاں اس کی سزا قتل ہے۔ اور غیر کلمہ گو گستاخ کی سزا بھی قتل ہے جیسا کہ آپ نے گذشتہ سطور میں صحابہ کرام کے حوالے سے پڑھا۔

اب راقم السطور عنوان کے تحت امام احمد رضا قدس سرہٗ جو تحریک عشق رسالت کے امام اور مجدد اعظم گذرے ہیں گستاخان رسول کے خلاف جنہوں نے قلمی جہاد فرما کر امت مسلمہ کے عقیدہ ایمان کی حفاظت فرمائی اور پوری زندگی ناموس رسالت کے تحفظ میں سپر بن کر شاتمان رسول کے ہر ظلم وجفا کا دندان شکن جواب اپنی زبان وقلم کردار وافعال سے دیتے رہے ان کی عظیم تصنیف فقہی انسائیکلو پیڈیا ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ رضویہ شریف'' کا مطالعہ کریں امام احمد رضا قدس سرہٗ توہین رسالت سے متعلق ایک سوال کا جواب رقم کرتے ہوئے فتاویٰ رضویہ جلد چہاردہم پر قرآن واحادیث اور درجنوں کتب فقہیہ (۱) شفا شریف (۲) نسیم الریاض (۳) وجیز امام کردری (۴) فتح القدیر (۵) بحر الرائق (۶) درالحکام (۷) غنیۃ ذوالاحکام (۸) اشباہ والنظائر کے حوالے اور عبارتیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

''وہ مرتد ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرے کہ یہ وہ کفر ہے جس کی سزا یہ ہے کہ دنیا میں بعد توبہ بھی معافی نہیں''

پھر آپ نے اس کا مبنی برحق ہونا (۱) فتاویٰ خیریہ (۲) درمختار (۳) مجمع الانہر (۴) ذخیرالعقبیٰ (۵) تنویر الابصار (۶) کتاب الخراج کے حوالوں سے مزین فرمایا۔ اور اخیر میں آپ نے اختلافات ذکر کرنے کے بعد فرمایا دربارۂ اسلام ورفع دیگر احکام ان کی توبہ اگر سچے دل سے ہو ضرور مقبول ہے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ سلطان اسلام انہیں بعد توبہ و اسلام صرف تعزیر دے یا اب بھی سزائے موت دے۔ وہ جو بزازیہ اور اس کے بعد کی بہت کتب معتمدہ میں ہے اس کی توبہ مقبول نہیں اور جلد چودہ ۱۴ صفحہ ۳۰۷ پر مرتد کے کفارہ سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کفارہ ان گناہوں میں رکھا گیا ہے جس کا معاوضہ اس سے ہوجائے اور جو گناہ حد سے گذرے ہوئے ہیں ان کے لئے کفارہ نہیں ہوتا۔ مثلاً صحیح مقیم بلا عذر شرعی ماہ مبارک کا ادا روزہ جس کی نیت رات سے کی ہو دوا یا غذا یا جماع سے بلا اکراہ توڑ دے تو اس کا کفارہ ہے۔ اور سرے سے رکھے ہی نہیں کہ یہ جرم اعظم ہے اس کا کوئی کفارہ نہیں مگر توبہ اور اس روزے کی قضا یونہی اگر معاذ اللہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے کوئی مسلمان براہ خطا مارا جائے مثلاً شکار پر فائر کرے اور اس کے لگ جائے تو اس کا کفارہ ہے لیکن عیاذاً باللہ قصداً قتل کہ یہ جرم اعظم ہے۔ اس کا کوئی کفارہ نہیں مگر توبہ وقصاص معاذ اللہ مرتد ہونا سب سے بدتر جرم ہے اس کا کیا کفارہ ہوسکتا ہے مگر توبہ واسلام۔ اگر توبہ نہ کرے اسلام نہ لائے تو دنیا میں سلطان اسلام کے یہاں اس کی سزا قتل ہے۔ اور آخرت میں ابد الاباد تک جہنم۔ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کافر ومرتد شاتم رسول سے مسلمانوں کا کیسا برتاؤ ہونا چاہیے امام عشق وعرفاں اس تعلق سے بہت سے حوالے خصوصاً قرآن وحدیث سے بین ثبوت فراہم کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

'' کافر ومرتد سے مسلمانوں کو سلام وکلام حرام میل جول حرام، نشست وبرخاست حرام، بیمار پڑے تو اس کی عیادت حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام، اس کا جنازہ اٹھانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان مین دفن کرنا حرام، مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنانا حرام، اسے مٹی دینا حرام،

باقی صفحہ 52 پر

قرآن اور صاحب قرآن

محمد ناصر احمد حلیمی
(جماعت رابعہ) جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری، سیتامڑھی (بہار)

قرآن مقدس کو آسمانی کتابوں میں اہم ترین حیثیت حاصل ہے، جو آخری پیغمبر محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

"شب قدر میں قرآن کریم یک بارگی آسمان دنیا (پہلے آسمان) کی طرف اتارا گیا اور ستاروں کے غروب کی جگہ رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ پر یکے بعد دیگرے تھوڑا تھوڑا نازل فرماتا رہا (المستدرک حاکم ج ۲، ص ۲۲) اس کے اندر تمام علوم مندرج ہیں دنیا کا کوئی ایسا علم نہیں جو قرآن میں موجود نہ ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ" (پارہ ۷، آیۃ ۵۹) ترجمہ: اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (کنز الایمان) ہر انسان قرآن مقدس کے ذریعہ درست راہ پا سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد گرامی ہے "هُدًى لِّلنَّاسِ" قرآن سارے لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔

اور زندگی کو خوشگوار بنا سکتا ہے یہاں تک کہ یہ مقدس کتاب ہر اعتبار بے مثل ولا زوال ہے رب کائنات نے بہت سی آسمانی کتابیں دیگر انبیاء و مرسلین پر نازل فرمائیں جنہیں ان انبیائے کرام کی قوموں نے ان کی وفات کے بعد اپنی مرضی کے مطابق تحریف و تبدیل کر کے ضائع کر دیا لیکن آخر میں امام الانبیاء والمرسلین پر رب کائنات نے جو قرآن حکیم کو نازل فرمایا تو وہ اب تک بعینہٖ محفوظ ہے کہ رب کائنات نے اس کی حفاظت کو اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے "وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" (الحجر ۹) ترجمہ: اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اور اس کی عظمت و اہمیت گھٹانے والوں کا رد بلیغ فرمایا جب کفار مکہ نے اس کے کلام باری تعالیٰ ہونے پر اعتراض کیا تو فرمایا گیا "لَا رَيْبَ فِيْهِ" اس کو کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پھر بھی جب کفار مکہ اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو ان کو اس جیسا دوسرا کلام لانے کا چیلنج دیا گیا کہ اگر یہ بندے کا کلام ہے تو اس جیسا دوسرا کلام لا کر دکھاؤ کہ تم لوگ عرب کے فصحاء و بلغاء ہو۔ ارشاد گرامی ہے "وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ" یعنی اے فصحائے عرب اگر تم کو اس کتاب میں شک ہے تو اس کے مثل کوئی صورۃ بنا کر لاؤ اور اپنے حمایتوں کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔

اس چیلنج کو سن کر تمام مخالفین اور فصحائے عرب کی زبانیں گونگ ہو گئیں سب کے سب اپنی بھر پر کوشش کا باوجود لا جواب رہ گئے ایک سورۃ تو کیا ایک لفظ کا جواب بھی پیش نہ کر سکے۔ اس کی منظر کشی کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے یوں فرمائی۔ شعر

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

قرآن عظیم کی شان و شوکت معلم رائے کے لیے صرف اتنی ہی بات کافی ہے کہ یہ رب کائنات کا پیغام ہے اور کلام کی عظمت، کلام کرنے والے کی عظمت سے ہوتی ہے اگر کوئی بات فقیر بے نوا کے منہ سے نکلتی ہے تو اس کی طرف کوئی دھیان بھی نہیں دیتا لیکن وہی بات کسی بادشاہ یا حکیم کے منہ سے نکلتی ہے تو اس کو خوب شائع کیا جاتا ہے اخباروں اور رسالوں میں اشاعت ہوتی ہے معلوم ہوا کہ کلام کی عظمت، کلام والے کی عظمت سے ملتی ہے تو اسی سے اندازہ لگائیں کہ یہ کتنی معظم کتاب ہوگی کہ یہ خود خالق کائنات کا کلام مبارک ہے۔ پھر بھی مزید وضاحت کے لیے چند باتیں پیش خدمت ہیں کہ اس کی ایک بے مثال اور انفرادی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کو سننے والا بہت زیادہ متاثر ہو جاتا ہے۔ یہ مبارک کلام سامعین کے دلوں میں اترتا چلا جاتا ہے اور وہ ان کے دلوں سے کفر و شرک کی تاریکیوں کو چھانٹ کر ایمان کا اجالا پھیلا دیتا ہے۔ تاریخ اسلام میں اس کی بہتساری مثالیں موجود ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم نے بھی تلاوت قرآن کریم ہی کو سن کر اس پاکیزہ دین کو قبول کیا تھا۔

حدیث شریف میں ہے جس گھر میں روزانہ سورہ بقرہ پڑھی جائے وہ گھر شیطان سے محفوظ رہتا ہے لہٰذا جناب کی بیماریوں سے بھی محفوظ رہے گا۔

قیامت کے دن سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران ان لوگوں پر سایہ کریں گی اور ان کی شفاعت کریں گی جو دنیا میں قرآن پاک کی تلاوت کے عادی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ

الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ'' تم میں بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے ''اَلْمَاهِرُ الْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ'' قرآن کا عامل معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔

جو کوئی قرآن پڑھے اور سیکھے اور اس پر عمل کرے اسے قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی چاند جیسی ہوگی اور اس کے والدین کو ایسا لباس پہنایا جائے گا جس کے مقابلے میں دنیا کی کوئی حقیقت نہ ہوگی، قرآن کے قاری کے والدین کہیں گے یہ ہمیں کس وجہ سے لباس عطا کیا گیا ہے تو ان سے کہا جائے گا تمہارے بچے کے قرآن پڑھنے کی وجہ سے ہے۔

صاحب قرآن:

حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآن کریم کو منظر ایمان دیکھا جائے گا تو اس میں اول سے آخر تک نعت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام معلوم ہوتی ہے حمد الٰہی ہو یا بیان عقائد گذشتہ انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے واقعات ہوں یا احکام، غرض قرآن کریم کا ہر موضوع اپنے لانے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد اور اوصاف کو اپنے اندر سمائے ہوا ہے۔ مثلاً کے طور پر سورۂ اخلاص یعنی ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' کو لیجئے کہ اس میں خدائے قدوس کے صفات کا ذکر ہے اور سورۂ لہب کو دیکھئے یعنی ''تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ'' کہ اس میں بظاہر، ابولہب کافر اور اس کی بیوی کا تذکرہ ہے مگر جب غور کریں گے تو یہ دونوں سورتیں بھی، محبوب کی نعت پاک سے بھری ہوئی ہیں۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں ارشاد فرمایا کہ اے محبوب تم کہہ دو کہ اللہ ایک ہے وہی بھروسہ کے لائق ہے نہ وہ کسی کی اولاد نہ اس کی کوئی اولاد ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر ایک کلمہ قل نے ساری سورۃ میں نعت کو شامل کر دیا کیونکہ مرضی الٰہی یہ ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کلام تو ہمارا ہو مگر زبان تمہاری ہو ہماری صفات تم دنیا کو بتاؤ اور فرماؤ کہ اللہ ایک ہے اور تمہاری صفات ہم ارشاد فرماتے ہیں ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ یعنی لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' تم کہلواؤ اور محمد رسول اللہ ہم کہلواتے ہیں یعنی ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے منہ سے اپنے اوصاف سنیں ہمیں سناؤ اللہ احد اگر کوئی انسان آپ کی غلامی کے بغیر ہماری صفات کو جانے مانے ہرگز عارف یا موحد نہیں جب تک کہ آپ کی بتائی ہوئی توحید آپ کے دامن پاک سے لپٹ کر نہ مانے اسی لیے کلمہ طیبہ کا نام کلمہ توحید رکھا گیا ہے۔

جیسا کہ اس میں اللہ کے ذکر کے ساتھ محمد رسول اللہ کا بھی ہے کہ جزء اول میں توحید اور جزء ثانی میں توحید سکھانے والے کا اسم پاک موجود ہے، کہ توحید صحیح بے غیر رسالت کی دستگیری کے حاصل نہیں ہوتی ''تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ'' میں بھی نعت شامل ہے ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' میں تو قل فرمانے سے نعت کی نشان نظر آئی اور یہاں قل نہ فرمانے سے کیوں کہ ایک بار ابولہب ابن عبد المطلب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں عرض کیا تھا ''تَبًّا لَكَ'' آپ تباہ ہو جائیں پروردگار عالم نے اس کلمہ ملعونہ کا بدلہ اور انتقام لیتے ہوئے خود فرمایا کہ ''تبت یدا ابی لھب وتب'' کہ ابولہب ہلاک ہو جائے اور وہ ہلاک ہو بھی گیا یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب آپ نہ دیں ہم خود جو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں اب اس سے جہاں ابولہب کی گمراہی ہلاکت وغیرہ کا ذکر ہوا ساتھ ہی ساتھ آقائے دو جہاں کی عزت وعظمت بارگاہ الٰہیہ میں معلوم ہوگئی انکی شان میں ادنیٰ بکواس کرنے والا خدائے پاک کا دشمن قرار پاتا ہے۔ ''من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب'' جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس کو اعلان جنگ دیتا ہوں (مشکوٰۃ)

صحابۂ کرام اہل سبیت عظام کے مناقب مکہ مکرمہ مدینہ منورہ کے فضائل جو قرآن کریم میں ارشاد ہوئے وہ حقیقت میں نعت مصطفیٰ ہی ہے اسی طرح آیات احکام کو دیکھئے کہ سب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ظاہر ہے۔ مثلاً قرآن میں جگہ جگہ نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا حج فرض فرمایا مگر کسی جگہ یہ نہیں فرمایا گیا کہ نماز کسی طرح پڑھو کتنی کتنی رکعتیں پڑھو اسی طرح یہ وضاحت بھی فرمائی کہ زکوٰۃ کون دے کتنے مال پر دے کس قدر دے حج کرو مگر تمام حج کے قاعدے نہیں بیان کیے جس کا منشا یہ ہے کہ احکام ہم نے بتا دیئے اب اگر ان احکام کی تفصیل اور طریقہ دیکھتا ہے تو ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک فعل اور قول کو دیکھ لو ان کی زندگی پاک ہمارے سارے احکام کی مکمل تفسیر ہے اور حق تو یہ ہے کہ نماز، روزہ حج وغیرہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوب اداؤں کا نام ہے ان کی ادائیں پیاری ہیں جو بھی اخلاص سے ان کی سی ادائیں کرے گے مقبول ہوگا۔

آیت (۱) ''هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ'' (پارہ ۲۷، سورہ حدید رکوع ۱) وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہ چھپا اور ہر وہ چیز جانتا ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ کے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ آیۃ کریمہ حمد الٰہی بھی ہے اور نعت مصطفیٰ بھی صلی اللہ علیہ وسلم حضور سب سے اول ہیں اور سب سے پیچھے اور سب پر ظاہر اور سب سے چھپے ہوئے اور حضور علیہ السلام ہر چیز کو جانتے ہیں اول تو اس طرح کہ دنیا وآخرت ہر جگہ سب سے اول ہی ہیں سب سے پہلے آپ کا نور پیدا ہوا جیسا کہ سرکار دو جہاں نے خود فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ۔ (مصنف)

جسماً تو حضرت آدم علیہ السلام حضور کے والد، ہیں مگر حقیقتاً حضور علیہ السلام والد آدم ہے بظاہر درخت سے پھول ہے مگر حقیقت میں پھول سے درخت ہے اس باغ عالم کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھول ہیں سب سے پہلے نبوت آپ کو عطا ہوئی خود فرماتے ہیں كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ میں اس وقت بھی نبی تھا جس وقت حضرت آدم علیہ السلام آب گل میں جلوہ گر تھے۔

میثاق کے دن اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب میں سب سے پہلے بلیٰ

فرمانے والے حضور علیہ السلام ہی ہیں بروز قیامت سب سے پہلے آپ کی قبرانور کھولی جائے گی بروز قیامت اول حضور کو سجدے کا حکم ملے گا سب سے پہلے حضور شفاعت فرمائیں گے اور شفاعت کا دروازہ حضور ہی کے دست اقدس سے کھلے گا اول حضور ہی جنت کا دروازہ حضور کھلوائیں گے اور حضور ہی جنت میں تشریف فرما ہوں گے بعد میں تمام انبیاء اول حضور ہی کی امت جنت میں جائیں گی بعد میں باقی امتیں غرض کہ ہر جگہ اولیت کا سہرا ان کے ہی سر پر ہے اول دن یعنی جمعہ حضور ہی کو دیا گیا۔

آیت (۲) ''وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ'' (پارہ سورہ بقرہ رکوع ۳)

یعنی اور اگر تم اے کافروں کچھ شک ہو اس کتاب میں جو ہم نے اپنے بندۂ خاص پر اتاری تو تم اس کی طرح ایک سورہ لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب مددگاروں کو بلا لو کفار مکہ کہتے تھے کہ قرآن کریم حضور ﷺ اپنی طرف سے بنا کر بتاتے ہیں اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے کہ انسانی مصنوعات کی پہچان یہ ہے کہ دوسرا انسان اس طرح کی چیز بنا سکے اور جو کسی انسان سے نہ بن سکے سمجھ لو کہ وہ خدائی مصنوع ہے جگنو اور چیونٹی اگر چہ کمزور چیزیں ہیں مگر کوئی بھی نہیں کہتا کہ وہ انسان کی بنائی ہوئی ہیں مگر ریل کا انجن اور بجلی اگر چہ بہت طاقتور ہیں مگر سب جانتے ہیں کہ انسان کی بنائی ہوئی ہیں کیوں؟ اس لیے کہ صدہا کارخانے انجنوں اور بجلی کے بنانے کے ہیں مگر چیونٹی اور جگنو بنانے کا کوئی کوئی بھی کارخانہ نہیں اس طرح یہاں فرمایا گیا کہ اگر قرآن کریم انسان کی بنائی ہوئی چیز ہے تو تم بھی ایسا قرآن بنالاؤ۔

بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن پاک کی تعریف ہو رہی ہے مگر غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس میں قرآن کی بھی تعریف ہے اور صاحب قرآن کی بھی تعریف ہے کہ حضور ﷺ مخلوق میں سے کسی کے شاگرد نہیں بلکہ استاذ الکل ہو کر تشریف فرما ہوئے بلا واسطہ پروردگار عالم انکو سکھانے والا اور وہ سیکھنے والے۔

قاعدہ ہے کہ بڑے استاذ کے شاگرد بھی بڑے ہوتے ہیں ایم اے کے ماسٹر کے پاس پڑھنا ہر ایک کا کام نہیں جن کا سکھانے والا پڑھانے والا پروردگار ہے تو سیکھنے والے محبوب کیسے علم وحکمت والے ہونگے اسی لیے فرمایا کہ سارے مددگاروں کو بلا لو دنیا بھر کے عالموں کو جمع کر کے مقابلہ کرو مگر نہ ہو سکے گا کیوں کہ سارے عالم مخلوق ہی سے پڑھ کے عالم بنے ہیں مخلوق کے شاگرد ہیں۔ وہ ذات کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں جو خالق کا شاگرد ہو اور مخلوق کا معلم علیہ الصلوٰۃ والسلام مفسرین نے ایک کے ایک معنیٰ یہ بھی کیے ہیں مثلہ کی ضمیر حضور ﷺ کی طرف لوٹتی ہے تو آیت کے معنیٰ یہ ہوئے کہ ایک سورۃ ہی ایسی لے آؤ جو کہ محمد رسول اللہ جیسی ذات کے مبارک منہ سے نکلی ہو یعنی اولاً تو کوئی یا ایسی شان والا محبوب دنیا میں ڈھونڈو پھر اس کے منہ سے ایسی آیت پڑھوا کر سنو۔ (خازن ومدارک وغیرہ)

اب کلام کا مقصد یہ ہے کہ نہ ان جیسی شان کا آسمان کے نیچے کوئی ملے گا نہ ایسا کلام سنا سکے گا جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بے مثل اور بے نظیر ہیں۔

حدیث پاک میں ارشاد ہوا ''اَيُّكُمْ مِثْلِيْ'' ''تم میں مجھ جیسا کون ہے دوسری جگہ ارشاد ہوا ''وَلٰكِنِّيْ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ'' لیکن ہم تمہاری طرح نہیں اور عقل کا بھی تقاضہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثل کوئی نہیں ہو سکتا۔

آیت (۳) ''يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ'' (پارہ ا، سورہ بقرہ رکوع ۲،)

یہ منافقین اللہ کو دھوکا اور مسلمانوں کو دونیا چاہتے ہیں اور نہیں فریب دیتے مگر اپنی جانوں کو اور یہ سمجھتے نہیں اس آیت میں بظاہر تو منافقین کی برائی اور ان کی عیب بیان ہو رہا ہے مگر بغور نگاہ دیکھا جائے تو ساتھ ہی ساتھ حضور ﷺ کی وہ عظمت ثابت ہو رہی ہے کہ سبحان اللہ تفسیر خازن میں اس آیت پر فرمایا کہ منافقین خدا کو کس طرح دھوکا دے سکتے ہیں جواب دیا کہ ''ذَكَرَ نَفْسَهٗ وَاَرَادَ بِهٖ رَسُوْلَهٗ وَفِيْ ذٰلِكَ تَفْخِيْمُ لِاَمْرِهٖ وَتَعْظِيْمُ لِشَانِهٖ'' یعنی فرمایا کہ منافقین اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں مگر اس سے مراد محبوب کی ذات پاک لی یعنی فرمایا کہ منافقین اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں مگر مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ محبوب علیہ السلام کو خدائے قدوس سے وہ قرب حاصل ہے کہ ان کو دھوکا دینے کی کوشش کرنا گویا کہ پروردگار کو دھوکا دینے کی کوشش کرنا ہے۔

مدارک نے فرمایا کہ یہ آیت ایسی ہی ہے جیسی کہ بیعت کے بارے میں فرمایا گیا کہ اے محبوب جو آپ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے فرمایا گیا کہ اے محبوب آپ نے جو کنکر پھینکے آپ نے نہ پھینکے بلکہ آپ کے رب نے نہ پھینکے۔

سبحان اللہ محبوب کے فعل کو اپنا فعل فرمایا گیا اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری آیت کریمہ موجود ہیں جس میں حضور ﷺ کی عظمت وصفت کا ذکر ہے بہت ساری آیۃ کریمہ ہی نہیں بلکہ پورا قرآن ہی نبی کی شان وعظمت میں اتارا گیا ہے۔

□□□

تنقید و احتساب

ڈاکٹر طاہر القادری کا فلسفۂ اتحاد !

ڈاکٹر غلام زرقانی قادری
اسسٹنٹ پروفیسر لون اسٹار کالج ہیوسٹن

اس میں دورائے نہیں کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے درمیان ہزار اختلافات کے باوجود ایک رشتہ بہرحال موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ سب کا پروردگار ایک ہے، یعنی سارے انسانوں کا خالق بس اللہ ہے اور وہی سب کو رزق بھی فراہم کرتا ہے۔ گویا مخلوق ہونے کی حیثیت سے ہم سب اسی کے بندے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ بعض اسے اپنا پالنہار حقیقی تسلیم کرتے ہیں اور اپنی جبین نیاز اسی واحد و یکتا کی چوکھٹ پر جھکاتے ہیں، جب کہ دوسرے وہ ہیں جو نہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی بارگاہ میں سر جھکاتے ہیں۔ اس طرح ایک حیثیت سے دونوں طبقے ایک دوسرے کے قریب آتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، لیکن ایمان و یقین کے پس منظر سے دونوں میں بلا کی دوری ہوجاتی ہے۔ یہ بعد اس شخص کے لیے مزید بڑھ جاتا ہے جس کے نزدیک ایمان و یقین دنیا کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہوجائے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ایک مسلم اور کافر کے درمیان ایسی خلیج ہونی چاہیے کہ دونوں ایک دوسرے کی شکل تک نہیں دیکھ سکیں، بلکہ مدعا صرف اس قدر ہے کہ دونوں کے درمیان وہ بات نہیں ہوتی ہے جو کسی دو اپنوں کے بیچ ہوا کرتی ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں غیروں کے ساتھ تعلقات کے پیمانے ازسرنو گڑھے جارہے ہیں۔ "اسلامی رواداری" کے بھاری بھرکم اصطلاح کے پس پردہ بعض ترقی پسند علماء نے ہولے ہولے اس طرف قدم بڑھانا شروع کردیا ہے کہ جس کی انتہاء سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ایمان و کفر کے درمیان بلند و بالا فصیل کا قد چھوٹا ہوجائے۔ احتیاط کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھام کر بھی کم از کم اتنا تو کہا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر طاہر القادری نے اتحاد و یگانگت کا جو فلسفہ پیش کیا ہے، وہ ایک نہ ایک دن حق و باطل کے درمیان آمیزش کا پیش خیمہ بن جائے گا۔ اب ہم ذیل میں اس حوالے سے پہلے ڈاکٹر طاہر القادری کے افکار پیش کریں گے اور پھر عدل وانصاف کے آئینے میں ان کی موثوقیت کا جائزہ لیں گے۔

اہل کتاب بھی ایمان والے ہیں؟

مذہبی نقطۂ نگاہ سے بنیادی طور پر قرآن مقدس کے مطابق دنیا کے انسانوں کو چار طبقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، یعنی مؤمن، منافق، اہل کتاب اور کافر۔ اس حوالے سے بطور شواہد کئی آیتیں نقل کی جاسکتی ہیں، لیکن طوالت سے بچنے کے لیے یہاں صرف ایک ایک پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔

{ قَدْاَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ } [۱] یعنی بے شک ایمان والے مراد کو پہنچے۔ {اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ج لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا } [۲] یعنی بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔ {يَآاَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ } [۳] یعنی اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں خلط ملط کرتے ہو اور جانتے بوجھتے حق کو کیوں چھپاتے ہو۔ {يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا } [۴] یعنی اے ایمان والو! مسلمانوں کے سوا کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ، کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لیے صریح حجت قائم کرلو۔

یہ پوری تقسیم اختصار کے ساتھ اس طرح سمیٹی جاسکتی ہے کہ جو دل اور زبان دونوں سے مبادیات دین کا اقرار کرلے وہ "مؤمن" ہے اور جو صرف دکھاوے کے لیے زبان سے تو مبادیات دین کا اقرار کرے، لیکن دل سے قائل نہ ہو وہ "منافق" ہے، پھر جو دل اور زبان دونوں سے ان مبادیات کو تسلیم نہ کرے وہ "کافر" ہے، نیز وہ جو پچھلی آسمانی کتابوں پر ایمان رکھے گرچہ وہ تحریف شدہ ہی ہوں تو وہ قرآنی اصطلاح میں "اہل کتاب" کہلاتے ہیں۔

اب ذرا دل تھام کر ڈاکٹر طاہر القادری کے اختراعی ذہن سے نکلی ہوئی تقسیم پڑھیے:

''پوری دنیا کی جو تقسیم کی جاتی ہے وہ Believers اور Non-Believers کی کی جاتی ہے۔ Non-Believers کفار کو کہتے ہیں علمی اصطلاح میں، اور Believers اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی بھیجی ہوئی وحی پر، آسمانی کتابوں پر، پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں، مذہب ان کا کوئی بھی ہو۔ تو جب Believers اور Non-Believers کی تقسیم ہوتی ہے تو یہودی عقیدے کے ماننے والے لوگ اور مسیحی برادری اور مسلمان یہ تین مذاہب Believers میں شمار ہوتے ہیں، یہ کفار میں شمار نہیں ہوتے۔'' ۵

آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ کس طرح ایک ہی جملے سے حق و باطل کے درمیان کھڑی ہوئی مستحکم دیوار منہدم ہوری ہے۔ اسلامی سرمایہ کتب میں ایمان والوں کے لیے Believers کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور غیر مسلموں کے لیے Non-Believers کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری کے مطابق یہودی اور عیسائی بھی ایمان والے ٹھہرے۔ اس تشریح کے تسلیم کرنے کے بعد کئی طرح کی الجھنیں سر ابھارتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں:

۱۔ اگر عیسائی اور یہودی بھی ''ایمان والے'' ہیں تو پھر ان سے قرآن ایمان لانے کا مطالبہ کیوں کر رہا ہے؟ {وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ} ۶ ترجمہ: اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا۔

۲۔ اگر عیسائی اور یہودی بھی ''ایمان والے'' ہیں تو پھر لازمی طور پر یہ ماننا ہوگا کہ ''ایمان والوں'' کے حق میں جو بشارتیں قرآن و حدیث میں وارد ہوئیں ہیں وہ سب کی سب اہل کتاب کے لیے بھی تسلیم کر لی جائیں؟ جب کہ قرآن یہ کہتا ہے کہ جب تک اہل کتاب ''ایمان والوں'' کی فہرست میں داخل نہ ہو جائیں انہیں آخرت کا اجر و ثواب نہیں مل سکتا۔

دلیل کے لیے یہ آیت کریمہ دیکھیے: {وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ} ۷
ترجمہ: اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور انہیں چین کے باغوں میں لے جاتے۔

۳۔ ایک دوسرے زاویہ نگاہ سے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی یہ فکر بڑی ہی خطرناک راستے پر چلی جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ''Believers اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی بھیجی ہوئی وحی پر، آسمانی کتابوں پر، پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں'' اور خواہ یہودی ہوں یا عیسائی وہ نہ ساری کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی سارے رسولوں پر، لیکن اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب انہیں ''ایمان والے'' تسلیم کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ دو حال سے خالی نہیں؛ یا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ قرآن اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر بھی ایک شخص ''ایمان والا'' ہو سکتا ہے، یا پھر یہ کہ جب آسمانی کتابوں اور پیغمبروں کو تسلیم کرنے والا ''ایمان والا'' ہے اور یہودی نیز عیسائی ایمان والے ہیں تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نہ قرآن آسمانی کتاب ہے اور نہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی پیغمبروں کی صف میں شامل ہیں، جبھی تو ان کے بغیر بھی وہ ''ایمان والے'' ہو گئے۔ (العیاذ باللہ)

۴۔ بہت ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ ڈاکٹر طاہر القادری نے یہود و نصاریٰ پر Believers کا اطلاق کرتے ہوئے لفظ کا لغوی معنی مراد لیا ہے نہ کہ اصطلاحی معنی، یعنی یہود و نصاریٰ بھی بعض انبیاء اور سابقہ کتابوں پر یقین رکھنے کے دعوے دار تو بہر حال ہیں، تو میں کہوں گا کہ یہ مفہوم تو ''اہل کتاب'' کی اصطلاح سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے اور اس حوالے سے امت میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے، پھر آخر کس جذبے میں انہیں بھی مسلمانوں کی صف میں شامل کیا جا رہا ہے؟ آپ مانیں یا نہ مانیں موصوف کی اس جدید اصطلاح کے پس پردہ کچھ نہ کچھ تو ہے، ورنہ اس زحمت میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کوئی جدید فکر دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے، لیکن بات ایسی دھماکہ خیز ہوتی ہے کہ وہ اس کی یکلخت نقاب کشائی کے رد عمل سے بچنے کے لیے ہولے ہولے چلمن اٹھانے کو ترجیح دیتا ہے۔ پھر جب بہت حد تک حالات سازگار محسوس ہونے لگتے ہیں تو پس چلمن وہ منحوس چہرا سامنے کھڑا دکھائی دیتا ہے کہ عقل ششدر و حیران رہ جاتی ہے اور زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ بعینہ یہی تاثر آپ آنے والے صفحات میں محسوس کریں گے اور پھر میری اس فکری توجیہ کی صداقت کے قائل ہو جائیں گے۔

۵۔ اب تک تو ہم یہی سمجھتے آ رہے تھے کہ قابل قبول مذہب صرف ایک ہے اور وہ ہے ''اسلام''، لیکن ڈاکٹر صاحب کی مندرجہ بالا تشریح سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے ماننے

والے بھی "مسلمانوں" کی صف میں کھڑے ہونے کے مجاز ہیں۔ غضبناک لب و لہجے کا ذرا تیور تو ملاحظہ کیجیے:

" اور Believers اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی بھیجی ہوئی وحی پر، آسمانی کتابوں پر، پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں، مذہب ان کا کوئی بھی ہو"

بات بالکل صاف ہے کہ ایک شخص کسی بھی مذہب کا پیروکار ہو، وہ بعض صورتوں میں بہر حال "ایمان والا" کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ ذرا غور کیجیے کہ اختراعی عقل و خرد کی رفاقت میں چلتے ہوئے موصوف کس بند گلی میں پہنچ گئے ہیں۔ اس فہم و فراست پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے کہ غیروں کی دلبستگی کے نشے میں خود اپنا ہی سرمایہ افتخار داؤں پر لگا دیا۔ یہ مقام ہنسنے کا نہیں بلکہ کھلی آنکھوں سے مستقبل کے ان دردناک لمحات کے ادراک کا ہے جب "ایمان والے" اور "بے ایمان والوں" کے درمیان حد فاصل کھینچنا دشوار ہو جائے، کبھی غیروں کو اپنا سمجھا جائے اور کبھی اپنے غیروں کی صفوں میں جاتے ہوئے محسوس ہوں اور پھر حق و باطل کا سارا تصور غبار آلود ہو جائے۔

قرآن کریم نے کس طرح مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان مضبوط فصیل قائم کی ہے ذرا ملاحظہ فرمائیں اور یہ بھی دیکھیں کہ اللہ رب العزت نے یہود و نصاریٰ کو آپس میں ایک دوسرے کا ساتھی بتایا ہے۔

{يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ، بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ، وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ} ۸ ترجمہ: اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو اپنا ہمدم و رفیق نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست و مددگار ہیں، اور تم میں جو بھی ان کا اپنا دوست بنائے گا وہ بلا شبہ انہیں میں سے سمجھا جائے گا، بے شک اللہ ظالموں کے لیے راہ ہدایت کشادہ نہیں فرماتا۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ اللہ رب العزت کو جب یہ پسند نہیں ہے کہ غیروں کے ساتھ ہدایت یافتہ خوش نصیبوں کے دوستانہ مراسم قائم ہوں، تو پھر اسے یہ کیوں کر پسند ہوگا کہ مذہبی نکتۂ نگاہ سے اپنوں اور غیروں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا جائے؟ اسی سے ساتھ اس بات کی وضاحت بھی کی جا رہی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ضرور ہیں، لیکن تمہیں اس بات کی اجازت نہیں کہ تم انہیں اپنا دوست بناؤ۔

۲۔ یہود و نصاریٰ کو "اہل کتاب" کی اصطلاح سے پکارا ضرور گیا ہے، لیکن نتیجے کے اعتبار سے انہیں بھی کافروں کے زمرے میں شمار کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے قرآن کریم کی یہ آیت ملاحظہ کریں

{وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰۤئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا، اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ} ۹ ترجمہ: اور نہ وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو، کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا؟

اس کا مفہوم یہ ہے کہ فرشتوں اور انبیاء کو اپنا پروردگار قرار دینا کفر ہے اور کسی شک و شبہ سے بالاتر ہو کر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہود نے عزیر علیہ السلام کو اپنا رب بنایا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا۔ اس طرح ایک جہت سے یہ دونوں بھی کافروں کے زمرے میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس آیت کی بنیاد پر یہ رائے قائم کی کہ کفر کے مختلف چہرے دراصل ملت واحدہ ہیں۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

" اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ کفر ملت واحدہ ہے، کیونکہ جنہوں نے فرشتوں کو رب بنایا وہ صابئین اور بت پرست تھے، اور جنہوں نے نبیوں کو رب بنایا وہ یہود، نصاریٰ اور مجوس تھے، اس اختلاف کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان سب کو کافر فرمایا ہے۔ " ۱۰

خدارا عدل و انصاف کی رفاقت میں اس آیت کریمہ کے پیمانے پر ڈاکٹر طاہر القادری کی متذکرہ بالا عبارت کو رکھیں اور اپنے ضمیر کی آواز سننے کے لیے گوش بر آواز رہیے۔ موصوف کے اختراعی ذہن و دماغ کی گود میں پرورش پانے والی فکر و نظر کی کارفرمائیوں پر غور کریں اور دوسری طرف قرآن کریم کے جلوہائے گوناگوں کے پس پردہ احکامات الٰہی کے روشن و تابناک نقوش سے راہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ دیکھیں تو سہی کہ کہاں موصوف کی فکر جو یہود و نصاریٰ کو بھی مسلمانوں کی صف میں شامل کر رہی ہے اور کہاں قرآن مقدس کا واضح پیغام کہ وہ کتاب والے ہیں، بلکہ کفر کی دہلیز تک پہنچے ہوئے ہیں؟ کس قدر بعد ہے؟

خیال رہے کہ اپنے نہاں خانۂ دل میں کسی کے لیے قدر و منزلت کے جذبات رکھنا معیوب نہیں، لیکن یہی قدر و منزلت اگر تسلیم حق کے درمیان حجاب بن جائے تو وہ معیوب ہی نہیں، قابل مذمت بھی ہے۔ اس لیے مؤدبانہ درخواست ہے کہ غیر جانبدار ہو کر صرف تلاش حق کے جذبے میں ہی میری یہ معروضات پڑھی جائیں۔

میں اپنی گفتگو کا اختتام قرآن کریم کی اس آیت پر کر رہا ہوں، جس کے ترجمے و تفسیر کے لیے میں نے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی کتاب "عرفان القرآن" ہی کا سہارا لیا ہے۔ خیال رہے کہ اس ترجمہ و تفسیر میں ایک حرف کا بھی میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہیں

کر رہا ہوں کہ خود انہیں کے نوک قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کچھ پیغام دے رہے ہیں، از راہ کرم ذرا کان لگا کر سنیئے!

{فَتَرَى الَّذِيْنَ فِي قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ، فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ} ۱۱ ترجمہ: "سو آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں گے جن کے دلوں میں (نفاق اور ذہنوں میں غلامی کی) بیماری ہے کہ وہ ان (یہود ونصاری) میں (شامل ہونے کے لیے) دوڑتے ہیں، کہتے ہیں ہمیں خوف ہے کہ ہم پر کوئی گردش (نہ) آجائے (یعنی ان کے ساتھ ملنے سے شاید ہمیں تحفظ مل جائے) تو بعید نہیں کہ اللہ (واقعۃ مسلمانوں کی) فتح لے آئے یا اپنی طرف سے کوئی امر (فتح وکامرانی کا نشان بنا کر بھیج دے) تو یہ لوگ اس (منافقانہ سوچ) پر جسے یہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں شرمندہ ہو کر رہ جائیں گے۔" ۱۲

حوالہ: ۱۔ سورہ مؤمنون، آیت: ۱۔ ۲۔ سورہ نساء، آیت: ۱۴۵۔ ۳۔ سورہ آل عمران، آیت: ۱۷۔ ۴۔ سورۂ نساء، آیت: ۱۴۴۔ ۵۔ یوٹیوب پر خطاب۔ ۶۔ سورہ آل عمران، آیت: ۱۱۰۔ ۷۔ سورۂ مائدۃ، آیت: ۶۵۔ ۸۔ سورہ مائدہ، آیت: ۵۱۔ ۹۔ سورہ آل عمران، آیت: ۸۰۔ ۱۰۔ تبیان القرآن، ج: ۲، ص: ۲۲۷، فرید بک سٹال لاہور۔ ۱۱۔ سورہ مائدہ، آیت: ۵۲۔ ۱۲۔ عرفان القرآن، ص: ۱۷۱، منہاج القرآن پبلیکیشنز۔

تقریب کرسمس کا انعقاد:

دیگر مذاہب کے درمیان ہم آہنگی کے فروغ کے لیے منہاج القرآن کے زیر اہتمام باقاعدہ کرسمس کی تقریب منائی گئی، جس میں ڈاکٹر طاہر القادری کے علاوہ بعض مسیحی پادریوں نے بھی شرکت کی۔ اسٹیج کی پشت پر جو بینر آویزاں ہے، اس کی عبارت کچھ اس طرح ہے:

Minhajul Quran International
Welcome & Wishes
Merry Christmas
To Christian Brothers and Sisters
Dr. Muhammad Tahirul Qadri
Muslim Christian Dialogue Form 1

مندرجہ بالا بینر سے یہ امر اچھی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ کرسمس کی تقریب کا انعقاد منہاج القرآن نے کیا تھا جس میں ڈاکٹر طاہر القادری کی بھرپور شرکت شہادت دے رہی ہے کہ یہ تقریب ان کی مرضی سے منعقد کی گئی تھی۔ اس پروگرام میں پادریوں کی موجودگی میں کیک کاٹا گیا۔ ظاہر ہے کہ جس کے نزدیک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے حوالے سے ہونے والی محفل اور تقریب کرسمس ایک جیسی ہو تو پھر کرسمس کیوں نہ منائے۔ دل پہ ہاتھ رکھ کر ذرا سنیئے گا: ۱۲ ربیع الاول اور کرسمس ڈے کو ایک جیسی اہمیت حاصل ہے۔ (طاہر القادری) ۲

یقین جانیے کہ متذکرہ بالا عبارت سے مقصود صرف تذکرہ ولادت عیسی علیہ السلام ہوتا تو شاید کسی کو اعتراض نہ ہوتا کہ ہم تلاوت قرآن کریم کے ذیل میں ولادت عیسی علیہ السلام کا تذکرہ بار ہا پڑھتے رہتے ہیں، لیکن یہاں معاملہ ذکر ولادت عیسیٰ علیہ السلام کی محفل سجانے کا نہیں ہے، بلکہ "تقریب کرسمس" کے انعقاد کا ہے۔ اس وضاحت کے بعد دو طرح کے سوالات سامنے آکھڑے ہوتے ہیں:

۱۔ کیا تقریب کرسمس عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے؟

۲۔ اور اگر مذہبی شعار ہے تو پھر کیا ہمیں اس بات کی اجازت ہے کہ ہم دوسروں کے مذہبی شعار کو اپنائیں؟

پہلے سوال کے جواب کے لیے عیسائی دنیا میں ہونے والی کرسمس کی تقریبات کا جائزہ لیں۔ بغیر کسی ادنی جھجک کے آپ یہ کہے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ "کرسمس" عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے۔ جس کے اثبات کے لیے مندرجہ ذیل نکات پر غور کریں:

۱۔ کرسمس کی تقریبات کے موقع پر ساری عیسائی دنیا میں سرکاری تعطیل ہوا کرتی ہے۔

۲۔ اس موقع پر لوگ اپنے گرجا گھروں میں جاتے ہیں، جہاں خصوصی عبادت کا اہتمام ہوتا ہے۔

۳۔ تقریب کرسمس کی قیادت عیسائیوں کے مذہبی رہنما کرتے ہیں۔

۴۔ عیسائی جن کی یاد میں کرسمس مناتے ہیں وہ ان کے مذہب کے مطابق خدا کا درجہ رکھتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

۵۔ عیسائی اس موقع پر ایک دوسرے کو Marry Christmas کہتے ہیں۔

آپ محسوس کر رہے ہیں کہ کرسمس کی تقریب کا براہ راست تعلق عیسائیوں کی عبادتگاہوں تک جا پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی ممالک میں تعطیل عام کے ذریعہ اس تقریب کا اہتمام کیا جا رہا ہے، نیز ان کے مذہبی پادری خصوصی عبادت کا اہتمام کر رہے ہیں اور اپنے عقیدے کے مطابق دعائیں مانگی جا رہی ہیں۔ ان زمینی حقائق کے بعد یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ کرسمس بلاشبہ عیسائیوں کا مذہبی تہوار ہے۔ پھر یہ بھی تو دیکھئے کہ ہم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی حیثیت سے جشن ولادت مناتے ہیں جب کہ عیسائی اپنے عقیدے کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کی حیثیت سے تقریب کرسمس کا اہتمام کرتے ہیں۔ لہذا دونوں طرح کی تقریبات کسی بھی حیثیت سے ایک جیسی نہیں

ہوسکتی۔ ہوسکے تو دل پر جبر کر کے ایک بار اس عبارت کو دوبارہ پڑھیے:
۱۲ ربیع الاول اور کرسمس ڈے کو ایک جیسی اہمیت حاصل ہے۔(طاہر القادری)

سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے کہ کس حیثیت سے دونوں تقریبات ایک جیسی اہمیت کی حامل ہوگئیں، جب کہ پہلی تقریب تو ایک نبی کی جشن ولادت کے موقع پر منعقد ہوتی ہے اور دوسری ان کے عقیدے کے مطابق ایک خدا کی جشن ولادت کی تقریب ہے۔ الاماں والحفیظ

اور یہیں سے یہ بات بھی ثابت ہوجاتی ہے کہ جب کرسمس دراصل ایک مصنوعی خدا کی ولادت کا جشن ہے تو پھر کرسمس میں کسی مسلمان کی شرکت کیونکر جائز ہوسکتی ہے، چہ جائے کہ کسی مذہبی ادارے میں اہتمام کے ساتھ کرسمس کی تقریب منعقد کی جائے؟

امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''کفار میں امور دنیوی مثل تجارت وغیرہا میں موافقت کی جاسکتی ہے جہاں تک مخالفت شرع نہ ہو، مگر ان کے امور مذہبی میں موافقت اور وہ بھی معاذ اللہ اس حد تک ضرور لعنت الٰہی اترنے کی باعث ہے۔۔۔۔ '' ۳

غیروں کی مذہبی تقریبات میں شرکت پر سخت وعید آئی ہے، مثال کے طور پر وہ حدیث ملاحظہ فرمائیں جسے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے زیر بحث موضوع کے حوالے سے جواب دیتے ہوئے نقل فرمایا ہے؛ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: '' **من کثر سواد قوم فھو منھم** '' ۴ ترجمہ: جو کسی قوم کا جتھا بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔

یہ بات کہنے کی نہیں کہ جب موصوف عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کرسمس کو یکساں اہمیت کی حامل تقریبات قرار دے رہے ہیں تو بلاشبہ وہ کرسمس کے انعقاد سے راضی بھی ہیں۔ ذرا دیکھیے تو سہی کہ اس شخص کے بارے میں شریعت اسلامیہ کی رائے کیا ہے جو کسی غیر کے مذہبی تہوار سے راضی ہو؟ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

'' **من رضی عمل قوم کان شریک من عمل بہ** '' ۵

ترجمہ: جو کسی قوم کا کوئی کام پسند کرے وہ اس کام کے کرنے والوں میں شریک ہے۔ ضبط وشکیب کی قوت اب بھی باقی ہو تو اسے بھی پڑھیے جسے سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے نقل کر کے معتمد بنادیا ہے۔'' **اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالو فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترک المضاجعة عندھم حال الحیض حسن فھو کافر** '' ۶ ترجمہ: ہمارے مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا تو وہ کافر ہوگیا، انہوں نے یہاں تک شدت اختیار فرمائی کہ اگر کسی شخص نے مجوسیوں کے بارے میں کہا کہ کھانے کے دوران ان کا خاموش رہنا اچھی بات ہے یا ایام ماہواری میں عورت کے پاس نہ لیٹنا عمدہ بات ہے تو وہ کافر ہے۔

غضبناک لب ولہجے کا تیور ملاحظہ کریں کہ غیروں کی مذہبی روایات کی تحسین کس قدر خطرناک ہے؟ اور اسی سے اندازہ لگائیں کہ جب غیروں کے مذہبی اقدار کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا کفر ہے تو پھر اس طرح کی محفلوں کا انعقاد کس قدر قابل مذمت ٹھہرے گا۔

غیروں کے تصور الٰہ کی عمومیت کا نعرہ:

چند ماہ قبل برطانیہ میں منہاج القرآن کے زیر اہتمام ایک امن کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں نہ صرف دنیا کے دیگر مذاہب کے ماننے والے موجود تھے، بلکہ ان کے مذہبی رہنماؤں نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے دوسرے مذاہب کے رہنماؤں کو دعوت دی کہ وہ سب اپنی مذہبی روایات کے مطابق اپنے اپنے خداؤں کو پکاریں۔ ڈاکٹر صاحب نے انہیں متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ

" Allah means God nothing else. It is not speacial thing for Muslims. Allah is Arabic word for God, for Brahma, for Lord, for the creator you know. You can raise any word specified for lord according to your own religion. Let us remember our lord according to our traditions and religions. " ۷

ترجمہ: اللہ کا مطلب گاڈ، اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ یہ مسلمانوں کے نزدیک کوئی خاص چیز نہیں ہے۔ اللہ عربی زبان کا لفظ ہے گاڈ کے لیے، براہما کے لیے، لورڈ کے لیے اور پیدا کرنے والے کے لیے جیسا کہ آپ سب اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ کے اپنے مذہب کے مطابق خدا کے لیے جو بھی لفظ مقرر ہوا سے پکار سکتے ہیں۔ آیئے ہم سب اپنے اپنے مذاہب و روایات کے مطابق اپنے خدا کو یاد کرتے ہیں۔

بہت ممکن ہے کہ ابتدائی جملے کی کسی حد تک تاویل کر دی جائے کہ اللہ صرف مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ وہ تو اس کا بھی ہے جو اسے تسلیم کرتے ہیں اور اس کا بھی جو اسے تسلیم نہیں کرتے، لیکن اس کے بعد کے کلمات نہایت ہی تکلیف دہ اور اذیت ناک ہیں۔ اگر دینی غیرت وحمیت کے جذبات موجود ہوں تو سوچیے گا کہ کیا ہم جسے اللہ کہتے ہیں، ہندو بھی اسے ہی براہما کہتے ہیں اور بودھسٹ بھی اسے ہی بودھا سمجھتے

ہیں، نیز کیا عیسائی بھی اسے ہی گاڈ کہتے ہیں؟ آپ کا جواب نفی میں ہو اور یقینا ہوگا تو پھر مندرجہ بالا جملوں کے حوالے سے آپ اپنے ضمیر کا فیصلہ سننے کے لیے گوش برآواز رہیے۔

اس غیر ذمہ دارانہ طرز مخاطبت کا دوسرا خطرناک پہلو یہ ہے کہ ایک دینی تحریک کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام میں غیروں نے اپنے فرضی خداؤں کو برملا پکارا اور ان کی تعریفیں کیں۔ سوچتا ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ مسلمانوں نے کس طرح یہ گوارا کرلیا کہ ان کے پروگرام میں اور انہیں کی آنکھوں کے سامنے کفر و شرک کی صدائیں بلند ہوتی رہیں اور وہ خاموش تماشائی بنے رہیں؟ ایسے تکلیف دہ حالات میں مسلمانوں سے توقع تو یہ کی جاتی ہے کہ وہ بلا تاخیر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوں۔ واضح رہے کہ یہ میری ذاتی رائے نہیں، بلکہ ضابطہ خداوندی ہے۔ کان دھریے کہ قرآن پکار رہا ہے: ''**وَاِذَارَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَافَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْافِیْ حَدِیْثٍ وَاِمَّایُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ**'' ۸ ترجمہ: اے مخاطب! جب تم یہ دیکھو کہ لوگ ہماری آیتوں کو طعن و تشنیع کا موضوع بنائے ہوئے ہیں تو تم ان سے دور ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ موضوع سخن تبدیل کرلیں، ہاں اگر شیطان کے بہکاوے سے خیال نہ رہے اور اس طرح کی مجلس میں بیٹھ گئے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھے رہو۔ (فیضان القرآن)

آپ ملاحظہ کررہے ہیں کہ کتنی وضاحت کے ساتھ ہمیں ہدایت دی جارہی ہے کہ جب آیات الٰہیہ کا مذاق اڑایا جائے تو ہم ایسی محفلوں سے دور ہو جائیں، اور اگر بھولے سے بیٹھے رہے تو یاد آتے ہی فوراً اٹھ کھڑے ہوں۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مندرجہ بالا آیت میں ''آیات الٰہیہ'' سے اللہ کی ہدایات مراد ہیں اور شک نہیں کہ اللہ کی یکتائی کے خلاف جو کلمات غیروں نے ادا کیے ہیں وہ ''آیات الٰہیہ'' کے تمسخر اڑانے کے مترادف ہیں۔ یہ ضابطہ الٰہی سن چکے تو لگے ہاتھوں وہ غضبناک وعید بھی سن لیں جو ایسے لوگوں کے بارے میں آئی ہے جنہوں نے اپنے آپ کو اس قسم کی محفلوں سے دور نہ رکھا۔ ''**وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُکْفَرُ بِهَا وَیُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ**'' ۹ ترجمہ: اور یہ تو تم پر کتاب کریم میں نازل کردیا ہے کہ جب تم اللہ کی نشانیوں کی تکذیب کرتے ہوئے سنو یا یہ دیکھو کہ انہیں ہنسی میں اڑایا جارہا ہے تو پھر ایسے لوگوں کی مجلس سے اٹھ جاؤ یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرنے لگیں اور اگر ایسا نہ کیا تو تم بھی انہیں میں سے شمار کیے جاؤ گے۔

ان کی مجالست سے اعراض نہ کرنے کی صورت میں قرآن کریم کے مطابق منافقین میں سے شمار کیے جانے کا مفہوم بیان کرتے ہوئے امام بیضاوی فرماتے ہیں: '' **فی الاثم لانکم قادرون علی الاعراض عنهم والانکار علیهم اوالکفر ان رضیتم بذالک** '' ۱۰ ترجمہ: یعنی تم بھی ان کے ساتھ گناہ میں شریک ہوگے کیونکہ تم وہاں سے ہٹنے پر بھی قادر تھے اور تردید کرنے پر بھی، یا پھر ان کے ساتھ کفر میں شریک ہوجاؤ گے جب کہ تم ان کے استہزا پر راضی رہے۔

بہرکیف ان تشریحات سے کم از کم اس قدر تو واضح ہے کہ جب مسلمانوں کو ایسی محفلوں سے سختی کے ساتھ دور رہنے کا حکم ہے جن میں ہدایات الٰہیہ کا مذاق اڑایا جائے، تو اس طرح کی محفلوں کا اہتمام کرنا کس قدر قابل غم و افسوس ہوگا۔ یعنی جب غیروں کی ان محافل میں جانے سے بچنے کا حکم ہے جہاں اسلامی تہذیب وروایات کا برسرعام مذاق اڑایا جارہا ہو، تو خود مسلمانوں کا انہیں دعوت دے کر مبادیات اسلام کے مذاق اڑانے کا موقع فراہم کرنا کس درجہ قابل مذمت واستنکار ہوگا۔

مفہوم کی مزید وضاحت کے لیے ایک واقعہ سنتے چلیے جسے علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے: '' **قد روی عن عمر بن عبدالعزیز انه اخذقوما یشربون الخمر، فقیل له عن احد الحاضرین، انه صائم فحمل علیه الادب وقرأهذه الآیة** '' ۱۱ ترجمہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک ایسی جماعت کو گرفتار کیا جو شراب پی رہی تھی، ان سے کہا گیا کہ حاضرین میں سے ایک روزہ دار ہے، لیکن آپ نے جرم میں اسے بھی شریک کیا اور مندرجہ بالا آیت کریمہ پڑھی۔

اس پروگرام کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ جب دیگر مذاہب کے لوگوں کو ان کے مذہبی روایات و مراسم کے مطابق اپنے اپنے خدا کو پکارنے کی نہ صرف اجازت بلکہ دعوت دی گئی تو اس سے بجا طور پر یہ گمان ہوتا ہے کہ دعوت دینے والا ان کے اس فعل سے راضی تھا۔ اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ کسی کے کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔ کھلی آنکھ سے یہ عبارت پڑھیے: '' **هذا یدل علی ان من رضی بالکفر فهو کافر** '' ۱۲ ترجمہ: اس آیت سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ کسی کے کفر سے راضی رہنا بھی کفر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام کہتے ہیں کہ جب کوئی اسلام قبول کرنا چاہے تو کسی ادنی تاخیر کے بغیر اسے کلمہ پڑھا دینا چاہیے اور پھر ہوسکے تو کسی عالم دین کے پاس لے جائیں تا کہ وہ ضروریات دین

سکھا کر اس کے لیے دعائے خیر کرے۔

۱۔ یوٹیوب ۔۲۔ تراشہ اخبار، لاہور پاکستان ۔۳۔ فتاوی رضویہ، ج:۲۱، ص: ۴۔۱۲۸۔ کنز العمال، حدیث:۲۴۲۸۱۔۵۔ القاصد الحسنۃ للسخاوی، ج:۱، ص:۱۱۴۔۶۔غمز عیون البصائر، ج:۱، ص: ۲۹۵۔۷۔یوٹیوب۔۸۔القرآن الکریم، سورۃ: ۶، آیت :۶۸۔۹۔القرآن الکریم، سورۃ: ۴، آیت :۱۴۰۔۱۰۔تفسیر بیضاوی، ج:۲، آیت:۲۶۸۔۱۱۔تفسیر القرآن للقرطبی، ج:۵، ص:۴۱۷۔۱۲۔تفسیر کبیر للامام رازی، ج:۵، ص:۴۱۷

اہل کتاب کو مساجد میں عبادت کرنے کی دعوت:

منہاج القرآن کے زیرا ہتمام تقریب کرسمس بڑی ''شان وشوکت'' کے ساتھ منعقد ہوئی۔ جس میں منہاج القرآن کے عہدیداران، رضا کار اور شہر کے عمائدین نے شرکت کی، ساتھ ہی ساتھ اسٹیج پر چند عیسائی پادری بھی موجود رہے تا کہ مذاہب کے درمیان ''ہم آہنگی'' کا تصور فلسفہ وخیال کی غیر مرئی پرچھائیوں سے نکل کر حیز وجود میں منتقل ہوتا ہوا دکھائی دے۔ اس موقع پر تنظیم کے بانی ڈاکٹر طاہر القادری صاحب بھی رونق بزم تھے۔ آپ نے اپنی تقریر کے دوران پادریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''۔۔۔۔ آپ اپنے گھر میں آئے ہیں، قطعاً کسی دوسری جگہ پہ نہیں ۔آپ کی عبادت کا وقت ہوجائے ۔ ابھی مسلمان عبادت مسجد میں کریں گے۔ اگر آپ کی عبادت کا وقت ہوجائے تو مسجد منہاج القرآن کسی ایک event کے لیے نہیں کھولی تھی ابدالآباد تک کے لیے کھلی ہے۔'' ۱

بلاشبہ ڈاکٹر طاہر القادری میدان خطابت کے بادشاہ ہیں، لیکن نہ جانے کیوں مندرجہ بالا گفتگو بہت حد تک بے ربط سی لگتی ہے، لیکن زیر بحث موضوع پر ان کے دیگر بیانات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ موصوف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ منہاج القرآن کے زیر اہتمام چلنے والی مساجد میں عیسائیوں کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی کھلی اجازت ہے وہ جب چاہیں آئیں اور عبادت کریں۔

اپنی اس فکر پر جس واقعے کو طاہر القادری نے بطور استدلال پیش کیا ہے اسے تاریخ اسلامی میں وفد نجران کی مدینہ منورہ آمد کے حوالے سے یاد کیا جاتا ہے۔ ہوا یہ تھا کہ نجران سے چند افراد پر مشتمل اہل کتاب کا ایک وفد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کئی دنوں تک یہیں قیام بھی کیا۔ اس واقعے کو امام قرطبی نے بھی نقل کیا ہے۔ اسے خود ان کے الفاظ میں سنیے۔

'' ـــــ وفدنجران فیماذکر محمدابن اسحاق عن محمد ابن جعفر بن الزبیر وکانوا نصاریٰ وفدوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینه فی ستین راکبا منهم من اشرافهم اربعة عشر رجلا ـــــ فقاموا فصلوا فی مسجد النبی صلی اللہ علیه وسلم الی المشرق، فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم دعوهم ـــــ'' ۲

ترجمہ:۔۔۔۔ محمد بن اسحق نے محمد بن جعفر بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ نجران سے ساٹھ سواریوں پر عیسائیوں کا ایک وفد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، جن میں ان کے چودہ عمائدین شامل تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ لوگ کھڑے ہوئے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مشرق کی طرف رخ کرتے ہوئے اپنی عبادت شروع کردی، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو۔۔۔۔''

آگے بڑھنے سے قبل مندرجہ بالا واقعہ کے حوالے سے چند نکات پر غور کرلینا چاہیے:

۱۔ یہ وفد دین سمجھنے کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے والی ان کی گفتگو آیت مباہلہ کے لیے تمہید بن گئی ۔ شیخ ابوالحسن نیساپوری نے اسے تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے، اس کا یہ حصہ پڑھیے:

'' قال: اسلموا، فقالوا: اسلمناقبلک، فقال: کذبتم کیف یصح اسلامکم وانتم تثبتون لله ولدا وتعبدون الصلیب وتأکلون الخنزیر؟ فقالوا: فمن ابوه؟ فسکت رسول اللہ علیه وسلم فانزل اللہ تعالیٰ فی ذلک اول سورة آل عمران الی بضع وثمنین آیة منها آیة المباهله'' ۳

۲۔ چونکہ وفد میں لوگوں کی تعداد اچھی خاصی تھی لہذا انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرنے کی اجازت دی گئی۔ ۴

۳۔ وفد نجران کی آمد کا تذکرہ احادیث وسیر کی کئی کتابوں میں موجود ہے، لیکن سبھوں نے مسجد نبوی میں ان کی عبادت کرنے کے حوالے سے نہیں لکھا ہے۔ مثال کے طور پر امام ابن شیبہ نے تاریخ مدینہ میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا عنوان ''وفد نجران'' ہے، لیکن انہوں نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح شیخ ابی نعیم الاصفہانی کی کتاب دلائل النبوۃ میں بھی وفد نجران کا تذکرہ ہے، لیکن انہوں نے بھی ان کی عبادت کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی ہے۔ مجمع الزوائد میں بھی ان کی عبادت کے حوالے سے کچھ نہیں ہے۔

۴۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عبادت کرنے کی دعوت نہیں دی۔

۵۔وفد کے ارکان نے اپنی عبادت شروع کردی تو صحابہ نے انہیں روکنا چاہا۔یہ دیکھ کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں نہ روکو۔ ۵

۶۔وفد نجران کے واقعہ کے ضمن میں ان کی عبادت کرنے کے حوالے سے جو عبارت منقول ہے وہ شیخ محمد بن جعفر بن الزبیر رضی اللہ عنہ تک پہنچ کر ختم ہوجاتی ہے۔

۷۔شیخ محمد بن جعفر بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی تاریخ وصال میں کسی قدر اختلاف ہے، لیکن امام بخاری نے اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ ''**فصل من مات بین عشر و مایة الی عشرین و مایة**'' کے ضمن میں کیا ہے۔یعنی وہ لوگ جو ۱۱۰ اور ۱۲۰ ہجری کے درمیان وصال پائے۔ اس طرح یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ موصوف کا وصال ہجرت کے کم از کم سو سالوں کے بعد ہوا ہے۔ ۶

۸۔اس میں شک نہیں کہ واقعہ کے دونوں راوی ثقہ بھی ہیں اور قابل اعتماد بھی۔شیخ محمد بن جعفر بن الزبیر کے بارے میں امام بخاری نے اعتماد کیا ہے۔شیخ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔امام نسائی اور امام دارقطنی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔شیخ ابن سعد نے انہیں بڑا عالم قرار دیا ہے۔ اسی طرح شیخ ابن اسحاق کے حوالے سے بھی اصحاب سیر نے اعتماد کیا ہے۔ ۷

مندرجہ بالا حقائق کی بنیاد پر یہ امر اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ یہ روایت منقطع ہے، بلکہ کسی حد تک ضعیف بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فن حدیث کے ماہر امام ابن حجر عسقلانی نے اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھا:

''**قیل: ھذا منقطع ضعیف لا یحتج بمثلہ**'' ۸

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ یہ روایت منقطع اور ضعیف ہے اور اس طرح کی روایت حجت نہیں بن سکتی۔

اسی کے ساتھ ایک دوسری حقیقت پر بھی نگاہ رہے کہ یہاں پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نہ انہیں مسجد نبوی میں عبادت کرنے کی دعوت دے رہے ہیں اور نہ ہی اجازت۔اس لیے مندرجہ بالا احادیث کی بنیاد پر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کا اہل کتاب کو مساجد میں عبادت کرنے کی دعوت دینا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟ اس روایت سے زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو انہیں روکنے سے منع کردیا۔یہ بات بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہ ایک گنوار جس نے مسجد نبوی میں پیشاب کرنا شروع کردیا تو آپ نے اسے روکنے سے صحابہ کو منع فرمایا۔سردست اسی روایت کے الفاظ بھی سنتے چلیے:

''**عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای اعرابیا یبول فی المسجد، فقال: دعوہ، حتی اذا فرغ دعا بماء فصبہ علیہ**'' ۹ ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی کو دیکھا کہ وہ مسجد میں پیشاب کر رہا ہے، تو آپ نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے نہ روکو۔ جب وہ اپنی حاجت پوری کر چکا تو آپ نے پانی منگوا کر اس پر بہا دیا۔ ذرا دونوں واقعات پر غور کیجیے اور قدر مشترک تلاش کرنے کی کوشش کیجیے۔

۱۔ دونوں واقعات مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو رہے ہیں۔
۲۔ دونوں کا مسجد میں ہونا مناسب نہیں۔
۳۔ صحابہ نے دونوں صورتوں میں فاعل کو روکنے کی کوشش کی۔
۴۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو انہیں روکنے سے باز رکھنے کی ہدایت دی۔

خدارا انصاف سے بتائیے کہ جب دونوں صورتوں میں اس قدر یکسانیت ہے تو پھر کیا جس طرح پہلی روایت کی بنیاد پر عیسائیوں کو مساجد میں عبادت کی دعوت دی جارہی ہے بعینہ اسی طرح لوگوں کو مساجد میں پیشاب کرنے کی بھی دعوت دی جائے گی؟ حاشا وکلا، میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی مسلمان اس طرح کی اجازت دینے کا تصور بھی حاشیہ خیال میں لانے کی جرات کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے ہی فیصلہ کن انداز میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے مسجد نبوی میں اہل کتاب کی عبادت کرنے کے حوالے سے بیان کردہ روایت کی معقول توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

'' **یحمل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تألفھم بذلک فی تلک الوقت استجلابا لقلوبھم، وخشیة لنفورھم عن الاسلام، ولما زالت الحاجة الی مثل ذلک لم یجز الاقرار علی مثلہ، ولھذا شرط علیھم عمر رضی اللہ عنہ عند عقد الذمة اخفاء دینھم، ومن جملة الا ترفعوا اصواتھم فی الصلاة ولا القراة فی صلاتھم فیما یحضرہ المسلمون**''

۱۰ ترجمہ: ہوسکتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تالیف قلبی کے پیش نظر صحابہ کو روکنے سے منع کردیا ہو یا پھر خدشہ ہو کہ روکنے سے وہ اسلام سے برگشتہ ہوجائیں گے، بہرکیف جب اس طرح کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی تو پھر انہیں یہ سہولت نہیں دی جاسکتی۔یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذمی بناتے وقت ان سے اس بات کا عہد لیتے تھے کہ وہ اپنے دین کو خفیہ رکھیں گے اور مسلمانوں کی موجودگی میں اپنی عبادتوں کے

دوران نہ آواز بلند کریں گے اور نہ ہی کلمات۔

خلاصہ کلام یہ کہ مندرجہ بالا روایت کی بنیاد پر اہل کتاب کو مساجد میں عبادت کی اجازت دینا کسی طرح جائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔

حوالہ:۱۔یوٹیوب پر خطاب بموقع کرسمس ڈے ۔۔۲۔تفسیر قرطبی، ج:۴، ص:۱۔۳۔غرائب القرآن، ج:۳،ص:۹۸۔ ۴۔ دیکھیے: طبقات ابن سعد، ج:۱، ص:۳۵۷۔۵۔دیکھیے: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب: قدوم طارق بن عبداللہ۔۶۔دیکھیے: تہذیب التہذیب، ج:۵، ص:۱۴۶۔۷۔دیکھیے: تہذیب الکمال، ج:۱۶،ص:۱۲۸، تہذیب التہذیب، ج:۵، ص:۱۴۶۔۸۔فتح الباری، ج:۳، ص:۲۴۰۔۹۔ بخاری، ج:۱، ص:۸۸۔۱۰۔فتح الباری، ج:۳، ص:۲۴۰

کیا اس بات میں کسی مسلمان کو انکار ہوسکتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ عبادت باطل محض ہے؟ وہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی عبادت کرتے ہیں، لہذا اس امر میں کسی مسلمان کا کوئی اختلاف ہو ہی نہیں سکتا کہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ عبادت غلط ہے، اور اگر واقعی ایسا ہے تو پھر قرآن مقدس کی پکار سنیے؛

"(تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ)

نیکی اور پرہیزگاری کے معاملے میں تم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو، اور برائی اور ظلم وسرکشی پر ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو۔

ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ کس قدر واضح وصاف لفظوں میں ہمارے ممکنہ اشتراک تعاون کی حدیں قرآن مقدس بیان فرمارہا ہے۔ یہ آیت کریمہ تو ایسی بھی نہیں کہ اسے متشابہات کے خانے میں رکھ کر اس سے کوئی دوسرا مطلوبہ مفہوم نکالا جاسکے۔ بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم کی مندرجہ بالا واضح اور بین ہدایت کے ذریعہ ہمیشہ کے لیے ہماری راہیں متعین ہوجاتی ہیں کہ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تو یقیناً ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے، لیکن برائی اور ظلم وعدوان کے معاملے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہیں کریں گے۔

بات نکلی ہے تو موضوع کی مناسبت سے وہ دلچسپ قصہ بھی سماعت کرلیں جسے شیخ ابن ابی عوام نے طحاوی سے نقل کیا اور انہوں نے شیخ جعفر بن احمد بن ولید کی وساطت سے شیخ بشر بن ولید کندی سے روایت کیا کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے کسی نے استفسار کرتے ہوئے کہا کہ میرا باپ مجوسی ہے اور نابینا بھی ہے۔ وہ اکثر اپنی عبادت گاہ جایا کرتا ہے۔ چونکہ وہ آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا، اس لیے کیا میں راستے میں اس کا ہاتھ تھام سکتا ہوں؟ امام یوسف علیہ الرحمہ کے پیش نگاہ غالبا مندرجہ بالا آیت کریمہ کا مفہوم رہا ہوگا کہ ان کا جواب بلاشبہ اسی آیت کی ترجمانی معلوم ہوتا ہے۔ وہ جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب تمہارا باپ اپنی عبادت گاہ جارہا ہو تو تم اس کا ہاتھ نہیں تھام سکتے، لیکن اگر وہ واپس آرہا ہو تو یقیناً اس کی مدد کرسکتے ہو۔ مطلب بالکل واضح ہے کہ جب وہ اپنے گرجا گھر کی طرف جارہا ہو تو اس کے ساتھ کسی طرح کا بھی تعاون ایک برائی پر تعاون کے مترادف ہوگا، اور جب وہ اپنے گھر کی طرف آرہا ہو تو اس کی دست گیری کسی طور بھی برائی پر تعاون نہیں کہلائے گی۔ ۲

کس قدر بعد ہے امام یوسف علیہ الرحمہ اور ڈاکٹر طاہر القادری کی فکر میں؟ ایک طرف گرجا گھر کی طرف رخ کرنے والے کے ساتھ کسی طرح کے تعاون سے انکار اور دوسری طرف یہود ونصاری کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی دعوت! دوسرے لفظوں میں ایک جانب کمال احتیاط اور دوسری جانب پوری بشاشت قلبی کا مظاہرہ۔۔۔۔۔۔۔ پھر یہ فراخدلی بھی ہے تو کسی نیک کام کے لیے نہیں، بلکہ شرک جیسے اساس گناہ کے لیے۔

پھر یہ بھی تو دیکھیے کہ یہاں قرآن تو ''برائی پر تعاون'' ہی سے منع کررہا ہے چہ جائے کہ ''دعوت برائی''؟ یعنی اگر قرآن مقدس ہمیں ہونے والی برائی پر تعاون سے منع کررہا ہے تو برائی کرنے کے لیے دعوت دینا کس قدر ناپسندیدہ ٹھہرے گا یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔

یہودیوں کی مسجد نبوی میں عبادت کی توجیہ:

میں نے فقہائے کبار کی مستند عبارتوں کی روشنی میں پہلے ہی یہ ثابت کردیا ہے کہ یہودیوں کی مسجد نبوی میں عبادت کرنے والی روایت نہایت ہی کمزور ہے، لیکن بفرض محال اگر کسی کے نزدیک یہ معتبر ہو جب بھی متذکرہ حدیث کی بنیاد پر انہیں اپنے مذہب کے مطابق مساجد میں عبادت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ بصحت روایت اگر پورے واقعہ پر غور کریں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ نجران سے آنے والے وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا گیا تھا۔ گویا انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ اس دوران انہوں نے اپنے مذہب کے مطابق عبادت شروع کردی۔ بعض مسلمانوں نے انہیں روکنا چاہا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع کردیا۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ جیسے آپ نے اپنا مکان کسی کو کرایہ پر دے دیا۔ اب اگر کرایہ دار مکان کے کسی حصے میں مورتی رکھ کر پوجا شروع کردے تو شریعت اسلامیہ کی نگاہ میں آپ سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ اثبات دلیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں؛

''۔۔۔۔ وَلَوِ اسْتَأْجَرَ ذِمِّيٌّ دَاراً مِنْ مُسْلِمٍ فَاتَّخَذَهَا مُصَلّٰى لِنَفْسِهٖ لَمْ يُمْنَعْ'' ۳ ترجمہ:۔۔۔۔اور اگر ایک ذمی نے کسی مسلمان سے مکان کرائے پر لیا اور اسے اپنی عبادت کے لیے

استعمال کرے تو وہ روکا نہیں جائے گا۔

مندرجہ بالا مفہوم کو صدر الشریعہ علامہ امجد علی رحمہ اللہ عنہ نے نہایت وضاحت کے ساتھ یوں لکھا ہے۔

" مسلمان نے کسی کافر کو رہنے کے لے مکان کرایہ پر دیا، یہ اجارہ جائز ہے کوئی حرج نہیں۔ اب اس گھر میں کافر نے شراب پی یا صلیب کی پرستش کی یہ اس کافر کا ذاتی فعل ہے، اس سے اس مسلمان پر گناہ نہیں، ہاں اگر اس مکان میں کافر نے گھنٹہ اور ناقوس بجایا یا سنکھ پھونکا یا علانیہ شراب بیچنا شروع کیا تو ضرور ان امور سے روکا جائے گا۔ " ۴

اس میں شک نہیں کہ مورتی کی پرستش کرنا نہایت ہی کبیرہ گناہ ہے، لیکن چونکہ ایک مسلمان نے کسی غیر مسلم کو جو مکان کرایہ پر دیا ہے وہ اس کی رہائشی ضرورت کی تکمیل کے لیے دیا ہے، لہذا کرایے پر مکان حاصل کرنے کے بعد جو گناہ بھی وہ کرے گا اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا، مالک مکان کسی بھی زاویے سے ماخوذ نہ ہوگا۔ ہاں اگر غیر مسلم نے مورتی کی پرستش کے لیے ہی اس سے مکان کرایہ پر لیا ہوتا تو بلاشبہ یہ گناہ پر تعاون کرنے کے زمرے میں آجاتا جو کہ سخت ناپسندیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے محض افعال گناہ کے لیے کسی کو کرایہ پر اپنی جائداد دینے سے منع فرمایا ہے۔

"۔۔۔عَلٰی ھٰذَا یَخْرُجُ الْاِسْتِیجَارعَلَی الْمَعَاصِی اَنه لَا یَصَحُّ لِاَنَّه اسْتِیْجَارٌ عَلٰی مَنْفَعَة غَیْر مَقْدُورَة الْاَسْتِیْفَاء شَرعًا کَاسْتیجار الانسان للعب والھوو کاستئجار الْمُغَنِّیة وَالنائحة لَلغِنَاءِ وَالنوح۔۔" ۵ ترجمہ:۔۔۔۔۔اس بنیاد پر کسی گناہ کے لیے کرایہ پر دینے کی بات خود بخود ختم ہوجاتی ہے کیونکہ یہ صحیح نہیں، یہ اس وجہ سے کہ اس طرح کے معاہدہ کرایہ کو شرعی اعتبار سے پورا کرنا ممکن نہیں جیسے لہوولعب کے لیے کسی کو کرایہ پر دینا یا جیسے گانا گانے کے لیے کسی مغنیہ اور نوحہ کرنے کے لیے کسی نوحہ کرنے والی کو۔۔۔۔۔۔

یہ تو رہی ایک عام سی بات کہ جس سے اپنی جائداد کو اعمال قبیحہ کے لیے دیے جانے کی نفی کا ثبوت ہوجاتا ہے، لیکن اسی مفہوم کی رفاقت میں زیر بحث موضوع کے بارے میں نہایت وضاحت کے ساتھ جاننے کی خواہش ہو تو ذرا اسے پڑھیے۔

"۔۔۔۔اِذَا اسْتَأْجَرَ الذِمِّیُ مِنَ الْمُسْلِم بَیتًا یُصَلِّی فِیه لَایَجُوْز۔۔۔۔" ۶ ترجمہ:۔۔اگر کسی ذمی نے مسلمان سے اپنی عبادت کے لیے کوئی مکان کرایہ پر لیا تو یہ جائز نہیں۔۔۔۔۔

یہ مثالیں صرف گناہ کے پس منظر میں ہی نہیں دی جاتیں، بلکہ بعض اچھے کاموں کے جواز کے لیے بسا اوقات اسے بطور حیلہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔ جیسے امامت، تلاوت قرآن، تراویح وغیرہ کے لیے اجرت لینا قطعی ناجائز و حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان نیک ذمہ داریوں کے لیے جو کچھ بھی دیا جاتا ہے، وہ ان کی خدمات کے عوض کی حیثیت سے نہیں دیا جاتا، بلکہ ائمہ، حفاظ اور قراء مطلوبہ ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے جن قیمتی اوقات کی قربانی دیتے ہیں ان کی تنخواہیں انہی اوقات کا معاوضہ ہوا کرتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں انہیں اوقات معینہ کے مطابق اپنے سارے کام بالائے طاق رکھکر مساجد میں موجود رہنے کی تنخواہ دی جاتی ہے۔ اب چونکہ وہ مساجد میں موجود ہیں، لہذا اوقات مقررہ میں وہ نماز بھی پڑھا دیتے ہیں اور قرآن کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔

اب ذرا اسی پس منظر میں یہودیوں کی مسجد نبوی میں نماز پڑھنے والی روایت کا جائزہ لے کر دیکھیے۔ آپ اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے کہ وہ مبینہ واقعہ بھی اسی فکری توجیہ کے قبیل سے ہے۔ انہیں مسجد میں عبادت کی اجازت نہیں دی جا رہی، بلکہ انہیں مساجد میں قیام کی سہولت دی گئی تھی، لہذا وہ اپنے اوقات پرستش میں عبادت کے لیے کھڑے ہوگئے۔ اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ انہیں مسجد میں عبادت کی اجازت دی گئی تھی، بالکل اسی طرح کہ ایک مسلم نے اگر کسی کافر کو اپنا گھر رہائش کے لیے اجرت پر دے دیا تو اس کی پرستش صنم کے لیے مالک مکان کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ بہ لفظ دیگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی ذمہ دار مسلمان نے جب کافر کو اپنے کرایہ پر دیے ہوئے مکان میں مورتی پوجا کی اجازت دے دی ہے، تو معاذ اللہ دوسرے مسلمان بھی ان کی تقلید کر سکتے ہیں۔

اتنی وضاحت کے بعد یہ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ڈاکٹر طاہر القادری نے منہاج القرآن کے زیر اہتمام چلنے والے دینی مراکز میں یہود و نصاری کو عبادت کے لیے دعوت دیتے ہوئے جس واقعہ کو بنیاد بنایا ہے وہ کسی طور درست و صواب نہیں، نہ ہی وہ واقعہ محققین علماء کے نزدیک قطعی حق و صداقت پر مبنی ہے اور اگر بفرض محال درست مان بھی لیا جائے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قصد و ارادہ کے ساتھ ہم یہود و نصاری کے شرکیہ عبادت کے لیے اپنی مساجد کے دروازے کھول دیں۔

حوالہ:۱۔ القرآن الکریم، سورت:۵ ، آیت:۲۔ ۲۔ دیکھیے: حسن التقاضی فی سیرۃ امام ابی یوسف القاضی: شیخ زاہد الکوثری، ص:۵۳، المکتبہ الازہریہ للتراث۔ ۳۔ البحر الرائق، ج:۷، ص:۳۱۳۔ ۴۔ فتاوی عالمگیری، منقول از بہار شریعت، ج:۱۴، ص:۱۳۵، ۵۔ البدائع والصنائع، ج:۴، ص:۲۵۸، ۶۔ المحیط البرھانی، ج:۷، ص:۴۸۱، دار الکتب العلمیہ

تنقید و احتساب

تصوف: آج اور کل

از: توفیق احسن برکاتی، ممبئی

تصوف ایک زندہ حقیقت کا نام ہے جو ہر عہد میں خالق وعبد کے مابین حقیقی رشتے کو استحکام بخشتا رہا ہے اسی لیے صاحب سبع سنابل شریف حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ نے اس کا سررشتہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے جوڑا ہے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی یہ بے نام حقیقت ہمیں دکھائی دیتی ہے جس کی بنیادی تعلیمات میں شریعت پر عمل اور مخلوق خدا کی دادرسی نمایاں ہے۔ جماعت صحابہ انھی حدود کی پابند رہی۔ بعد کے ادوار میں جب وہی حقیقت بنام تصوف اُجاگر ہوئی اور جانشینی وخرقہ پوشی کا سلسلہ شروع ہوا تو پوری دنیا میں اس کا غلغلہ بلند ہوا اور باقاعدہ صوفیا کا گروہ متعارف ہوا اور سلاسلِ تصوف وجود میں آئے۔ دنیا نے صوفیا کی صبح وشام میں اسلام کا حقیقی رنگ دیکھا، ان کی زندگیوں میں شفافیت ورواداری ملاحظہ کی، ان کی حق گوئی، مخلوق خدا کی امداد، نفس کشی، مجاہدہ اور دین داری کا چرچا ہر جگہ ہونے لگا، ان کی بارگاہوں میں مریضوں کو شفا ملنے لگی، اختلاج قلب کے شکار کو طمانیت کا جوہر حاصل ہونے لگا تو خلقت کثیر ان کے دامن سے وابستہ ہونے لگی اور انہیں جائے پناہ جاننے لگی۔ یہیں سے بیعت وارادت، خلافت ونسبت کا سلسلہ شروع ہوا جو تا حال باقی ہے۔

ذکر واذکار کی محفلیں، مجاہدات کے چلّے اور روحانی شفاخانے وجود میں آئے، عقیدتیں نچھاور کی جانے لگیں، نیاز لٹائے جانے لگے، عبادت وریاضت میں سبقت کا احساس جاگ اٹھا۔ یہیں سے بنام تصوف زندقہ کے فروغ کی کوششوں کا آغاز ہوا، جعلی صوفیا سامنے آئے، تصوف کی حقیقی تعلیمات کو مسخ کرنے کا کام ہونے لگا۔ اب اس تصوف کی بات ہونے لگی جو شریعت سے جداگانہ راہ ہے، خلوت گزینی کے نام پر ارکان خداوندی پر عمل کو ہلکا سمجھا جانے لگا، تصوف کے نام پر مداہنت ورہبانیت کی باتیں ہونے لگیں "ہم طریقت والے ہیں ہمیں شریعت کے ظاہری احکام پر عمل کی حاجت نہیں"، جیسی فکر عام کی جانے لگی۔

ایسے روح فرسا حالات میں تنقید تصوف ورد صوفیا کی سخت ضرورت محسوس کی گئی کیوں کہ یہ فکر توسراسر تصوف مخالف اور روحِ شریعت کے منافی ہے۔ نام نہاد گروہ صوفیا کا رد وابطال شروع ہوا اور تصوف کے خودساختہ اصولوں پر نشتر لگایا جانے لگا۔ علما وارباب قلم نے کتابیں لکھیں، مفتیان کرام نے فتاوی تحریر کیے، بحث ومباحثے ہوئے، مسلسل کوششوں کے بعد کچھ مطلع صاف ہوا۔ اسی عہد میں عملی تصوف کے ساتھ علمی تصوف پر کافی مواد سامنے آئے۔ کئی جلیل القدر صوفیا نے اسی دور میں متصوفانہ افکار پر مبنی کتابیں تحریر کیں تاکہ حقیقی تصوف کا چہرہ روشن ہو اور تصوف کے نام پر جو زندقہ فروغ دیا جا رہا ہے اس پہ بند لگ سکے۔ آج بھی دنیا کی مختلف زبانوں میں وہ کتابیں اور رسالے موجود ہیں جن میں اس حقیقت کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ کیمیائے سعادت، احیاء العلوم، غنیۃ الطالبین، سبع سنابل شریف، مکتوبات امام ربانی، مکتوبات صدی، کشف المحجوب، مکاشفۃ القلوب، رسالہ قشیریہ، لطائف اشرفی، اور مقال عرفا باعزاز شرع وعلما وغیرہ کتب ورسائل بطور مثال حاضر ہیں۔

مذکورہ کتابوں میں تصوف کی ہمہ گیر تعلیمات وافکار زیر بحث آئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ تصوف شریعت سے کوئی الگ چیز نہیں ہے، جس طریقت کو شریعت

رد کردے وہ زندقہ ہے بلکہ شریعت ہی طریقت تک رسائی کا پہلا زینہ ہے، اس کے بغیر طریقت حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی طرح علم فقہ کے بغیر علم تصوف بھی نہیں حاصل ہو سکتا۔ حدیث پاک میں ہے:

من تصوف ولم تفقه فقد زندق یعنی جو فقہ کے بغیر تصوف میں لگے گا زندیق ہو جائے گا۔

مکتوبات صدی میں مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"یہ خیال ہی خیال ہے کہ بغیر شریعت پر چلے ہوئے طریقت کا راستہ کھول دیا جائے گا بغیر شریعت کے طریقت کام آنے والی نہیں ہے۔"

(مکتوبات صدی: مکتوب ۵۶)

طریقت وتصوف کی انھی تعلیمات واسباق میں سے ایک سبق یہ بھی تھا کہ انسان نفس کی شرارت سے بچنے کے ساتھ ساتھ شریروں سے بھی خود کو بچانے کی فکر کرے، بدباطن افراد سے الگ تھلگ رہے، نیکوں کی صحبت کا التزام کرے اور بدوں کی رفاقت سے اجتناب برتے۔ مشہور شعر ہے:

صحبتِ صالح ترا صالح کند　　　صحبتِ طالع ترا طالع کند

مذکورہ بالا شعر ارباب تصوف ہی کا ہے، شریعت بھی یہی سکھاتی ہے، جب بُروں کی صحبت وہم راہی سے بچنے کا حکم دیا جا رہا ہے تو باغیوں، سرکشوں کی مجالست بدرجہ اولیٰ حکم امتناعی رکھے گی، نہ ان سے محبت ووداد روا ہوگی، نہ ان کی مشاورت ومجالست جائز ٹھہرے گی۔ اگر ایسا ہوگیا تو تصوف وزندقہ میں فرق وامتیاز ختم ہوجائے گا، حقیقی وفرضی میں تمیز مشکل ہوجائے گی۔ گزشتہ زمانے میں جب بھی حق وباطل کے ملاپ کی کوششیں ہوئیں اُمت مسلمہ شدید صدمے سے دوچار ہوئی، ان کے افکار مذبذب ہوئے۔ ایسے میں نقصان سراسر اہل حق کا ہوا۔ باطل تو حق کو ملا کر مٹانا ہی چاہتا ہے۔ آیت قرآنی بھی ہے: وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ترجمہ: اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور دیدہ ودانستہ حق کو نہ چھپاؤ۔

ایک اور آیت دیکھیے: وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ ترجمہ: حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

نیز ارشاد ربانی ہے: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔

ترجمہ: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں، پھر مدد نہ پاؤ گے۔

مذکورہ آیتوں سے حکم شریعت واضح ہے اور یہی تعلیم تصوف وطریقت بھی ہے۔ بدخواہوں، باغیوں، شریروں، فتنہ پروروں، گستاخوں، بدزبانوں، بدمذہبوں اور باطل پرستوں سے نہ مجالست جائز ہے نہ مشاورت۔ یہی نقشہ ہمیں ارباب تصوف کی پاکیزہ زندگیوں میں بھی نظر آتا ہے، ان کے حقیقی افکار بھی یہی ہیں۔ قارئین کی تسلی وتشفی کے لیے صرف ایک حوالہ حاضر خدمت ہے۔

محرر مذہب شافعی امام ابوزکریا نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی علیہ الرحمہ کے تعلق سے فرمایا: "كان مكرما لارباب الدين والسنة مبغضا لاهل البدعة والاهواء۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین داروں اور اہل سنت کا احترام کرنے والے، اہل بدعت واہوا سے دشمنی کرنے والے تھے۔

(قلائد الجواہر: ص ۷، ۱۳، المطبعۃ الحمیدیۃ، مصر، ۱۳۵۶ھ)

امام ابوزکریا نووی کے ان جملوں میں ارباب دین وسنت سے اہل حق مراد ہیں اور اہل بدعت واہوا سے گمراہوں بدمذہبوں کی جماعت مراد ہے اور غنیۃ الطالبین میں بھی بدمذہبوں، بے دینوں کے یہی احکام مذکور ہیں۔ امام ربانی، معروف کرخی، خواجہ نظام الدین اولیا، داتا گنج بخش ہجویری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، میر عبدالواحد بلگرامی اور شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہم الرحمہ کا علمی وعملی اثاثہ بھی اسی کی رہ نمائی کرتا ہے۔ یہ ہے تصوف کا حقیقی سبق۔ مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ اور شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ کا علمی وقلمی جہاد ہمیں یہی تعلیم از بر کراتا ہے۔ ان صوفیا کے یہاں بھی رواداری تھی، بندگان خدا کی حاجت روائی تھی، امراض سے شفایابی کا انتظام تھا مگر گزشتہ چند دہائیوں سے الٹی گنگا بہنا شروع ہوگئی ہے۔ فرنگی عہد میں بھی برصغیر میں اس طرح کی کوششیں ہوئی تھیں اور موجودہ عہد میں بھی یہ فتنہ سر اُبھار رہا ہے۔ اہل تصوف کی رواداری کے نام پر بدمذہبوں، باغیوں سے مجالست ومشاورت کا جواز تلاش کیا جا رہا ہے۔ یہ سچ ہے کہ صوفیا کی بارگاہ میں بلا تفریق مذہب وملت ہر کوئی اپنی ضرورت لے کر حاضری دیا کرتا تھا اور اس کی مراد پوری ہوتی تھی لیکن بے دینوں اور ملحدوں سے اتحاد واشتراک کا کوئی واقعہ صوفیا کی حیات میں نہیں ملتا کیوں کہ یہ طرز عمل انہیں عملی تصوف سے کوسوں دور لے کر چلا جاتا جیسا کہ علمی تصوف میں اس کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ یہ بات ذہن نشیں رہے کہ تعلیمات تصوف ایسی نہیں کہ بدلتے عہد کے ساتھ ان میں تبدیلیاں کی جاتیں رہیں اور زمانے کے تقاضوں کی تکمیل ہوتی رہی۔ یہ تعلیمات مقتضیات زمانہ کو خود سے ہم آہنگ کر لیتی ہیں۔

یہ صوفیا بروں کی صحبت ورفاقت سے جس طرح دور اول میں احتراز کرتے تھے، آج بھی اس میں سرمو فرق نہیں پیدا ہوا ہے، ہاں نام نہاد اہل تصوف کل بھی حیلہ ساز تھے آج بھی ہیں، فرضی تصوف کل بھی زندقہ تھا آج بھی ہے۔ یہ حیلہ جوئی رواداری کے نام پر جائز ٹھہرائی جا رہی ہے کہ صوفیا کی خانقاہوں کا در ہر کسی کے لیے کھلا رہتا ہے، یہاں ہر کوئی آسکتا ہے، مسلم وغیر مسلم میں کوئی تفریق

نہیں رہتی ، ہر بیمار شفا پاتا ہے ، یہاں تک تو بات درست ہے کہ ہر سوالی اپنا دامن پھیلا سکتا ہے لیکن کیا خانقاہوں کی تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ ملتا ہے کہ ارباب خانقاہ نے اہل بدعت اور بدمذہب کو کوئی اِکرام دیا ہو، ان سے مشاورت کی ہو، اتحاد و اشتراک کی باتیں کی ہوں؟ یہ حیلہ باز بدمذہبوں ، باغیوں کو صرف غیر مسلموں کی فہرست میں شامل کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں کہ خانقاہوں میں غیر مسلم کا بھی آنا ہوتا ہوگا، یہ بھی غیر مسلم ہیں ، ان کا آنا، قیام کرنا، احترام پانا بھی جائز و درست ٹھہرے گا لیکن کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ یہ بدمذہب صرف غیر مسلم ہیں اور کچھ نہیں؟؟؟ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ مرتد ہیں، باغی ہیں، دشمن ہیں، گستاخ ہیں، دنیا کی کوئی سوسائٹی ،کوئی ملک،کوئی مذہب ان کے اعزاز و اکرام ،استقبال واطعام کو جائز نہیں ٹھہرا سکتا پھر یہ نام نہاد ارباب تصوف ایسا کیوں کرنے لگے؟؟ یہاں یہی کہا جا سکتا ہے کہ تصوف کے نام پر زندقہ کا دور لوٹ آیا ہے جہاں شریعت کو پس پشت ڈال کر خود ساختہ اصول کی پیروی کو اہم سمجھ لیا گیا ہے۔

ارباب دانش میری باتوں کو سنجیدگی سے لیں اور موجودہ متصوفین کے طرز عمل پر غور کریں، کیا میرا انداز گفتگو غلط رخ اختیار کر رہا ہے یا صوفیا کی حقیقی تعلیمات و افکار تصوف کی عکاسی کر رہا ہے۔ ہم سمجھنے کی کوشش کریں تو تسلیم کریں گے کہ ان کا یہ طرز عمل تصوف کا بھولا ہوا سبق اور اس کی یاد دہانی بالکل نہیں ہے بلکہ تصوف کے حقیقی سبق کو بدلنے کی دانستہ کوشش ہے جو کسی بھی قیمت پر درست نہیں ٹھہرائی جا سکتی اور نہ ہی یہ خانقاہی مزاج سے ہم آہنگ ہے۔ ہاں اسے درگاہیت ضرور کہا جا سکتا ہے جہاں روحانیت کے نام پر مادیت کا بول بالا ہو اور تربیت کے نام پر تخریب نظر آئے۔ خانقاہیت کے نام پر نہ رافضیت کو قبول کیا جا سکتا ہے نہ وہابیت کو۔ جب اہل خانقاہ نے رفض کو تسلیم نہ کیا تو اس گستاخی و بے ادبی والحاد کو کبھی نہیں مان سکتے۔ ماضی قریب میں جن خانقاہوں نے اس طرح کی غلطیاں کی تھیں اسی دور کے جید علما و اصلی خانقاہی بزرگوں نے ان کا شدید رد کیا تھا اور ان سے الگ ہو گئے تھے ،تاریخ پڑھیں یہ حقیقت سامنے آ جائے گی ۔آج بھی ہندو پاک کی اصلی خانقاہوں میں تصوف کا حقیقی رنگ دیکھنے کو ملتا ہے،شریعت بھی طریقت بھی اور جہاں ’’سب کچھ چلتا ہے‘‘ نہ شریعت اصلی روپ میں ہے نہ طریقت اپنے رنگ میں، کیوں کہ انھوں نے تصوف کا سبق ہی بدل ڈالا ہے۔

ہمیں ضرورت ہے اس تصوف کی جو اہل خانقاہ کا نشان امتیاز رہا ہے، یہی تصوف دنیا کو عملی و نظریاتی تشدد سے بچا سکتا ہے جو نہ ارباب سیاست کی کاسہ لیسی سے زخم خوردہ ہوا اور نہ مادیت کے غبار سے گدلا ہوا اور صوفیا کا وہی گروہ متعارف ہونا چاہیے جو علم فقہ کے زینے سے علم معرفت تک پہنچا ہو۔ اس کے خلاف کرنے سے تصوف بھی قابل گردن زدنی ٹھہرے گا اور صوفیا بھی بدنام ہوں گے۔

●●

گستاخ رسول کی سزا کا بقیہ

ثواب پہنچانا حرام، بلکہ خود کفر و قاطع اسلام ہے۔ جب ان میں کوئی مرجائے اس کے اعزا و اقربا مسلمین اگر حکم شرع نہ مانیں تو ایسے کی لاش دفع عفونت کے لئے مردار کتے کی طرح بھنگی چماروں سے ٹھیلے میں اٹھوا کر کسی تنگ گڑھے میں ڈلوا کر اوپر سے آگ پتھر جو چاہیں پھینک کر پاٹ دیں۔ (جلد ۱۵،ص ۲۹۸)

سبحان اللہ بلاشبہ مسلمانوں کے ایمان کا مرکز و محور سرور کائنات کی ذات بابرکت ہے مسلمان اپنے ایمان وعقیدے کی علامت جان ایمان کی نازک آبگینے پر ذرا بھی آنچ برداشت کرنے کو تیار نہیں خود غفور کریم معبود مسجود رب جل جلالہ کو گوارہ نہیں کہ رسول ہاشمی کی حرمت و تقدس سے کئی استہزا کرے گستاخان رسول کے لیے کس قدر فضیحت اور دنیا و آخرت میں ذلت کا عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے قلوب میں عشق رسول کو فزوں تر فرمائے۔ اور گستاخان رسول باغیان اسلام کے دام تزویر سے محفوظ و مامون رکھے۔ اور شاتمان رسول اعدائے دین وایمان کو خائب وخاسر فرمائے یا پھر توفیق ہدایت سے نوازے اور امت مسلمہ کو صحابہ کا عشق اسلاف کا درد امام عشق وفا امام احمد رضا کا سوز دروں انداز محبت کی خیرات وحسنات سے نوازے

●●

تنقید واحتساب

فضیلتِ شبِ برأت کا مخالفین سے ثبوت

وھابیہ کی کتب سے شب برات کی عبادات کا ثبوت

میثم عباس قادری رضوی: پاکستان

اس مقالہ میں وہابیہ کی کتب سے وہ حوالہ جات پیش کیے جارہے ہیں جن میں انہوں نے خود شبِ برات کی فضیلت کا اقرار کیا ہے یا پھر علماء اسلام میں سے کسی کے قول کو قبول کرتے ہوئے نقل کیا ہے۔

شبِ برات کے متعلق وہابی دیوبندی فرقوں کا موقف:

شبِ برات کے متعلق یہ مختصر وضاحت ضروری ہے کہ دیوبندی شبِ برات کی فضیلت کے قائل ہیں لیکن اس رات اجتماعی عبادت کو بلا دلیل ممنوع اور بدعت قرار دیتے ہیں۔

☆ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے شبِ برات میں اجتماعی عبادت کو ممنوع قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں یا جلوت میں افضل ہے، لیکن اجتماع کا اہتمام نہ کیا جاوے''

(زوال السنۃ عن اعمال السنۃ صفحہ ۱۷ بحوالہ شب برات کی فضیلت مؤلف مولوی نعیم الدین دیوبندی صفحہ ۴۵ مطبوعہ مکتبۃ قاسمیہ، ۱۷۔ اردو بازار، لاہور)

☆ غیر مقلدین مجموعی طور پر اس رات کی فضیلت کے قائل نہیں ہیں اور شبِ برات میں انفرادی عبادت کو منع کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے ''فتاویٰ ستاریہ'' میں لکھا ہے:

''شبِ برأت کو رات بھر نفلیات وغیرہ پڑھنا بدعت ہے اپنی اپنی جانب سے دینِ اکمل کے اندر زیادتی کرنی ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔''

(فتاویٰ ستاریہ جلد اول صفحہ ۶۷ مکتبہ سعودیہ، حدیث منزل، کراچی)

☆ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی صاحب نے ''تذکیر الاخوان'' میں کفر و نفاق کی باتوں کے ضمن میں شعبان میں حلوا پکانا بھی شامل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان صفحہ ۶۳، ۶۴)

حالانکہ شبِ برأت میں حلوا پکانے اور انفرادی یا اجتماعی عبادت کی ممانعت قرآن و حدیث سے ثابت نہیں اور امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی صاحب نے خود بھی لکھا ہے:

''در فعلے از افعال و قولے از اقوال ہزار منافع و مضار مدرک شود و بصد وجہ حسن یا قبح عقلاً در و ثابت شود اما تا وقتیکہ کتاب منزل یا نص نبی مرسل بر لزوم یا منع او دلالت نداشتہ باشد وجوب یا حرمتِ آن قول و فعل شرعاً ثابت نمی تواں شد''

(ترجمہ) ''اگر کسی فعل یا قول میں عقل و ادراک سے ہزاروں نفع یا ضرر (نقصان) نظر آئیں یا کئی وجہ سے اُس میں حسن و قبح پایا جائے تاہم جب تک منزّل کتاب و حکمِ نبی مُرسل سے اس کا جواز (جائز ہونا) یا نہی (منع ہونا) ثابت نہ ہو اس کا وجوب یا حرمت شرعاً ثابت نہیں ہوتا''

(منصب امامت صفحہ ۸۳، فارسی مع اردو مطبوعہ در مطبع فاروقی، دہلی)

مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی اس عبارت کے برخلاف کتنے ہی امور کو اپنی کتب ''تقویۃ الایمان''، ''تذکیر الاخوان''، ''ایضاح الحق'' اور ''تنویر العینین'' میں بغیر قرآن و سنت سے دلیل ہونے کے شرک و کفر کے قرار دیا ہے۔ یہاں تفصیل بیان کرنے کا وقت نہیں، بلکہ ان سے اس بات کی وضاحت مطلوب ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی اس صراحت کے باوجود وہابیہ دیابنہ شبِ برات میں اجتماعی عبادت کو بلا دلیل کتاب و سنت بدعت کیوں قرار دیتے ہیں۔؟

مخالفین کے پیشواؤں اور ان کی معتمد کتب

(۱) فرقہ وہابیہ کے مورثِ اعلیٰ ابن تیمیہ سے ثبوت:

مورثِ اعلیٰ جملہ وہابیاں ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ''اقتضاء

الصراط المستقیم'' میں شبِ برات کے متعلق لکھا ہے:

''اس رات کی فضیلت میں متعدد مرفوع احادیث اور آثار مروی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کی یہ ایک فضیلت والی رات ہے سلف میں سے بعض لوگ اس میں نماز پڑھتے تھے''

(الاقتضاء الصراط المستقیم ترجمہ وتلخیص بنام راہِ حق کے تقاضے صفحہ ۱۴۰ مترجم مولوی مقتدیٰ حسن (جامعہ سلفیہ بنارس) مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ، لاہور)

اس کے دو سطر بعد ابن تیمیہ نے مزید لکھا ہے:

''اکثر اہلِ علم اس رات کی فضیلت کے قائل ہیں امام احمد نے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔''

(الاقتضاء الصراط المستقیم ترجمہ وتلخیص بنام راہِ حق کے تقاضے صفحہ ۱۴۰ مترجم مولوی مقتدیٰ حسن (جامعہ سلفیہ بنارس) مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ، لاہور)

(۲) امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی سے ثبوت:

وہابیہ دیابنہ کے امام مولوی اسماعیل دہلوی صاحب شبِ برأت کے متعلق لکھتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شبِ برأت میں کسی کو اطلاع دینے اور جتلانے کے بغیر بقیع میں تشریف لے جاتے اور دعا کرتے اور صحابہ میں سے کسی کو امر نہ فرماتے کہ اس رات قبروں پر جا کر دعا کرنی چاہیے چہ جائیکہ آپ نے تاکید کی ہو پس اگر اب کوئی شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے واسطے شبِ برأت کو صلحاء کا مجمع کر کے کسی مقبرہ میں بہت ساری دعائیں کرے تو آنجناب کی مخالفت کے باعث اسے ملامت نہیں کر سکتے۔''

(صراط مستقیم صفحہ ۷۵ مطبوعہ ادارہ نشریات اسلام اردو بازار لاہور وایضاً صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ شبِ برأت میں صلحاء کا مجمع کر کے عبادت کرنے والے کو ملامت کرنا غلط ہے اس لیے اگر مسلمان شبِ برأت کو قبرستان جائیں اور دعائیں کریں تو اس کی وجہ سے وہابیہ کا اہلِ سنت کو ملامت کرنا درست نہیں، وہابیہ دیابنہ سے گذارش ہے کہ ہماری نہیں تو اپنے امام کی بات ہی مان لیں اور اللہ تعالیٰ کی انفرادی اور اجتماعی عبادت سے منع نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ اسْمُهٗ۔ ''اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کیے جانے کو روکے۔''

(پارہ: اول، سورۂ بقرہ، آیت: ۱۱۴، ترجمہ مولوی محمد جوناگڑھی غیر مقلد وہابی)

(۳) مولوی ثناء اللہ امرتسری سے ثبوت:

وہابیہ کے مشہور اور مزعوم مناظر مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب سے شبِ برأت کے متعلق سوال ہوا۔ ذیل میں سائل کا سوال اور مولوی ثناء اللہ صاحب کا جواب دونوں ملاحظہ کریں، فتاویٰ ثنائیہ میں لکھا ہے:

سوال: پندرھویں شبِ شعبان کو کیا شبِ قدر کا کوئی ثبوت ہے اس شب کو ثواب جان کر تلاوت یا عبادت کرنا کیسا ہے۔ (عبد الماجد بریلی)

جواب: اس رات کے متعلق ضعیف روایتیں ہیں اس دن کوئی کارِ خیر کرنا بدعت نہیں ہے! بلکہ بحکم انما الاعمال بالنیات موجب ثواب ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۶۵۶ ناشر ادارہ ترجمان السنہ ۷، ایبک روڈ لاہور)

مولوی ثناء اللہ صاحب نے صراحتاً تسلیم کر لیا کہ شبِ برأت میں عبادت کرنا ثواب ہے۔

(۴) مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی سے ثبوت:

مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب نے شعبان کے فضائل پر مستقل رسالہ لکھا ہے ذیل میں اس کے اہم اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں:

☆ ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''ماہِ شعبان کے فضائل بعض تو صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جن کی متعلقہ احادیث ضعیف ہیں''

فضائل شعبان مع کتاب ماہِ شعبان اور شبِ برأت صفحہ ۳۱ مطبوعہ عہد یہ العلم جامعہ مجددیہ، درس روڈ، نور آباد فتح گڑھ، سیالکوٹ)

☆ ''قرآن شریف میں سورۂ دخان میں جو فرمایا اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (پ: ۲۵) اس کی نسبت بعض مفسرین عکرمہ وغیرہ کا قول ہے کہ اس سے نصف شعبان کی رات مُراد ہے''

(فضائل شعبان مع کتاب ماہِ شعبان اور شبِ برأت صفحہ ۳۶ مطبوعہ عہد یہ العلم جامعہ مجددیہ، درس روڈ، نور آباد فتح گڑھ، سیالکوٹ)

اب جو اقتباس نقل کیا جا رہا ہے اس کے تحت مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب نے کچھ حواشی بھی تحریر کیے ہیں ان کو بھی ساتھ ہی نقل کیا جا رہا ہے:

☆''حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں ایک رات آں حضرت اُٹھے اور نماز پڑھنے لگے تو آپ کا سجدہ بہت لمبا ہو گیا میں نے گمان کیا کہ آپ قبض ہو گئے، جب میں نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو

میں اُٹھی اور آپ کا انگوٹھا (پکڑ کر) ہلایا آپ ہلے تو میں واپس آ گئی پس میں نے آپ کو سجدے کی حالت میں یہ کہتے سنا: اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ وَ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ اِلَیْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ۔ ۲ ۱ یعنی (خداوند!) میں تیری معافی کے ساتھ تیری سزا سے پناہ پکڑتا ہوں ساتھ تیری رضا مندی کے تیری خفگی سے، اور پناہ پکڑتا ہوں ساتھ تیری ذات کے تجھ سے اور (بھاگ کر) تیری ہی طرف (آتا ہوں) میں تیری ثناء تجھ پر گِن نہیں سکتا۔ تُو ویسا ہے جیسی تُو نے خود اپنی ذات کی ثناء کی۔'' اس کے بعد جب آپ نے سجدے سے سر اُٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے فرمایا، یَاعائِشۃُ یَاحُمَیْرَاءُ (لالڑی) (۱)

کیا تُو نے گمان کیا کہ میں نے تیری حق تلفی کی؟ میں نے عرض کیا، نہیں خدا کی قسم اے خدا کے رسول (ایسا خیال نہیں تھا) لیکن آپ کی سجدہ کی درازی سے مجھے گمان گزرا کہ آپ قبض ہو گئے ہیں، اس پر آپ نے فرمایا کیا تُو جانتی ہے کہ آج کون سی رات ہے میں نے عرض کیا خدا اور خدا کا رسول بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا یہ نصف شعبان کی رات ہے اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو اپنے بندوں پر نظر کرتا ہے تو بخشش مانگنے والوں کو بخشتا ہے اور رحمت طلب کرنے والوں پر رحمت کرتا ہے اور اہلِ کینہ کو چھوڑ دیتا ہے جس طرح کہ وہ ہوتے ہیں (۲)۔

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ آں حضرت نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو اپنی سب مخلوق کی طرف نظر کرتا ہے پس سب خلقت کے گناہ معاف کر دیتا ہے سوائے مشرک اور کینہ ور کے (۳)۔

یہی مضمون جو حضرت معاذ کی حدیث کا ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے بھی مروی ہے اور وہ حضرت معاذ والی حدیث سے قوت پکڑ سکتی ہے۔ نصف شعبان کا روزہ: نصف شعبان کا روزہ رکھنے کی بابت سوائے حضرت علی کی روایت کے اور کوئی روایت نہیں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے ''فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نصف شعبان کی رات ہو تو تم اُس رات میں قیام کرو اور اس کے دن کا روزہ رکھو کیوں کہ اس میں مغرب کے وقت پہلے آسمان پر خدا تعالیٰ (کی تجلّی) کا نزول ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اس کو بخشوں؟ کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اس کو رزق دوں؟ کیا کوئی مبتلائے (مصیبت) ہے کہ میں اُسے عافیت دوں؟ کیا کوئی ایسا ہے؟ کیا کوئی ایسا ہے؟ خدا تعالیٰ اس طرح فرماتا رہتا ہے حتیٰ کہ فجر ہو جاتی ہے۔'' (ابن ماجہ ص ۱۰۰) لیکن خاص اس روایت کے راویوں میں سے ایک راوی ابن ابی سبرہ ہے جسے امام احمد نے جھوٹی حدیثیں بنانے والا قرار دیا ہے اور امام بخاری وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے اور امام نسائی نے کہا متروک ہے (۴)۔

اس روایت کے مقابلہ میں ایک اور روایت ہے جسے امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ ''آنحضرت نے فرمایا کہ جب نصف شعبان باقی رہ جائے تو روزہ نہ رکھو۔'' امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ اور اس کے معنے بعض اہلِ علم سے یہ بتائے ہیں کہ کوئی شخص (شعبان کے نصف اوّل میں تو) روزے نہ رکھے، لیکن جب شعبان کے کچھ دن باقی رہ جائیں تو رمضان کی وجہ سے روزے رکھنے شروع کر دے (۵)

(سو یہ بات منع ہے) جیسے ابو ہریرہ ہی کی دُوسری روایت میں ہے کہ رمضان سے ایک یا دو دن پیشتر روزے نہ رکھو (الحدیث) ظاہر ہے کہ یہ روایت حضرت علی والی روایت کے معارض نہیں ہے کیونکہ اس میں نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت ہے اور حضرت علی والی روایت میں خاص نصف شعبان والے دن کے روزے کا حکم ہے۔ دیگر یہ کہ ممانعت والی حدیث میں علتِ رمضان کی خاطر پیشتر روزہ رکھنا ہے اور حضرت علی والی روایت میں خاص شعبان کی اس رات کی خاطر پیشتر روزہ رکھنا ہے اور حضرت علی والی روایت میں خاص شعبان کی اس رات کی فضیلت ملحوظ ہے پس ہر دو احادیث اپنے اپنے موقع پر ہیں (۶)

دیگر احادیث: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ اس رات میں یعنی نصف شعبان کی رات میں کیا ہوتا ہے؟ حضرت عائشہ نے پوچھا حضرت کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ۔ ۱۔ اس میں لکھا جاتا ہے، ہر بچہ بنی آدم کا جو اس سال میں پیدا ہونے والا ہو۔ ۲۔ اس میں لکھا جاتا ہے، ہر شخص بنی آدم میں سے جو اس سال مَرنے والا ہے اور اس میں ان کے اعمال مرفوع ہوتے ہیں، اور۔ ۳۔ اس میں ان کے اعمال مرفوع ہوتے ہیں، اور۔ ۴۔ اس میں ان کے رزق اُترتے ہیں (الحدیث) (۷)

۲۔ امام بیہقی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل نے آ کر ذکر کیا کہ یہ رات نصف شعبان کی ہے اس میں خدا تعالیٰ دوزخ سے اتنے لوگ آزاد کرتا ہے جتنے قبیلہ بنی قلب کے بکریوں کے بال ہیں (لیکن) خدا تعالیٰ اس رات میں نظرِ رحمت نہیں کرتا طرف مشرک کی، اور نہ کینہ دوز کی، اور رشتہ داری کے پیوند کو قطع کرنے والے کی

طرف، اور نہ (تکبر سے) اپنا تہبند یا پاجامہ (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے والے کی طرف، اور نہ اپنے ماں باپ کے ستانے والے کی طرف اور نہ شراب نوشی پر ہمیشگی کرنے والے کی طرف (۸)

ایک روایت میں قاتلِ نفس کا ذکر بھی آیا ہے یعنی خدا تعالیٰ شبِ بَرأت میں اُس شخص کی طرف بھی نہیں دیکھتا جس نے کسی بے گناہ کو قتل کیا ہو(۹)

خلاصۃ الباب۔ محدثین کا مذہب یہ ہے کہ جو کچھ صحیح حدیث سے ثابت ہو اس پر عمل بلاتردد کیا جائے اور اس میں کسی دیگر کی مخالفت کا اندیشہ نہ کیا جائے، اور فضائلِ اعمال میں اگر کوئی حدیث ضعیف ہو یا اُس کے طُرق کئی ایک ہوں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہوں تو اس میں چنداں حرج نہیں دیکھا گیا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ''مُصَفّٰی شرح فارسی مُوطاٗ امام مالک'' میں فرماتے ہیں ''سلف استنباطِ مسائل و فتاوٰی میں دو طریق پر تھے ایک وہ کہ قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ کو جمع کر کے اُن سے استنباط کرتے تھے اور یہ طریقہ اصل محدثین کا ہے۔ (ص ۴) اِسی طرح شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی حنفی ''مجموعۃ المکاتیب والرسائل'' میں رسالہ نمبر ۱۰ ''اقامۃ المراسم'' میں فرماتے ہیں۔ محدثین کا طریقہ منصوص پر عمل کرنے کا ہے جو صحیح روایت سے ثابت ہو، مع اس کے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث پر بھی عمل جائز ہے خصوصاً جب کہ اُن کے متعدد طُرق ہوں اور ایک دوسرے سے قوت پکڑ سکتی ہوں۔''

(فضائل شعبان مع کتاب ماہِ شعبان اور شبِ براٗت صفحہ ۳۶ تا ۴۲ مطبوعہ مدینۃ العلم جامعہ مجددیہ، درس روڈ، نور آباد فتح گڑھ، سیالکوٹ)

☆ ''شبِ براٗت میں سوائے قیامِ لیل اور درازیٔ سجدہ کے جو مسنون دعا کے ساتھ ہو اور زیارتِ قبور کے اور اہلِ قبور کے لیے دعائے بخشش مانگنے کے اور عاشوراء کے دن کے سوائے اس کے روزے کے اور اپنے اہل پر توسیعِ طعام کے کچھ بھی ثابت نہیں اور توسیعِ طعام کی احادیث بھی ضعیف ہیں اور اُن کے تعدّدِ طُرق سے اس نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے، (ص ۵۹، ۶۰)۔ ہدایت۔ ہم نے شعبان اور شبِ براٗت کے متعلق صحیح اور ضعیف احادیث میں امتیاز کر دیا ہے اتباعِ سنت کا شوق رکھنے والے سنتِ نبویہ کو مضبوطی سے پکڑ لیں''

(فضائل شعبان مع کتاب ماہِ شعبان اور شبِ براٗت صفحہ ۴۳ مطبوعہ مدینۃ العلم جامعہ مجددیہ، درس روڈ، نور آباد فتح گڑھ، سیالکوٹ)

(۵) مولوی عبداللہ روپڑی سے ثبوت:

وہابیہ کے مشہور مزعومہ محدث مولوی عبداللہ روپڑی صاحب سے بھی نصف شعبان کے روزہ کے متعلق سوال ہوا۔ ذیل میں سوال اور جواب دونوں ملاحظہ کریں۔ ''فتاویٰ اہلحدیث'' میں لکھا ہے:

''**سوال:** ماہ شعبان کی چودھویں یا پندرہویں روزہ رکھنا یا تین روزے تیرھویں چودھویں پندرہویں تاریخ میں رکھنے جائز ہیں یا نہیں بعض کہتے ہیں یہ بدعت ہے۔ الخ۔

جواب: شبِ براٗت کا روزہ رکھنا افضل ہے چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ میں حدیث موجود ہے اگرچہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل درست ہے ہر ماہ کی تیرہویں چودہویں پندرہویں کا روزہ بھی حدیث میں آیا ہے۔'' الخ

(فتاویٰ اہل حدیث جلد دوم صفحہ ۵۵۴، ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا)

قارئین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مولوی عبداللہ روپڑی غیر مقلد صاحب نے نصف شعبان کے روزے کو افضل قرار دیا ہے جب کہ دوسری طرف غیر مقلدین کے امام ابن تیمیہ اپنی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم'' میں نصف شعبان کے روزے کو مکروہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس دن کا روزہ رکھنا شریعت میں کوئی اصل نہیں رکھتا بلکہ مکروہ ہے''

(جادہ حق تلخیص اقتضاء الصراط المستقیم ترجمہ مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی صفحہ ۱۷ مطبوعہ ادارہ ترجمان السنہ، شیش محل روڈ لاہور۔ ایضاً فکر و عقیدہ کی گمراہیاں اور صراط مستقیم کے تقاضے تلخیص اقتضاء الصراط المستقیم صفحہ ۸۲ مطبوعہ دارالسلام ۳۶۔ لوئر مال سیکریٹریٹ سٹاپ، لاہور۔ ایضاً راہ حق کے تقاضے تلخیص اقتضاء الصراط المستقیم مترجم مولوی ڈاکٹر مقتدیٰ حسن غیر مقلد صفحہ ۱۴۰ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور)

اس اقتباس میں یہ واضح ہے کہ ابن تیمیہ نے پندرہ شعبان کے روزے کو مکروہ قرار دیا ہے، یوں مولوی عبداللہ روپڑی غیر مقلد صاحب کا اپنے امام ابن تیمیہ سے نصف شعبان کے روزے کے مسئلے پر اختلاف ہو گیا، اس مقام پر احناف کے خلاف ''الاختلاف بین ائمۃ الاحناف'' جیسی کتاب لکھنے والے غیر مقلد مؤلف کے لیے لمحہ فکر یہ ہے، یاد رہے کہ غیر مقلدین کے آپسی شدید اختلافات کے بہت سے ثبوت ہمارے پاس موجود ہیں۔ جن میں سے ۳۲ تضادات اور اختلافات مجلہ کلمہ حق، شمارہ ۱، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷ میں راقم کے قسط وار مضمون بعنوان ''وہابیوں کے تضادات'' میں دیکھے جا سکتے ہیں

(۶) مولوی صلاح الدین سے ثبوت:

☆ مولوی صلاح الدین یوسف غیر مقلد صاحب نصف شعبان کی فضیلت کے متعلق لکھتے ہیں:

''شعبان کی پندرھویں رات کی بابت متعدد روایات آتی ہیں جن میں اس رات کی بعض فضیلتوں کا ذکر ہے لیکن یہ

روایات ایک آدھ روایت کے علاوہ، سب ضعیف ہیں لیکن چونکہ یہ کثرتِ طُرق سے مروی ہیں، اس لیے بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اس رات کی کچھ نہ کچھ اصل ہے بنا بریں اس رات کی کچھ نہ کچھ فضیلت ضرور ہے اور دوسرے علماء کی رائے میں ضعیف روایات قابلِ عمل نہیں۔"

(مسئلہ رویت ہلال اور ۱۲ اسلامی مہینے صفحہ ۳۲۲، ۳۲۳ مطبوعہ دارالسلام، ۳۶۔ لوئر مال سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور)

☆ مزید لکھتے ہیں:

"علامہ البانی رحمہ اللہ اور شعیب ارناؤط رحمہ اللہ وغیرہ نے کثرتِ طُرق کی بنا پر اس ایک روایت کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ باقی سب روایات ضعیف یا موضوع ہیں، وہ ارشادِ گرامی درج ذیل ہے۔ يَطَّلِعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى خَلْقِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات کو اپنی پوری مخلوق کی طرف (نظرِ رحمت سے) دیکھتا ہے پھر مشرک اور کینہ پرور کے سوا باقی ساری مخلوق کی بخشش کر دیتا ہے۔"

(مسئلہ رویت ہلال اور ۱۲ اسلامی مہینے صفحہ ۳۲۳ مطبوعہ دارالسلام، ۳۶۔ لوئر مال سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور)

(۷) مولوی عبدالرحمان اٹاوی سے ثبوت:

مولوی عبدالرحمان اٹاوی غیر مقلد صاحب اپنے مضمون "شبِ برأت کی فضیلت" میں لکھتے ہیں:

"جہاں ہماری عبادت میں سُستی آگئی ہے من جملہ ان کے ایک موقع ماہ شعبان کی پندرھویں شب بھی ہے۔ بعض ہمارے بھائی بھی اس رات کی عبادت اور فضیلت سے قطعی انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، لہٰذا اس بارے میں جتنی احادیث آئی ہیں مع جرح و تعدیل ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں ان ارید الا الاصلاح مااستطعت وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ "ترمذی شریف" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اپنی باری میں) نہیں پایا، میں نکل کر دیکھتی ہوں تو آپ جنت البقیع (مدینہ کے قبرستان) میں ہیں، آپ نے فرمایا! کیا تم نے خیال کیا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر ظلم کریں، میں نے کہا ہاں یارسول اللہؐ مجھے معاً گمان ہوا کہ آپ کسی بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات کو آسمانِ دنیا پر نزولِ اجلال فرماتا ہے اور بنی کلب (قبیلہ) کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے بھی زیادہ اپنی مخلوق کو اس رات میں بخش دیتا ہے۔ اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہم کو حجاج کی روایت سے پہنچی ہے اور میں نے اپنے استاد امام محمد (امام بخاری) رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ اس حدیث کو ضعیف کہتے تھے اور کہا کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے عروہ سے نہیں سنا، اور امام محمد (بخاری) رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حجاج نے ابی کثیر سے نہیں سنا۔ شارح ترمذی صاحبِ "تحفۃ الاحوذی" فرماتے ہیں "یہ حدیث دو جگہ منقطع ہے" پھر فرماتے ہیں "اس کو اچھی طرح جان لیجیے کہ شب برأت کی فضیلت میں کئی حدیثیں مروی ہیں یہ سب حدیثیں بتا رہی ہیں کہ اس کی فضیلت کا ثبوت ہے۔" پہلا ثبوت: یہی منقطع حدیث ہے جو مذکور ہوئی، اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس کے بارے میں شارح فرماتے ہیں کہ امام بزار اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے اس حدیث کو نقل فرما کر کہا کہ اس کی اسناد اچھی ہیں کوئی حرج نہیں **کذا فی الترغیب والترهیب للمنذری فی باب الترهیب من التهاجر** (الاحوذی) دوم: انہی اُم المؤمنین سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور اس میں بہت بڑا لمبا سجدہ کیا حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ آپؐ انتقال فرما گئے ہیں (اللہ اکبر اس قدر عبادت میں ریاض سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں کر سکتا پھر برابری کا وسوسہ کیسا) جب مجھے یہ خیال گزرا تو میں کھڑی ہوگئی اور آپ کے پیر کے انگوٹھے کو ہلایا تو آپ نے حرکت کی تو میں لوٹ گئی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا! اے عائشہ اے خمیراء (سرخ رنگ) کیا تو نے یہ خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے حق میں ناانصافی کریں گے میں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خیال کیا کہ طولِ سجدہ کی وجہ سے آپ فوت ہو گئے، آپ نے فرمایا اے عائشہ تم جانتی ہو کہ یہ کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کیا اس کو تو اللہ اور اس کے رسول ہی جان سکتے ہیں آپ نے فرمایا یہ شعبان کی پندرھویں شب ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس میں اپنے بندوں پر نظرِ عنایت سے جھانکتا اور دیکھتا ہے اور گناہوں سے بخشش مانگنے والوں کو بخشتا ہے اور رحم و کرم کی درخواست کرنے والوں کی درخواست کو منظور

فرما کران پر رحم وکرم فرماتا ہے دنیوی بنا پر کینہ بُغض وعداوت رکھنے والوں کو مؤخر کر کے ان کا معاملہ التوا میں ڈال دیتا ہے تاوقتیکہ وہ آپس میں صلح نہ کرلیں اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مرسل روایت کیا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ سوم۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب میں تمام مخلوق کو دیکھتا اور انہیں بخشتا ہے سوائے مشرک اور کینہ بُغض وعداوت والے کے۔ حافظ منذری نے اس حدیث کو ذکر کر کے کہا اس کو طبرانی نے ''اوسط'' میں اور ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں اور بیہقی نے اپنی ''سنن'' میں روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے اسی لفظ کے ساتھ حدیث ابوموسیٰ سے اور بزار اور البیہقی نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اسی کے مثل روایت کیا ہے جس کی سند میں کوئی برائی ہو۔ اس کے بعد شارح ترمذی فرماتے ہیں ''ابن ماجہ کی حدیث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ابن ابی ربیعہ راوی ہے اور وہ ضعیف ہے۔ چہارم۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ شب برأت میں اپنی مخلوق کو جھانک کر دیکھتا ہے اور اپنے بندوں کو بخشتا ہے مگر حسد وبُغض وکینہ رکھنے والے اور قاتل ان دونوں کو نہیں بخشتا، امام منذری نے کہا کہ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ اسنادِ لین روایت کیا ہے۔ پنجم۔ حضرت مکحول کو کثیر بن مرہ اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ لیلہ نصف شعبان میں زمیں والوں کو بخشتا ہے سوائے مشرک اور کینہ دار کے۔ منذری نے کہا اس کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کر کے کہا یہ حدیث بھی مرسل جید ہے اور طبرانی وبیہقی دونوں نے بروایت مکحول عن ابی ثعلبہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس رات میں اپنے بندوں کو جھانک کر دیکھتا ہے اور ایمان والوں کو بخشتا ہے اور کافروں کو ڈھیل دیتا ہے اور اہلِ کینہ حسد وبُغض کو یوں ہی چھوڑ دیتا ہے تاوقتیکہ اس سے باز آ جائیں یہ حدیث بھی مرسل ہے۔ ششم: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نصف شعبان کی شب ہو تو رات میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو اللہ تعالیٰ آفتاب غروب ہوتے ہی آسمان دنیا پر تشریف لاتا ہے اور صبح صادق تک بندوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کوئی گناہوں سے بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اُسے بخش دوں؟ کوئی مجھ سے رزق مانگنے والا ہے کہ میں اسے روزی عنایت کروں؟ کوئی مصیبت زدہ آفت زدہ (مجھ سے دعا مانگنے والا) ہے کہ میں اس کو عافیت اور تندرستی دوں؟ کوئی کسی طرح کا بھی سوالی ہے کہ میں اس کے سوال کو پورا کروں؟ اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا اور اس میں ایک راوی ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن (یہاں سے نسخہ ناقص ہے میثم قادری) ہے اس کو ''واضع الحدیث'' کہا ہے۔۔۔(راقم کے پاس اہل حدیث گزٹ کے اس شمارے میں یہ مقام ناقص ہے اس لیے یہاں نقطے لگا دیے گئے ہیں۔ میثم قادری) اور امام نسائی نے اس کو ''متروک'' کہا ہے اس کے بعد صاحب ''تحفۃ الاحوذی'' فرماتے ہیں۔۔۔ یہ تمام حدیثوں کا مجموعہ حجت ہے ان پر جو کہتے ہیں اس رات کی فضیلت ثابت نہیں۔ واللہ اعلم''

(اہل حدیث گزٹ، دہلی صفحہ ۹، ۱۰ بابت ۱۵ جون ۱۹۴۷ء)

(۸) شب برات میں اجتماعی طور پر عبادت کرنے کا شام کے تابعین سے ثبوت:

☆ نجدی وہابی علماء کے فتاویٰ جات پر مشتمل کتاب ''توحید کا قلعہ'' میں وہابی نجدی حضرات کے مزعومہ مفتی اعظم عبدالعزیز بن باز اپنے فتویٰ میں شب برأت کی فضیلت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس رات کی فضیلت کے بارے میں اہلِ شام وغیرہ سے سلف کے کچھ آثار ملتے ہیں''

(توحید کا قلعہ صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ دارالقاسم، ریاض، سعودی عرب۔ مترجم عبدالولی عبدالقوی) ☆ اپنے اسی فتویٰ میں بن باز نجدی صاحب نے حافظ ابن رجب حنبلی کی کتاب ''لطائف المعارف'' سے اقتباس کا خلاصہ نقل کیا ہے جس کے شروع میں حافظ ابن رجب حنبلی نے لکھا ہے:

''شام کے کچھ تابعین مثلاً خالد بن معدان، مکحول، لقمان بن عامر، وغیرہ شعبان کی پندرہویں شب کی تعظیم کرتے تھے اور اس میں عبادت کے لیے جشن کرتے تھے بعد کے لوگوں نے اس شب کی تعظیم انہیں سے لی ہے''

(توحید کا قلعہ صفحہ ۱۳۵ مطبوعہ دارالقاسم، ریاض، سعودی عرب۔ مترجم عبدالولی عبدالقوی)

☆ حافظ ابن رجب حنبلی کی کتاب سے نقل کردہ خلاصہ کے آخر میں بھی لکھا ہے

''تابعین کی ایک جماعت سے اس کا ثبوت ملتا ہے جو اہلِ شام کے بڑے فقہا میں سے ہیں۔''

(توحید کا قلعہ صفحہ ۱۳۷ مطبوعہ دار القاسم، ریاض، سعودی عرب۔ مترجم عبد الولی عبد القوی)

☆ حافظ ابن رجب شبِ برات میں عبادت کے متعلق مزید لکھتے ہیں ''اس رات مساجد میں اجتماعی طور پر عبادت کرنا مستحب ہے، خالد بن معدان اور لقمان بن عامر وغیرہ اس شب اچھے کپڑے پہنتے، دھونی دیتے، سرمہ لگاتے اور پوری رات مسجد میں ہی مصروف عبادت رہا کرتے تھے، اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے وہ کہتے ہیں اس شب مساجد میں اجتماعی طور پر عبادت کرنا بدعت نہیں ہے اسے حرب کرمانی نے اپنے ''مسائل'' میں ذکر کیا ہے۔''

(توحید کا قلعہ صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶ مطبوعہ دار القاسم، ریاض، سعودی عرب۔ مترجم عبد الولی عبد القوی)

(۹) علامہ اوزاعی اور حافظ ابن رجب حنبلی سے شب برأت میں انفرادی عبادت کا ثبوت:

☆ حافظ ابن رجب علامہ اوزاعی کا قول نقل کرتے ہیں:
''فرداً نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے، اہلِ شام کے امام، فقیہ، عالم علامہ اوزاعی رحمہ اللہ کا یہی کہنا ہے، ان شاء اللہ یہی قول صحت سے قریب ترین ہے۔''

(توحید کا قلعہ صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ دار القاسم، ریاض، سعودی عرب۔ مترجم عبد الولی عبد القوی)

اس قول سے ثابت ہوا کہ علامہ اوزاعی شبِ برأت میں انفرادی عبادت کے قائل ہیں اور حافظ ابن رجب نے علامہ اوزاعی کی تائید کی ہے لہٰذا دونوں علماء سے شبِ برات کی فضیلت اور عبادت کا ثبوت مل گیا۔

☆ سعودی مفتی عبد العزیز بن باز نجدی صاحب کے حافظ ابن رجب کی کتاب سے نقل کردہ خلاصے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے شبِ برأت کی فضیلت کے بارے میں لکھا ہے:
''شعبان کی پندرہویں شب کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ سے کوئی بات نہیں ملتی، البتہ اس رات میں عبادت کے استحباب کے بارے میں ان سے دو روایتیں ملتی ہیں''

(توحید کا قلعہ صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ دار القاسم، ریاض، سعودی عرب۔ مترجم عبد الولی عبد القوی)

اگر وہابیہ یہ کہیں کہ شبِ برات کی فضیلت میں وارد احادیث ضعیف ہیں تو مختصراً عرض ہے کہ اگر آپ کے بقول انہیں ضعیف ہی مان لیں تو پھر بھی باتفاق محدثین عظام یہ احادیث فضائلِ اعمال میں مقبول ہیں (جگہ کی کمی کی وجہ سے دو حوالے مزید پیش کیے جاتے ہیں ایک حوالہ پہلے آپ حافظ عبد اللہ روپڑی وہابی صاحب کے حوالہ سے ملاحظہ کر چکے ہیں۔)

ضعیف حدیث اور صدیق حسن بھوپالی:

نواب صدیق حسن خان بھوپالی ضعیف حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:
''نووی در اذکار گفتہ علماء محدثین و فقہا و غیرہم گفتہ اند کہ عمل بحدیث ضعیف در فضائل مستحب ست اگر موضوع نیست'' یعنی ''امام نووی نے ''کتاب الاذکار'' میں بیان کیا ہے کہ علماء محدثین اور فقہاء نے فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا مستحب قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو۔''

(منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول صفحہ ۵۰ مطبوعہ در مطبع شاہجہانی)

ضعیف حدیث کے اعمال میں قابلِ عمل ہونے پر علماء کے اتفاق کا ڈاکٹر خالد علوی سے ثبوت:

ڈاکٹر خالد علوی صاحب نے بھی اپنی مشہور کتاب ''اصول الحدیث'' کے صفحہ ۲۳۶ تا ۲۸۸ تک فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی بابت علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔

(اصول الحدیث صفحہ ۲۸۶ تا ۲۸۸ ناشر الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار، لاہور)

تمت

حوالے:

(۱۔ حضرت عائشہ کو اُنکے گورے رنگ کی وجہ سے خمیراء بھی کہتے تھے یعنی لالڑی۔ ۱۲ منہ (ابراہیم میر)

(۲۔ ترغیب و ترہیب للمنذری ﷺ بر حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۷۸
امام مُنذری نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا: اس حدیث کو امام بیہقی نے علاء بن حارث کے طریق سے حضرت عائشہ سے روایت کیا اور کہا کہ یہ "مُرسَلِ جید" یعنی علاء نے حضرت عائشہ سے سنا نہیں، امام مُنذری نے اس حدیث کو "ترغیب و ترہیب" ہی میں دوسرے مقام پر "باب التهاجر ص ۲۲۸" میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ احتمال ہے کہ علاء نے یہ حدیث مکحول سے لی ہو یہ عاجز ابراہیم میر سیالکوٹی کہتا ہے کہ روایت مکحول کے واسطے سے کئی ایک دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے مثلاً کثیر بن مر، اور ابو ثعلبہ سے (دیکھو ترغیب و ترہیب ص ۲۲۸) گویا یہ سب طرق مرسل ہیں لیکن دیگر مختلف صحابہ سے مروی ہونے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ مسئلہ بے بنیاد نہیں ہے، خصوصاً حضرت معاذ کی حدیث کو ملحوظِ خاطر رکھنے سے جو اس کے بعد نمبر ۳ پر درج کی ہے صاف کھل جاتا ہے۔ ۱۲ منہ (ابراہیم میر))

((۳۔ امام منذری نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا "روایت کیا اس کو طبرانی نے "اوسط" میں اور ابنِ حبان نے اپنی "صحیح" میں، اور بیہقی نے حضرت ابوبکر صدیق کی حدیث سے اسی طرح ساتھ ایسی اسناد کے جس میں کوئی برائی نہیں۔" ۱۲ منہ (ابراہیم میر))

((۴۔ میزان الاعتدال ص ۴۳۹ جلد ثانی ترجمہ ابوبکر بن عبد اللہ بن ابی سبرہ۔ ۱۲ منہ (ابراہیم میر))

(۵)۔ دیکھو اسی رسالہ کا صفحہ ۵۲۔ ۱۲ منہ (ابراہیم میر)

(۶۔ حضرت علی والی روایت پر جو جرح ہے وہ بحال خود ہے، اس جگہ دونوں حدیثوں کے مضمون میں جو تعارض کا وہم پڑ سکتا ہے اس کو رفع کیا ہے۔ ۱۲ منہ (ابراہیم میر)

((۷۔ مشکوٰۃ۔ (ابراہیم میر))

(۸۔ ترغیب و ترہیب مطبوعہ بر حاشیہ مشکوٰۃ: ۱۷۹۔ ۱۲ منہ (ابراہیم میر)

((۹۔ ترغیب و ترہیب ص ۲۲۸ قال المنذری رواہ احمد عن عبد اللہ بن عمر ﷺ باسناد لین۔ ۱۲ منہ (ابراہیم میر)

(ادارہ)

عالمی سطح کی معروف شخصیت، مجاہد رضویات

حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری

صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے ایک گفتگو

علامہ سید وجاہت رسول قادری علمی سطح کی مقبول شخصیت ہیں، سادات گھرانے کا فرد ہونے کے سبب یونہی بھی قابل تکریم و تعظیم ہیں مگر زندگی کے قیمتی لمحات کو توشۂ آخرت بنانے کے لئے جس طرح انہوں نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے اس کی مثال نادر ملے گی، آپ کی خدمات کا سب سے گہرا پائیدار اور پر اثر پہلو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے وابستہ ہے، انہوں نے جس طرح اس ادارہ کو عالم آشنا بنایا عالم اسلام کے اسکالروں کو رضویات سے جوڑا اور انہیں آپس میں مربوط رکھ کر رضویات کو اقبالیات و غالبیات کے ہم پلہ کیا اسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

الرضا سے ان کی وابستگی دوسرے شمارہ سے ہے قارئین نے پچھلے شمارہ میں ان کا تاثر ملاحظہ کیا اس شمارہ میں ان کے انٹرویو سے حظ اٹھائیں، سید صاحب قبلہ ان دنوں علیل ہیں مگر ان کے جذبہ ہمت اور عزم میں کہیں کوئی کمی نہیں ہے اور یہی مرد مومن کی شان ہے، قارئین ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں اور یہ بھی دعا فرمائیں کہ اخیر عمر میں ایک بار پھر حضرت کا دورہ ہند ہو جائے۔ ادارہ الرضا ان کے اس انٹرویو پر ان کا شکریہ ادا کرتا ہے، خدائے پاک انہیں صحت و سلامتی اور عمر خضر عطا فرمائے، آمین

سوال: سید صاحب قبلہ! ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے حوالہ سے آپ کی شخصیت عالمی سطح پہ متعارف ہے، آپ نے اس ادارہ کے لئے جو توانائیاں صرف کی ہیں وہ عالم آشکار ہیں رضویات پر تحقیقات کرنے والے اسکالرز کو آپ نے جس طرح مربوط رکھا ہے وہ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے اس سلسلہ میں تفصیلات جاننے سے قبل اپنی ابتدائی زندگی کے حالات تعلیم اور خاندانی پس منظر سے ہمیں آگاہ فرمائیں۔

جواب: میں اپنے احوال کے بارے میں کیا کہوں عزیز محترم سید صابر حسین شاہ بخاری نے میرے مجموعہ کلام "فروغ صبح تاباں" میں یہ تفصیل لکھ دی۔ جس کا خلاصہ یہی ہے کہ میرے جد امجد سیف المسلول حضرت علامہ مولانا سید ہدایت رسول قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۳۲ھ/ 1915ء) اپنے عہد میں بلند پایہ عالم، مناظر محقق، مصنف، واعظ بے بدل اور شاعر تھے۔ ان کا شمار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۲۱ء) کے نامور خلفاء میں ہوتا تھا اور والد گرامی حضرت مولانا سید وزارت رسول قادری حامدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) علمی ادبی شعری ذوق کی حامل شخصیت تھے۔ آپ کو حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خان بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ میرے تایا حضرت مولانا امانت رسول قادری عشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حیدر آباد دکن کے مایۂ ناز عالم، نامور خطیب اور بے مثال شاعر تھے۔ عم محترم حضرت مولانا حافظ قادری عنایت رسول قادری لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۹۶۲ء) ایک باذوق ادیب، نعت گو شاعر اور مصنف تھے۔ لکھنو سے ماہ نامہ "سنی" نکالتے تھے۔ آپ نے "عمر" تخلص اختیار کیا تھا۔ اور ادبی دنیا میں "محمد عمر وارثی" کے نام سے شہرت پائی۔

حضرت مولانا محمد عمر وارثی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے حمایت رسول قیصر وارثی مدظلہ، اور بھتیجے سید سراج رسول حیات وارثی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ہندوستان کے صف اول کے شعراء میں ہوتا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ سید نظیر النساء بیگم رحمہا اللہ (م ۱۹۸۷ء) بھی شعری ذوق کی حامل خاتون تھیں آپ حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) کی چہیتی مریدہ تھیں۔ انہیں اپنے پیر و مرشد کی آٹھ دس نعتیں زبانی یاد تھیں۔ جنہیں آپ گھر میں نہایت خوش الحانی سے پڑھتی تھیں۔

اس علمی و روحانی خانوادے میں ۱۶ جولائی ۱۹۳۹ / ۲۷ / جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ کو بنارس میں اس حقیر کی ولادت ہوئی۔ قرآن مجید ناظرہ اور اردو کی ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے گھر پر ہی حاصل کی۔ پھر اسکول میں داخلہ لیا وہاں بھی ادبی اور شعری ذوق کی فضا

سازگار تھی۔ ۱۹۵۷ء میں میں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور راجشاہی گورنمنٹ کالج (قائم شدہ ۱۸۸۸ء) میں داخلہ لیا یہاں بھی کالج اور شہر کی فضا شعر وشاعری کے لیے نہایت سازگار ثابت ہوئی۔ پروفیسر کلیم سہسرامی مرحوم (م۲۰۰۹) کا شمار مشرقی پاکستان کے نامور شعراء میں ہوتا تھا نے مجھے کالج کی بزم ادب کا سیکریٹری بنادیا اس طرح گھر سے اسلامی اور روحانی تربیت ہوئی اور اسکول وکالج سے عصری تعلیم حاصل کی۔ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان سے نسبت غلامی حاصل ہے، یعنی اباوجدا مسلکا ومشربا بریلوی ہوں۔

سوال: ادارہ تحقیقات نے اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی شخصیت و کارنامے کے تعلق سے جو تحقیقاتی اور اشاعتی خدمات انجام دی ہیں وہ نا قابل فراموش ہیں آپ کی نگاہ میں ادارہ کی سب سے وقیع اور اہم خدمت کون سی ہے جسے آپ قابل فخر سمجھتے ہوں:

جواب: فقیر کی ناقص رائے میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ملکی اور عالمی سطح پر جدید پڑھے لکھے طبقوں کو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے علمی، دینی، ادبی، سیاسی ومدبرانہ کارناموں سے روشناس کرایا بل کہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر جدید جامعات میں اعلیحضرت کی حیات کے متعدد پہلوؤں پر اردو، انگریزی، بنگالی، عربی اور سندھی زبانوں میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ، ڈی کے تحقیقی مقالات لکھوائے، ان میں سے بعض اہم مقالات کی اشاعت بھی کی گئی، برصغیر پاک وہند میں پہلی بار امام احمد رضا کانفرنس اور سمینار کا اجراء کیا گیا جو بحمد اللہ گزشتہ 35 سال تواتر کے ساتھ ہر سال جاری ہے۔ کانفرنس کے موقع پر نامور ملکی اور غیر ملکی علماء وریسرچ اسکالرز کے تحقیقی مقالات پر مشتمل سالنامہ معارف رضا اور معروف شخصیات کے پیغامات پر مشتمل ایک مجلہ بنام ''مجلہ امام احمد رضا کانفرنس'' کی اشاعت بھی رضویات کی فروغ میں سیک اہم پیش رفت ہے۔

ایک اہم اور تاریخی کام یہ ہوا کہ 1999ء میں حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری اور راقم پر مشتمل ایک وفد نے مصر کا ایک دورہ کیا، شیخ الجامعہ حضرت دکتور محمد سید طنطاوی مرحوم سے ملاقات کی اور امام احمد رضا اور برصغیر کے دیگر علمائے اہل سنت کی تقریبا350 سے زائد کتب کا تحفہ جامعہ ازہر شریف کے مختلف شعبوں کی لائبریریوں کے لئے پیش کیا گیا۔ تاریخ میں اول بار امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد امعہ ازھر کے شعبہ عربی کے ہال میں سکریٹری جامعہ ازھر کی صدارت میں ہوا۔ بین الاقوامی شہرت کے تین معروف اساتذہ ازھر کو عربی زبان میں امام احمد رضا پر ان کے تحقیقی تصنیفی کام پر انہیں گولڈ مڈل ایوارڈ دیا گیا۔

(1) جناب دکتور شیخ حازم المحفوظ (مصنف امام احمد رضا اور علمائے ازھر)
(2) جناب دکتور مجیب المصری المرحوم (مترجم قصیدہ ء سلامیہ اور حدائق بخشش، عربی)
(3) دکتور ابوالعباس المرسی. (برائے نگرانی ام فل مقالہ، شیخ احمد رضا، شاعرا عربیا)

ایک اہم بات راقم کے ذہن سے نکل گئی وہ یہ کہ اعلیحضرت علیہ الرحمہ پر تحقیق وتصنیف، سمینار اور کانفرنس کے انعقاد کی راہ ہمیں حضرت حکیم اہلسنت، حکیم موسی امرتسری علیہ الرحمہ نے دکھائی، اگر میں یہ کہوں کہ جدید خطوط پر ادارے کی بنیاد رکھنے کی تشویق وترغیب میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ محقق اہلسنت، مسعود ملت، ماہر رضویات ومجددیات کی تحقیقی وتصنیفی خدمات سے عرب وعجم کا رضویات سے شغف رکھنے والا اہل علم واقف نہیں، لیکن اس حقیقت سے دور حاضر کے کم ہی حضرات واقف ہوں گے کہ حضرت مسعود ملت علیہ الرحمہ کو مجدد دین وملت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے گلستان علم کی سیر کی طرف رغبت دلانے اور انکے علمی گلدستہ سے خوشہ چینی کی تشویق وتحریک دلانے میں حضرت حکیم موسی امرتسری نور اللہ مرقد اور ان کے رفیق کار علامہ پیرزادہ فاروق القادری دامت برکاتہم العالیہ کی کاوشیں ہیں۔ مستقبل میں رضویات پر تحقیق تصنیف کرنے والوں پر بالخصوص اور عوام اہلسنت پر بالعموم بڑا احسان ہے، ریکارڈ پر لانے کے لئے جس کی نشاندہی ضروری ہے۔

معارف رضا (سالنامہ/ ماہنامہ) اور مجلہ امام احمد رضا کانفرنس کے 35 سالہ رکارڈ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ ادارہ کی ایک اور امتیازی خصوصیت یہ کہ اس نے موجودہ اور جدید ذرائع ابلاغ کی اہمیت کا ادراک کرتے ہوئے اس نے روز اول سے فائدہ اٹھانے کی حتی المقدور سعی وکاوش کی جس کے مثبت نتائج آج امام احمد رضا کے افکار ونظریات، تعلیمی نظریات، علمی فتوحات کے عالمی سطح پر ابلاغ کی صورت میں نظر آرہے ہیں، الحمد للہ علی ذالک۔ اب یوم رضا کے موقع پر دنیا میں ہر جگہ پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا بلکہ سوشل میڈیا کا استعمال موءثر ابلاغ کے لئے ہماری ضرورت بن چکا ہے۔

ادارہ نے گزشتہ 35 برسوں میں اعلیحضرت حوالہ سے

اردو، انگریزی، عربی، سندھی، پشتو، بنگالی اور دیگر زبانوں میں شائع کیئے یا کروائے ہیں انہیں ملکی اور عالمی سطح پر مستند علماء، مشائخ، جدید جامعات کے اسکالرز اور اہم لائبریریز تک بہم پہنچانے ممکنہ کوشش کی ہے۔اس ضمن میں شروع کے 12 برسوں میں ادارے کے بانی اور صدر اول حضرت مولانا سید ریاست علی قادری نوری رضوی (خلیفہ مفتی اعظم ہند قدس سرہ) رحمہ اللہ (وفات 1992ء) کی جدوجہد ہمارے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ان کے اچانک وصال سے ایک بہت بڑا خلاء پیدا ہوا۔اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ہمت دی، ہمارے مشفق سرپرستوں، حضرت پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب و علامہ شمس بریلوی علیہما الرحمہ نے ہمیں حوصلہ دیا کہ آج تک ادارہ بحمد اللہ ترقی پذیر ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی خوب سے خوب تر کی طرف گامزن رہے گا۔

ایک اور اہم ترین کام رضویات پر تحقیق کے حوالے سے یہ ہوا ہے کہ گزشتہ 35 برسوں میں اعلیحضرت کے حوالے سے برصغیر کے سنی رسائل، ماہناموں، سالناموں اور اخبارات و جرائد میں ہماری لائبریری میں آتے رہتے ہیں اس میں سے اعلیحضرت کے ہر شعبہ علم کے مطابق مضامین منتخب کر کے تقریباً 50 جلدوں کی فائل بنائی ہے۔ان سب کی پی۔ڈی ایف ہم نے حضرت علامہ حنیف رضوی صاحب کے سپرد کردی ہے۔جس پر وہ صد سالہ یوم وصال امام احمد رضا 1440ھ کے موقع پر کتب کی اشاعت میں اس سے کام لیں گے علامہ کی فاضل ٹیم کے ایک نہایت معتبر ممبر فقیر کے ولدی العزیز مفتی ڈاکٹر امجد رضا حفظہ اللہ الباری بھی ہیں۔اسطرح 50 جلدوں میں محفوظ رضویات کا یہ خزانہ حضرت علامہ حنیف رضوی صاحب کو یہ کہہ کے سپرد کردیا ع سپردم تو مایہ خویش را

سوال: ادارہ تحقیقات کا ایک سنہرا دور وہ تھا جس وقت علامہ شمس بریلوی، پروفیسر مسعود احمد مظہری، علامہ شرف قادری وغیرہ صاحبان فکر و نظر اس سے وابستہ تھے اب یہ ساری ہستیاں جوار رحمت میں آسودہ ہیں کیا ان کے بعد ادارہ متاثر ہوا ہے اور اس کے کام کی رفتار مدھم ہوئی ہے؟

جواب: آپ نے بجا فرمایا حضرت علامہ شمس بریلوی، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، ماہر رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مظہری رحمہ اللہ مدبر محققین اور ماہرین رضویات کا دنیا سے اٹھ جانا ادارے کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ان کا خلاء پر ہوتے نظر نہیں آتا، ویسے اللہ تعالی قادر ہے جس سے چاہے دین کا کام لے لے۔بات صرف رضویات پر صرف تحقیق و تصنیف ہی کی نہیں ہے بل کہ، بات اس کی نگرانی اور منزل مقصود تک اس کی رہنمائی کی بھی ہے۔اب دور تک ایسی ہستیاں نظر نہیں آتیں۔پی ایچ۔ڈی، مقالے تو لکھے جاتے رہیں گے لیکن معیار تنزل پذیر ہوگا۔یہ خدشہ فکر مند کئے دیتا ہے۔

سوال: آپ کے حوالہ سے جب بھی علالت کی خبر سننے میں آتی ہے تو دعائے صحت کے ساتھ یہ فکر بھی کہیں نا کہیں سر ابھارتی ہے کہ آپ کے بعد کیا ہوگا؟ خدائے تعالی آپ کا سایہ عمر دراز فرمائے کیا ادارہ تحقیقات سے اب بھی ایسے باصلاحیت، اہل دل اور صاحب نظر افراد وابستہ ہیں جن سے ذمہ داران اہل سنت توقعات وابستہ رکھیں؟ کہ وہ ادارہ کی سابقہ روایات برقرار رکھیں گے؟

جواب: اس کم مایہ بے علم نے ان تینوں اور دیگر بزرگوں سے جو کچھ سیکھا، وہ اپنے ہمراہیوں اور بعد میں ہمارے ساتھ شامل ہونے والوں تک منتقل کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے۔اگرچہ وقتی طور پر دیپ بجھا ہو لیکن امید بہار بھی ہے۔امید ہے محبی و عزیزی ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کی سرکردگی میں نئے افراد بھی شامل قافلۂ رضا ہوں گے۔بشرط کہ موجودہ ٹیم سابقہ بزرگوں کی پیروی کرتے ہوئے وسیع القلبی اور شفقت و محبت کا مظاہرہ کرے۔

سوال: آجکل سوشل میڈیا پہ بعض متصوفین اور توفیق سے محروم نیم خواندہ افراد شدت سے یہ سوال اٹھا رہے ہیں کہ دین و سنت کے تحفظ کے لئے بزرگان دین کے نام کے بجائے اعلی حضرت کا نام لینا شدت پسندی اور واقعہ کے خلاف ہے، انہیں مسلک اعلی حضرت سے اس درجہ قلبی کد ہے کہ حوالوں میں بھی ان کا نام لینا انہیں پسند نہیں آپ کے نزدیک اس شدت مزاجی اور منفی سوچ کی وجہ کیا ہے اور انہیں کون سی چیز راہ راست پہ لاسکتی ہے

جواب: یہ سر پھرے لوگ ہیں انہیں جماعتی درد نہیں اپنی بے بسی ایسا بلوا رہی ہے، کام کرنے والے کا نام ہوتا ہے نہیں کرنے والے کا نہیں ہوتا۔جماعت اہل سنت میں جتنے کام کرنے والے افراد ہیں وہ اپنے متعلقین کے لئے کام کر رہے ہیں، اعلیٰ حضرت پر کام ہونا جماعت اہل سنت ہی پر کام ہونا ہے کہ اعلیٰ حضرت ابھی حقانیت کی علامت ہیں۔پھر یہ بھی تعصب ہی ہے کہ ان کا نام لینے یا پر کام ہونے سے آدمی جلے، ہم مسلکی اعتبار سے سنی بریلی بریلوی ہیں تو کام اسی موضوع پہ کریں گے

مشربی اعتبار سے رضوی ہیں پہلی ترجیح بھی ہماری یہی ہوگی مگر اس کے باوجود اگر تحقیق سے جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ہم نے ہر موضوع پہ کچھ نہ کچھ کیا ہے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں ہیں کام ہو رہا ہے ہوتا رہے گا۔ پچھلے ۲۵ رسالوں میں جماعت اہل سنت کے تقریباً تمام اکابر پر کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ اعتراض کرنے والے خود یہ دیکھیں کہ انہوں نے جماعت کے لئے کتنا کام کیا ہے۔

سوال: جہاں تک مجھے سمجھ میں آتا ہے پاکستان میں ڈاکٹر طاہر القادری نے اس فتنہ کو جنم دیا اور ہندوستان میں ماہنامہ جام نور دہلی نے اپنی اشاعت کی تقریباً آدھی منزلیں طے کرنے کے بعد اس فتنہ کو ہوا دینے کے لئے منفی ذہن رکھنے والے افراد کو اکٹھا کیا اور طالبانی نظام فکر کے تحت ان کی تربیت کی. جام نور کے پلیٹ فارم سے انہیں متعارف کرایا اور پھر انہیں بے لگام چھوڑ دیا، آج نتیجہ یہ ہے کہ ؎

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوہ اہل ہنر گئی

آپ اس جماعتی انتشار اور بے لگام دوڑنے والے گھوڑوں کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

جواب: بریلوی مسلک کہیں یا مسلک اعلیحضرت، بات ایک ہی ہے، برصغیر میں دو طبقے ایسے ہیں، ایک مجاور طبقہ ”صوفیا“ جو شریعت سے آزاد مجلس ہاؤ ہو اور نذرانوں اور رنگ برنگی چادروں میں ملفوف ہے، دوسرا وہ جو انپڑھ مشیخیت یا اردو، عربی میں تھوڑی شد بد کے ساتھ عراقی یا شامی جبہ میں ملبوس ”شیخ الاسلامی“ زعم میں مدہوش ہے۔ مسلک اعلیحضرت کے فروغ سے ان کی روزی ماری جاتی ہے۔ آپنے درست فرمایا، پاکستان میں اس کے نقیب طاہر القادری اور ہند میں مسلک اعلیحضرت کے خلاف اس کے لئے پلیٹ فارم مہیا کرنے والے اہلسنت سے وابستگی کے دعوی دار جدید اقدار کے نامور صحافی جناب خوشتر نورانی صاحب نظر آتے ہیں۔ البتہ پاکستان جب سے دیوبندی وہابی دہشت گرد تنظیمیں کالعدم ہوئی ہیں دوبارہ اہل سنت والجماعت“ نام سے منظر عام پر آگئی ہیں ع

ناطقاں سر بگریباں اسے کیا کہئے!

اب ان میں اور ہم اہلسنت میں وجہ امتیاز صرف اعلیحضرت ہی رہ جاتے ہیں، اس لئے بعض افراد جو شروع شروع میں طاہر القادری کے ساتھ تھے اب سیر سپاٹے کے بعد ان کو چھوڑ گئے۔

سوال: ان دنوں صلح کلیت کے زیر اثر خانقاہیں منظم ہوکر جماعت اہل سنت کے بالمقابل کھڑا ہونے کی کوشش کر رہی ہیں ظاہر ہے یہ جماعتی اتحاد کے لئے اچھی علامت نہیں، بعض معتمد افراد بھی خانقاہیت کے نام پر ان کی ہمنوائی پر آمادہ ہیں جس سے ان کا اعتماد متزلزل ہو رہا ہے۔ یہ صورت بھی یقیناً لمحہ فکریہ ہے آپ کے نزدیک ایسی کوئی صورت ہے جس سے انتشار پہ قابو پایا جائے؟

جواب: آپ نے صحیح کہا، ہندو پاک کی صورت حال تقریباً یہی ہے اور یہ اچھی علامت نہیں ہے صلح کلیت کی وبا عام ہوتی جارہی ہے اور اس کی وجہ دل کا خوف خدا اور فکر آخرت سے خالی ہونا ہے۔ اس پر قابو نے کی صورت یہ فقیر کیا بتائے، بات گھوم پھر کر خشیت وللٰہیت اور نفس کشی وایثار پسندی پر آتی ہے جس کا فقدان ہے، جب تک دل تمام الائشوں سے پاک نہیں ہوں گے حالات پہ قابو پانا آسان نہیں، ہماری آنکھوں نے حضور مفتی اعظم ہند کا جمال دیکھا ہے ان کی سیرت دیکھی ہے، تقویٰ وللٰہیت کا وہ انداز اب خال خال ہے دنیا ایسے لوگوں سے خالی نہیں مگر کتنے ہیں یہ آپ کے سامنے ہے۔ ایسے میں اس وبا کو روکنا آسان نہیں خدائے تعالیٰ انہیں توفیق دے، بس اپنے لوگوں سے گزارش ہے کہ وہ ان کی فکر اور ان کی صحبتوں سے بھی دور رہیں تا کہ حق اور اہل حق کے قریب رہ سکیں۔

سوال: الرضا جن حالات میں عزم وحوصلہ کے ساتھ منظر عام پہ آیا ہے اہل نظر واہل علم نے اس کی بڑی پذیرائی کی ہے آپ الرضا کے بارے میں کچھ کہنا چاہیں گے۔

جواب: ہاں ماشاءاللہ ! آپ کا رسالہ جاری ہوتے ہی سنی حلقوں میں مقبول ہوگیا بڑی خوشی ہوئی، فقیر نے اس سے یہ محسوس کیا کہ اہل سنت کی اکثریت ابھی تک اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے وابستہ ہے۔ آپ کے رسالہ نے واقعی علمی اور عوامی دونوں حلقے میں اپنی جگہ بنالی ہے جب کہ ابھی اس کے دو ہی شمارے منظر عام پہ آئے ہیں۔

میں اس رسالہ کے لئے اس کے سوا کیا کہوں کہ یہ رسالہ بالکل اس وقت منظر عام پہ آیا ہے جب صلح کلیت والوں نے ہر طرف اپنے اثرات پھیلانے شروع کردئے تھے، میں اس کے لئے دعا کرتا ہوں اور قارئین سے توقع کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو عام کرنے میں خصوصی دلچسپی لیں گے۔

□□□

مطالعۂ رضویات

امام احمد رضا اور محبت اہل بیت

مولانا غلام سرور قادری: القلم فاؤنڈیشن پٹنہ

ارباب علم ودانش کا کہنا ہے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فنافی الرسول تھے۔ اور عشق محبوب ﷺ میں اس مقام پر تھے جہاں محب خودمحبوبیت کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے۔ اہل بصیرت کا یہ تاثر یقینا حقائق پر مبنی ہے۔ اسے الفاظ کی بازی گری اور محبوب کی قصیدہ خوانی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اپنوں کے ساتھ غیروں کا جو عقائد ومعمولات میں ان کے مخالف رہے ہیں ایسا بیان منظر پہ نہیں آتا جسے مدح کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا یہ مدح بھی حقائق نگاری اور اظہار صداقت ہی ہے۔ دشمن بھی جن کی محبت رسول اور عشق رسول کی شہادت دیں یقینا وہ سچا محب رسول اور عاشق صادق ہیں، الفضل ماشھدت بہ الاعداء۔ چنانچہ عظیم الحق قاسمی فاضل دیوبند لکھتے ہیں:

''ہوسکتا ہے کہ آپ کو اس بات کا علم ہو کہ (مدرسہ) دیوبند میں اعلیٰ حضرت یا ان سے تعلق رکھنے والے رسائل وکتب نہیں پہنچتے ، نہ ہی وہاں طلبہ کا اجازت ہوتی ہے۔ بلکہ دیکھنا جرم سے کم نہیں۔ میں بھی وہیں (دارُ العلوم دیوبند) کا فراغ التحصیل ہوں، وہاں سے مجھ کو بریلویوں سے نفرت ان کی کتابوں سے عداوت دل میں پرورش پائی، اس لیے میں کبھی ان کی کتب سے استفادہ نہیں کرسکا۔ قاری چونکہ نیا رسالہ ہے اور ظاہراً یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بریلویوں کا رسالہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس سبب سے میں نے قاری کا مطالعہ کیا اور (مولانا احمد رضا) فاضل بریلوی نے شمع رسالت کی جوضیاء پاشی کی ہے۔ اس کا ادنیٰ حصہ پہلی مرتبہ ''قاری'' کے ذریعے نظرنواز ہوا جس نے میرے دل کی دنیا کو بدل ڈالا۔ ابھی تو صرف ایک فتویٰ نے اعلیٰ حضرت کے عشق رسول ﷺ کا مجھ کو معترف کردیا یہ پورا فتویٰ حب رسول کا ایک گلدستہ ہے میں اپنے دل کے حالات ان لفظوں میں بیان کروں گا، کہ اگر ہمارے علماء دیوبند تنگ نظری اور تعصب کو ہٹادیں تو شاید مولانا اسماعیل سے لیکر ہنوز سب فاضل بریلوی کے شاگردوں کی صفت میں نظرآئیں گے

(ماہنامہ قاری دہلی اپریل 1998ء)''

جماعت اسلامی (مودودی گروپ) کے مشہور شاعر ماہر القادری لکھتے ہیں:

''مولانا احمد رضا خان بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے دینی علم وفضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعر بھی تھے۔ اوران کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہ سخن سے ہٹ کر صرف نعت رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔ مولانا احمد رضا خان کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خان بہت بڑے خوش گو شاعر تھے اور مرزا داغ سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع:

وہ سوئے لالہ زار پھر تے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جب استاد مرزا داغ کو حسن بریلوی نے سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا کہ مولوی ہوکر اچھے شعر کہتا ہے۔ (ماہنامہ فاران کراچی ستمبر 1973ء)

ایک اور شمارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا احمد رضا بریلوی نے قرآن کا سلیس رواں ترجمہ کیا ہے۔ ۔مولانا صاحب نے ترجمہ میں بڑی نازک احتیاط برتی ہے۔۔۔۔ مولانا صاحب کا ترجمہ خاصا اچھا، ہے۔۔۔۔۔۔ ترجمہ میں اردو زبان کے احترام پسندانہ اسلوب قائم رہے۔

(ماہنامہ فاران کراچی مارچ 1976ء)

عشق ومحبت کا تقاضہ یہ ہے کہ محبوب کے اعداء سے بغاوت ونفور اور محبوب کے محب سے محبت کی جائے بلا اشتباہ امام اہل سنت قدس سرہٗ اس حدیث محبت کے امین تھے تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ آپ نے حایت مستعار کی آخری بہار تک زبان وبیان ، تصنیف وتالیف، نثر ونظم ، کے ذریعے باغیان مصطفیٰ ﷺ کی سرکوبی کی ہے۔ اور ہمیشہ ہر اس شئ سے محبت کی ہے جس کو سرکار دوعالم نے محبوب رکھا۔

یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ سے جس طرح فخر دوعالم ﷺ کے عشق ووارفتگی ہی کو اصل الاصول قرار دے کر زندگی کا لمحہ لمحہ یاد محبوب میں گذارا اسی طرح حضور ﷺ کی آل پاک کی محبت کو زندگی کی سب سے بڑی معراج، حیات سرمدی کا عظیم سرمایہ ان کی دل جوئی کو باعث فخر وایمان اور ان سے محبت کو شفاعت کا ذریعہ تسلیم کیا جس پر ان کے کتب ورسائل، فتاویٰ، خطوط ومکتوبات، اور نعتیہ دیوان حدائق بخشش شاہد ہیں، انہیں کتب ورسائل وغیرہ سے چند اقتباسات ہدیہ ناظرین ہیں۔ جن سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ اہل بیت اطہار کی محبت میں کس قدر وارفتہ تھے اور پوری زندگی ان کی عظمت ورفعت شان کا علم بلند کیے رکھا۔

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ کی تفسیر:

جدید تحقیقات کے مطابق امام اہل سنت قدس سرہٗ تقریبا ۱۲۰ر مروجہ اور غیر مروجہ علوم وفنون کے نہ صرف عالم تھے بلکہ امام اور اس فن میں کمال کی آخری منزل پر فائز تھے، چنانچہ امام موصوف سے مذکورہ آیت کی تفسیر ومعنیٰ کے تعلق سے سوال کیا گیا تو آپ نے اس کی بڑی نفیس اور ایمان افروز تفسیر ارشاد فرمائی، فرماتے ہیں۔

اس کی دو تفسیریں ہیں ایک تو یہ کہ کوئی قبیلہ کفار مکہ کا ایسا نہ تھا جو سرکار سے قرابت نہ رکھتا ہو اور قبیلہ والے کے ساتھ کرم اہل عرب کی طینت میں رکھا گیا تھا تو وہ جو تکلیفیں پہونچاتے تھے ان کی بابت ارشاد فرمایا گیا کہ اور کسی بات کا خیال نہ کرو قرابت داری ہی کا پاس کر کے حضور کو تکلیف پہونچانے سے باز رہو۔ دوسری یہ ہے کہ قربیٰ سے مراد سادات کرام واہل بیت عظام ہیں اور استثناء بہر صورت منقطع ہے "لا اسئلکم علیہ اجراً سالبہ کلیہ ہے

(الملفوظ حصہ چہارم صفحہ ۶۵۲)

حضرت فاطمہ نے دوزخ سے آزاد فرمایا:

محب اہل بیت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ بحوالہ تاریخ بغداد حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری صاحبزادی فاطمہ آدمیوں میں حور ہے کہ نجاستوں کے عارضے جو عورت کو ہوتے ہیں ان سے پاک ومنزہ ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کا فاطمہ اس لیے نام رکھا کہ اسے اور اس سے محبت رکھنے والوں کو آتش دوزخ سے آزاد فرمادیا (خطیب نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا) غلامان زہرا کو نار سے چھڑایا تو اللہ عزوجل نے، مگر نام حضرت زہرا کا ہے۔ فاطمہ چھڑانے والی آتش جہنم سے نجات دینے والی۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ابیہا وعلیہا وبعلہا وابنیہا وبارک وسلم

(فتاویٰ رضویہ مترجم جلد تیس صفحہ ۶۱۱)

حقیقی سادات پر عذاب سے مامون ہونے کی امید واثق ہے:

عاشق رسول فدائے صحابہ واہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"سادات کرام جو واقعی علم الٰہی میں سادات ہوں ان کے بارے میں رب عزوجل سے امید واثق یہی ہے کہ آخرت میں ان کو کسی گناہ کا عذاب نہ دیا جائے گا حدیث میں ہے ان کا فاطمہ اس لیے نام ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی تمام ذریت (یعنی اولادکو) نار پر (یعنی دوزخ پر) حرام فرمادیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا" اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نہ تجھے (اللہ تعالیٰ) عذاب کرے گا نہ تیری اولاد میں کسی کو۔

امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی اولا دامجاد اور بھی ہیں قریشی، ہاشمی، علوی، ہونے سے ان کا دامان فضائل مالا مال ہے مگر یہ شرف اعظم کہ حضرات سادات کرام کو ہے ان کے لیے نہیں یہ شرف بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرا ٹکڑا ہے۔ سب کی اولادیں اپنے باپ کی طرف نسبت کی جاتی ہیں سوا اولاد فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے، کہ میں ان کا باپ ہوں۔ ملخصا

(فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۲۹، صفحہ ۶۳۸)

سید اگر بدمذہب ہوجائے تو:

عاشق اہل بیت اطہار امام اہل سنت فرماتے ہیں:

"یہ فقیر ذلیل بحمدہٖ تعالیٰ حضرات سادات کرام کا ادنیٰ غلام وخاکپا ہے ان کی محبت وعظمت ذریعۂ نجات وشفاعت جانتا ہے، اپنی کتابوں میں چھاپ چکا ہے کہ سید اگر بدمذہب بھی ہوجائے تو اس کی تعظیم نہیں جاتی جب تک بدمذہبی حد کفر تک نہ پہونچے ہاں بعد کفر سیادت ہی نہیں رہتی پھر اس کی تعظیم حرام ہوجاتی ہے اور یہ بھی فقیر بارہا فتویٰ دے چکا ہے کہ کسی کو سید سمجھنے اور اس کی تعظیم کرنے کے لیے ہمیں اپنے ذاتی علم سے اسے سید جاننا ضروری نہیں۔ جو لوگ سید کہلائے جاتے ہیں ہم ان کی تعظیم کریں گے۔ ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں، نہ سیادت کی سند مانگنے کا ہم کو حکم

دیا گیا ہے، اور خواہی نہ خواہی سند دکھانے پر مجبور کرنا اور نہ دیکھائیں تو برا کہنا مطعون کرنا ہرگز جائز نہیں ''الناس امناء علیٰ انسابہ'' لوگ اپنے نسب پر امین ہیں۔ ہاں جس کی نسبت ہمیں خوب تحقیق معلوم ہو کہ یہ سید نہیں اور وہ سید بنے اس کی ہم تعظیم نہ کریں گے نہ اسے سید کہیں گے اور مناسب کے ناواقفوں کو اس کے فریب سے مطلع کر دیا جائے۔ میرے خیال میں ایک حکایت ہے جس پر میرا عمل ہے کہ ایک شخص کسی سید سے الجھا، انہوں نے فرمایا میں سید ہوں کہا کیا سند ہے تمہارے سید ہونے کی رات کو زیارت اقدس ﷺ سے مشرف ہوا کہ معرکہ حشر ہے یہ شفاعت خواہ ہوا، اعراض فرمایا، اس نے عرض کی میں بھی حضور کا امتی ہوں فرمایا کیا سند ہے تیرے امتی ہونے کی۔ ملخصاً

(فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۲۹ صفحہ ۵۸۷)

سادات کرام کی تعظیم:

عاشق رسول مداح صحابہ واہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''سادات کرام کی تعظیم فرض ہے اور ان کی توہین حرام بلکہ علماء کرام نے ارشاد فرمایا جو کسی عالم کو مولویا، یا کسی سید کو، میروا، بروجہ تحقیر کہے کافر ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جو میری اولاد اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین باتوں سے خالی نہیں یا تو منافق ہے یا حرامی، یا حیضی بچہ۔ بلکہ علماء وانصار وعرب سے تو وہ مراد ہیں جو گمراہ و بددین نہ ہوں اور سادات کرام کی تعظیم جب تک ان کی بدمذہبی حد کفر کو نہ پہونچے کہ اس کے بعد تو وہ سید ہی نہیں وہ نسب منقطع ہے۔ جیسے نیچری، قادیانی، وہابی، غیر مقلد، دیوبندی اگر چہ سید مشہور ہوں نہ سید ہیں نہ ان کی تعظیم حلال، بلکہ توہین و تکفیر فرض۔ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۴۲۰)

حضرات اہل بیت خلاصۂ مخلوقات:

اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو خلاصۂ مخلوقات کہنا بلاشبہ صحیح ہے۔ اس سے ان کی فضیلت انبیاء، مرسلین اور خلفائے ثلاثہ پر لازم نہیں آتی ہے۔ امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''پس واضح ہو گیا کہ طور متعارف پر حضرات آل اطہار کو خلاصۂ مخلوقات کہنا بہت صحیح ہے اور اس سے ان کی فضیلت انبیاء و مرسلین بلکہ خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر لازم نہیں آتی کہ جو امور عقائد حقہ میں مستقر ہو چکے وہ خود ایضاح مراد کو بس ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۱۰ صفحہ ۸۱۲)

سیدزادے کو استاذ مار سکتا ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے سوال کیا گیا کہ حضور کسی سیدزادے کو استاذ مار سکتا ہے یا نہیں؟ اس استفسار کا بصیرت افروز جواب ملاحظہ کریں:

''قاضی جو حدود الٰہیہ قائم کرنے پر مجبور ہے اس کے سامنے اگر کسی سید پر حد ثابت ہوئی تو باوجود یکہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائے گا لیکن اس کو حکم ہے سزا دینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں یہ نیت رکھے کہ شہزادے کے پیر میں کیچڑ لگ گئی ہے اسے صاف کر رہا ہوں تو قاضی جس پر سزا دینا فرض ہے اس کو تو یہ حکم ہے۔ بہ معلم چہ رسد (پھر معلم کو مارنے کا کیا حکم ہوگا)

(الملفوظ حصہ ۳ ص ۵۲۳)

سید صاحب کے سامنے ساری رقم رکھ دی:

تلمیذ اعلیٰ حضرت ملک العلماء حضرت علامہ مفتی ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

''ایک سید صاحب بہت غریب مفلوک الحال تھے۔ عسرت سے بسر ہوتی تھی اس لیے سوال کیا کرتے تھے۔ مگر سوال کی شان عجیب تھی۔ جہاں پہنچے، فرماتے، دلواؤ سید کو، ایک دن اتفاق وقت کہ پھاٹک میں کوئی نہ تھا، سید صاحب تشریف لائے اور سیدھے زنانہ دروازہ پر پہنچ کر صدا لگائی، دلواؤ سید کو۔ اعلیٰ حضرت کے پاس اسی دن ذاتی اخراجات علمی یعنی کتاب، کاغذ وغیر داد و دہش کے لیے دو سو روپے آئے تھے، جس میں نوٹ بھی تھے، اٹھنی، چونی، پیسے بھی تھے کہ جس چیز کی ضرورت ہو صرف فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے آفس بکس کے اس حصے کو جس میں یہ سب روپے تھے سید صاحب کی آواز سنتے ہی ان کے سامنے لا کر حاضر کر دیا اور ان کے روبرو لیے ہوئے کھڑے رہے۔ جناب سید صاحب دیر تک ان سب کو دیکھتے رہے اس کے بعد ایک چونی لے لی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حضور! یہ سب حاضر ہیں، سید صاحب نے فرمایا: مجھے اتنا ہی کافی ہے۔

الغرض! جناب سید صاحب ایک چونی لیکر سیڑھی پر سے اتر

آئے۔ اعلیٰ حضرت بھی ساتھ ساتھ تشریف لائے، پھاٹک پر ان کو رخصت کر کے خادم سے فرمایا دیکھو! سید صاحب کو آئندہ آواز دینے، صدا لگانے کی ضرورت نہ پڑے۔ جس وقت سید صاحب پر نظر پڑے فوراً حاضر کر کے سید صاحب کو رخصت کر دیا کرو سبحان اللہ و بحمدہٖ تعظیم سادات ہو تو ایسی ہو۔

کیوں اپنی گلی میں وہ روادار صدا ہو
جو نذر ہے لیے راہ گدا دیکھ رہا ہو

(حیات اعلیٰ حضرت جلد اول صفحہ ۲۳۳)

خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادہ ہیں:

عشق رسول کی بنیاد پر سادات نوازی اور صمیم قلب سے ان کا احترام اور عزت و توقیر کا مظاہرہ جو امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے یہاں ملتا ہے اس کی نظیر بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ یقیناً ایسے لوگ خال خال ہی ملیں گے جو عشق و محبت میں سرشار اپنا سب کچھ نثار کرنے کے بعد بھی یہی نعرۂ مستانہ لگائے کہ: "حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا"

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے ایک کم عمر صاحبزادے خانہ داری کے کاموں میں امداد کے لیے کاشانۂ اقدس میں ملازم ہوئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سید زادے ہیں لہذا گھر والوں کی تاکید فرمادی کہ صاحبزادے صاحب سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادہ ہیں کھانا وغیرہ اور جس شی کی ضرورت ہو حاضر کی جائے جس تنخواہ کا وعدہ ہے وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے۔ چنانچہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گیے۔ (حیات اعلیٰ حضرت جلد اول صفحہ ۲۲۳)

سادات کرام کی ادنیٰ پشیمانی پر:

اگر کسی وجہ سے سید زادے کو ندامت اور پریشانی ہوتی تو امام احمد رضا کا جذبۂ عشق سرکار ابد قرار مجروح ہو جاتا اور اخلاص و وفا کے ساتھ سید زادے کی ندامت اور پریشانی دور فرماتے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

جس زمانے میں اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ کی مغربی سمت جس میں کتب خانہ نیا تعمیر ہو رہا تھا عورتیں اعلیٰ حضرت کے قدیمی آبائی مکان میں جس میں حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب برادر اوسط اعلیٰ حضرت مع متعلقین تشریف رکھتے تھے، قیام فرما تھیں اور اعلیٰ حضرت کا مکان مردانہ کر دیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا اجتماع رہتا کسی طرح کئی مہینہ تک وہ مکان مردانہ رہا جن صاحب کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی بے کھٹکے پہنچ جایا کرتے۔ جب وہ کتب خانہ مکمل ہو گیا مستورات حسب دستور سابق اس مکان میں چلی آئیں اتفاق وقت کہ ایک سید صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور اس مکان کو مردانہ پایا تھا پھر تشریف لائے اور اس خیال سے کہ مکان مردانہ ہے بے تکلف اندر چلے گئے جب نصف آنگن میں پہونچے تو مستورات کی نظر پڑی جو زنانہ مکان میں خانہ داری کے کام میں مشغول تھیں۔ انہوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر اُدھر پردہ میں ہو گئیں۔ ان کے جانے کی آہٹ سے جناب سید صاحب کو علم ہوا کہ یہ مکان زنانہ ہو گیا ہے مجھ سے سخت غلطی ہوئی جو میں چلا آیا۔ اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے کہ اعلیٰ حضرت دکھن طرف کے سائبان سے فوراً تشریف لائے اور جناب سید صاحب کو لیکر اس جگہ پہونچے جہاں حضرت تشریف رکھتے تھے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے، اور سید صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ جس سے سید صاحب کی پریشانی اور ندامت دور پہلے تو سید صاحب خفت کے مارے خاموش رہے پھر معذرت کی اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے زنانہ مکان ہونے کا کوئی علم نہ تھا اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ حضرت! یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں آپ آقازادے ہیں معذرت کی کیا حاجت ہے؟ میں خود سمجھتا ہوں حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں غرض بہت دیر تک سید صاحب کو وہیں بٹھا کر ان سے بات چیت کی، پان منگوایا، ان کو کھلایا۔ جب دیکھا کہ سید صاحب کے چہرے پر آثار ندامت کے نہیں ہیں، اور سید صاحب نے اجازت چاہی ساتھ ساتھ تشریف لائے اور باہر کے پھاٹک تک پہونچا کر ان کو رخصت فرمایا۔ (حیات اعلیٰ حضرت جلد ۱ ص ۲۳۱)

امام اہل سنت قدس سرہٗ کے تمام واقعات، تصانیف اور فتاویٰ ہمیں درس عبرت دیتے ہیں کہ سادات کرام کے ساتھ محبت و الفت، عزت و توقیر، تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آنا چاہیے کہ یہی ایمان کی روح اور اہل محبت کا کردار رہا ہے۔ ایسا کرنے سے یقیناً محبوبِ رب العلمین کی خوشنودی حاصل ہوگی، اور حضور ہی کی خوشنودی اللہ رب العزت کی خوشنودی ہے۔ اور یہی امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تعلیمات اور ان سے محبت و تعلق کا تقاضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں سادات کرام کی تعظیم و توقیر کرنے اور محبت و عقیدت رکھنے کی توفیق رفیق بخشے۔۔۔۔۔۔۔ آمین۔

□□□

انٹرنیٹ پر افکارِ رضا کے دریچے

احمد رضا صابری

گزشتہ سے پیوستہ......

۵۔ فیضِ رضا ڈاٹ نیٹ:

www.faizeraza.net

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت کے فیض سے واقعی لبریز یہ ویب سائٹ اعلیٰ حضرت کے افکار و نظریات کی بہترین غماز ہے۔ سیکڑوں مضامین، تبصرے اور تحاریر اس کی گواہ ہیں۔ ویب سائٹ کے سرورق پر ایک شہ سرخی کے ساتھ اہل سنت کو عرس اعلیٰ حضرت ۱۴۳۵ھ کی مبارک باد دی گئی ہے۔

اس ویب سائٹ کی مشمولات پر اگر نظر ڈالیں تو آنکھیں خیرہ رہ جاتی ہیں۔ تقریباً ۱۱ر مختلف کالم میں سینکڑوں موضوعات پر ہزاروں مضامین اس میں درج کئے گئے ہیں جن میں بیشتر فکرِ رضا کی غماز ہے مثلاً:

کالم ''1435 ہجری '' کے تحت ماہ صفر المظفر کی خوبیاں اور تاریخ اسلام میں اس مہینے کی اہمیت فضیلت کے ساتھ ساتھ اس ماہ میں واقع ہونے والے اسلام حادثات واقعات کو بڑی ہی خوبصورتی اور ندرت کے ساتھ درج کیا گیا ہے اور ماہِ صفر سے متعلق مندرجہ ذیل موضوعات پر مضامین لکھے گئے ہیں:

- تمام عاشقانِ رضا کو عرس اعلیٰ حضرت مبارک ہو!!
- ماہ صفر و تیرہ تیزی
- ماہ صفر میں کونسی دعا پڑھی جائے؟
- ماہ صفر میں وفات پانے والے اولیاء و بزرگانِ دین
- باطل عقائد و رسومات اور ماہ صفر
- ماہ صفر میں شادی کرنا کیسا ہے؟
- کیا ماہ صفر منحوس ہے؟
- ماہِ صفر المظفر کے نوافلِ و عبادات
- صفر المظفر میں رونما ہونے والے اہم واقعات
- ماہ صفر
- تواریخ عرس و وصال ماہ صفر المظفر
- Days to Remember in Saffar-ul-Muzaffar

جبکہ ''اسلامی شخصیات'' کے کالم میں ''امام احمد رضا قادری'' عنوان پر مندرجہ سرخیوں کے ساتھ درجنوں مضامین پیش کئے گئے ہیں جو اپنے آپ میں ایک دفتر ہے:

- عرس سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ مبارک
- انگریز نو مسلم ڈاکٹر محمد ہارون پی ایچ ڈی پروفیسر آف کیمبرج یونیورسٹی
- اہلسنت و جماعت سنی بریلوی کون ہیں؟
- امام احمد رضا کی عالمی اہمیت از: انگریز نو مسلم ڈاکٹر محمد ہارون انگلینڈ (چہارم)
- امام احمد رضا کی عالمی اہمیت از: انگریز نو مسلم ڈاکٹر محمد ہارون انگلینڈ (سوئم)
- امام احمد رضا کی عالمی اہمیت از: انگریز نو مسلم ڈاکٹر محمد ہارون انگلینڈ (حصہ دوئم)
- امام احمد رضا کی عالمی اہمیت از: انگریز نو مسلم ڈاکٹر محمد ہارون انگلینڈ
- امام احمد رضا.........پیکر علم و عمل
- امام احمد رضا ایک سچے عاشق رسول ﷺ
- جاہلانہ رسومات کے خلاف اعلیٰ حضرت کے فتویٰ جات
- کلامِ رضا ''لم یاتِ نظیرک فی نظر'' میں فارسی مصرعوں پر اک نظر
- کلامِ رضا ''لم یاتِ نظیرک فی نظر'' میں فارسی مصرعوں پر اک نظر
- امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور فن تفسیر
- عہد حاضر میں فکرِ رضا کی معنویت

- ولادت باسعادت حضرت سیدنا الامام احمد رضا خان فاضل بریلوی
- کلام رضا بزبانِ عاشق رضا
- امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا عجز و انکسار
- سوانح حیات امام مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
- امام احمد رضا قادری حنفی مخالفین کی نظر میں
- جاہلانہ رسومات و بدعات کے خلاف امام احمد رضا خان کے فتوے
- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے تجدیدی کارنامے وعلوم وفنون کی فہرست
- حیات اعلیٰ حضرت: :فن سوانح نگاری کے آئینے میں
- امام احمد رضا اور تشدد
- ھدیۃ قیمۃ: سند الشیخ الامام احمد رضا خان
- امام احمد رضا عقل و دانش کی عدالت میں
- ملک وملت کو درپیش چیلنجز اور فکر امام احمد رضا
- ارشادات اعلیٰ حضرت
- سوانح اعلیٰ حضرت احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ
- فکر رضا
- امام احمد رضا کے القاب وآداب
- پیکر علم وعمل، عاشق رسول مولانا امام احمد رضا بریلوی
- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت
- امام احمد رضا حیات وخدمات پر ایک نظر
- اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تجدیدی کارنامے وعلوم و فنون کی فہرست
- اعلیٰ حضرت اور استاذ کا مقام ومرتبہ
- امام احمد رضا اور شانِ اُلوہیّت (دوسری قسط)
- امام احمد رضا اور ان کا عشق رسول
- 40 سالہ چمنستان رضا کی سیر
- امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ
- امام احمد رضا بحیثیت دانشور
- امام احمد رضا اور تقویٰ
- Basic question about aala hazrath
- امام احمد رضا خلق جمیل کے مہر درخشاں
- رضویات کے حوالے سے 21ویں پی۔ایچ۔ڈی تھیسس منظور
- نبذة من سيرة الإمام الأكبر المجدد أحمد رضا القادري البَرَيلوي
- Imam Ahmad Rida Khan Qadiri al-Baraylwī | Mujaddid of the 14th Century
- Imam Ahmad Rida's Mastery in Hadith Sciences
- امام احمد رضا اور بیانِ جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- AlaHadrat's Amazing Khutbah of Hadith Sciences (Truly Unbelievable)
- امام احمد رضا کی عالمی اہمیت
- امام احمد رضا خان بریلوی
- علم کا تصور، ذرائع اور اقسام
- حیاتِ اعلیٰ حضرت کا جائزہ
- حدیث حذیفہ اور امام احمد رضا کی تحقیقات
- اعلیٰ حضرت سے انٹرویو
- محدث بریلوی اور تعلیم وتعلم
- امام احمد رضا کی "تدبیر فلاح ونجات واصلاح"۔
- اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
- امام احمد رضا کا عشق رسول
- امام احمد رضا کے چار نکاتی معاشی وتعلیمی پروگرام کی بازگشت
- مجدد ملت، امام اہلسنت (علیہ الرحمۃ) کی برتری وبے مثالی
- دوقومی نظریہ اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی
- امام احمد رضا اور شان الوہیت (پہلی قسط)
- شمع بزم امام احمد رضا
- مولانا احمد رضا خاں کا معیار تحقیق
- شیخ علی بن حسین مالکی علیہ الرحمۃ
- خود پسندی اور اس کا علاج
- آیئے! وصیت اعلیحضرت پر عمل کریں
- تذکرہ امام احمد رضا مصنف ابو البلال محمد الیاس عطار قادری کنز الایمان کی شہ سرخی کے ساتھ مندرجہ ذیل عنوانات پر تحریریں قلمبند کی گئی ہیں:
- کنز الایمان اور عرفان القرآن
- امام احمد رضا اور ترجمہ قرآن
- بیسویں صدی پر کنز الایمان کے فکری اثرات

- کنز الایمان اور تفہیم القرآن کا تقابلی جائزہ
- کنز الایمان کا ادبی و لسانی جائزہ
- کنز الایمان کی تاریخی حیثیت کا جائزہ
- کنز الایمان تاریخ کے آئینے میں
- کنز الایمان اور اس کا اسلوب
- قرآن حکیم کے ترجمہ کرنے کی شرائط۔ فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں
- ترجمہ قرآن کنز الایمان کی اشاعت
- کنز الایمان: پس منظر اور پیش منظر

''اہل سنت و جماعت'' کے کالم میں ''عقائد و معمولات اہل سنت'' کے باب میں مندرجہ ذیل ذیلی ابواب ہیں، جن میں سے ہر باب کے تحت درجنوں موضوعات پر مضامین اور تبصرے ہیں:

- علم غیب: موضوعات:18
- حاضر و ناظر: موضوعات:11
- ایصال ثواب: موضوعات:8
- بحث نور و بشر: موضوعات:4
- تقلید و اجتہاد: موضوعات:10
- عقیدہ توسل: موضوعات:5
- مسئلہ استغاثہ: موضوعات:4

جبکہ اسی کالم کے ''اعتراضات کے جوابات'' کے باب میں درجنوں سوالات کے فاضلانہ جوابات دیئے گئے ہیں جن میں سے اعلیٰ حضرت کے متعلق چند اعتراضات جو کہ ''البریلویۃ'' نامی کتاب میں کئے گئے تھے، سوالات و جوابات کی سرخی یہاں نقل کی جاتی ہے:

● کیا امام احمد رضا نے ائمہ شیعہ کی مدح و منقبت میں مبالغہ کیا؟● کیا امام احمد رضا نے اہلسنت کی تکفیر کی؟● قائد اعظم، اقبال اور ضیاء● نادر استدلال● مرزا غلام قادر بیگ؟● دورِ زوال یا دورِ کمال؟● ظہیر، حافظ عبد الرحمن مدنی کی نظر میں● شیخ عطیہ محمد سالم کے نام● البریلویۃ● امام احمد رضا اور عالمی جامعات● بریلوی نیا فرقہ؟● حرفِ آغاز● اتباعِ سنت● بقریت● کیا امام حسین کے مزار کی تصویر، گھر میں بہ طورِ تبرک رکھنا جائز ہے● کیا ائمہ صرف شیعہ کے ہیں؟● عربی شجرہ طریقت● کیا جھوٹی روایت نقل کی، اسے برقرار رکھا، اور اہل سنت کو اس کی تلقین کی؟● علم جعفر کے حوالے سے● دعا سیفی کے حوالے سے● حضرت عائشہ صدیقہ کی گستاخی؟● اغواث کی ترتیب حضرت علی سے شروع ہو کر حضرت حسن عسکری تک● کیا شیعی روایات واحادیث کی روایت کرتے تھے؟● کیا شیعہ سے ماخوذ عقائد وافکار کو رواج دیا؟● امام احمد رضا بریلوی● شیعہ ہونے کا الزام؟● امام احمد رضا اور شیعہ● بچپن کا ایک واقعہ● علامہ عبد الحق خیر آبادی سے ملاقات● مرزا غلام قادر بیگ کون تھے ؟● نبوت کا دعویدار کون؟● قابلِ رشک بچپن● مظہر صحابہ کرام● معصوم کون؟● حزم واحتیاط● غیرتِ عشق● قوتِ ایمان● قوتِ حافظہ● صدرِ پاکستان● علامہ اقبال نجدی علماء کی نظر میں

غرضیکہ مذکورہ ویب سائٹ افکار رضا کا ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ آپ لنک پر لنک کھولتے جائیں گے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت ونورانیت پر مبنی مباحث آپ کی آنکھوں کو خیرہ کرتی جائیں گی۔

۶۔ القلم: alqlm.org

یہ ایک ذاتی فورم یا بلاگ ہے جس پر ''ایک تاریخی انٹرویو: ایک یادگار دستاویز'' کے موضوع کے تحت اعلیٰ حضرت کے شاگرد رشید حضرت قبلہ پیر سید محمد اصغر علی شاہ، سجادہ نشین دربار لاثانیہ علی پور سیداں شریف کا ایک انٹرویو جو شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی میں ان سے کیا گیا تھا پیش کیا گیا ہے، جس کے انٹرویو نگار پروفیسر اکرم رضا ہیں۔ جو کہ یقیناً معلومات افزاء اور لائق مطالعہ ہے۔ پروفیسر اکرم رضا کے انٹرویو کے آغاز کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> 1948ء میں حسبِ سابق علی پور سیّداں کی نور آفریں فضاؤں میں حاضر ہوا تو ارادہ کیا کہ حضرت قبلہ پیر سید علی اصغر شاہ جماعتی اکبری سے بریلی شریف کے حوالے سے انٹرویو کیا جائے۔ کیونکہ ہم نے مدت سے سن رکھا تھا کہ آپ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف کے فارغ التحصیل ہیں۔ ایک داستانِ شوق سننے کا تصور دل میں مچل رہا تھا۔ میرے ہمراہ مولانا غلام نبی جماعتی مہتمم مدرسۂ عطاء العلوم گئے تھے۔ فوراً چلے تو آپ کی خدمت میں ہدیۂ نیاز بجالائے، عشق وعقیدت کے آداب سے گزرنے کے بعد عرض کیا حضور میرا نام پروفیسر محمد اکرم رضا ہے۔ نام سن کر فرمایا یہ نام میں نے مدت سے سن رکھا ہے اور آپ کی تحریریں بھی پڑھتا ہوں۔ آپ کے داماد اور جانشین سید محمد اسلم جماعتی مسلسل ہم خاک نشینوں کی تواضع میں مصروف تھے۔ اب انٹرویو کا آغاز ہوتا ہے۔''

۷۔ اعلیٰ حضرت نیٹ ورک:

www.razanw.org

مذکورہ ویب سائٹ میں جب آپ داخل ہوں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ افکار اعلیٰ حضرت کی ایک عظیم لائبریری آپ کا خیر مقدم کررہی ہے، مشمولات تو چونکہ ہمیشہ اپڈیٹ ہوتے رہتے ہیں اور مضامین کی تبدیلی ہوتی رہتی ہے اس لیے کسی بھی ویب سائٹ کے مشمولات جن کی فہرست یہاں پیش کی جارہی ہے حتمی نہ سمجھیں مذکورہ ویب سائٹ کی موجودہ مشمولات پر ایک نظر:

LATEST BOOKS OF ALAHAZRAT کے کالم میں "مختلف علوم وفنون پر لکھی گئی کتب اعلیٰ حضرت " کی ذیلی سرخی کے ساتھ مندرجہ ذیل کتابوں کا لنک پیش کیا گیا ہے جس پر کلک کرکے پوری کتاب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے:

- الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد
- حقیقت بیعت
- اذاقة الاثام لمانعی عمل المولد و القیام
- مسائل معراج
- Translation of books of Alahazrat (Other Lanugages) Dua's en Wasiefa A'la Hazrat
  - ایذان الاجر فی اذان القبر
  - الصمصام علی مشکك فی آیة علوم الارحام
  - الهدایة المبارکة فی خلق الملئکة
- "AL-WAZIFATUL KARIEMA"
- Translation of books of Alahazrat (Other Lanugages) Schepping van de Malaa'ikah
- Translation of books of Alahazrat (Other Lanugages)
- Embryologie (Weerlegging van de aanspraak van een : christelijke priester)
- Translation of books of Alahazrat (Other Lanugages) : Economische richtlijnen voor moesliems

جبکہ LATES WORK ON ALAHAZART کی کالم میں درج ذیل موضوعات وکتب کے لنک دیے گئے ہیں:

حیات وتعلیمات اعلیٰ حضرت پر کتب ومقالہ جات:

- امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم: محمد جلال الدین قادری
- امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت: مولانا کوثر نیازی
- فاضل بریلوی اور تحریک ترک قربانی گاؤ: قاضی عبد النبی کوکب
- تحریک انسداد گاؤ کشی اور امام احمد رضا فاضل بریلوی: زین الدین ڈیروی
- اعلیٰ حضرت کا قلمی جہاد: علامہ فیض احمد اویسی علیہ الرحمہ

امام احمد رضا نے اپنی زندگی کا مقصد تین باتوں کو قرار دیا ۱۔ تحفظ ناموس رسالت سید المرسلین ۲۔ بدمذہب فرقوں کی بیخ کنی ۳۔ مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی۔ قلم کے ساتھ جہاد بہت بڑا جہاد ہے جو فقط ریاضتیں اور مجاہدے کرنے سے بدرجہا افضل وبرتر ہے۔

- سیرت امام احمد رضا: مفتی محمد راشد نظامی

امام احمد رضا کی سیرت وتعلیمات اور ان کی زندگی کا مختصر خاکہ، جس میں آپ کے خاندانی اور بچپن کے حالات اور آپ کے علمی وادبی کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

- امام احمد رضا اور اصلاح معاشرہ: محمد قمر الزمان مصباحی

امام احمد رضا کی حیات طیبہ کا تذکرہ، نیز ان کے اصلاحی کارنامے جن کی بدولت معاشرہ درست اسلامی شعائر سے روشناس ہوا۔ عورتوں کی مزارات پر حاضری، بے پردگی، جعلی پیروں کی گرفت، گانے باجے اور مزامیر کی مذمت، قوالی کے بارے میں امام احمد رضا موقف، شادی بیاہ کے موقع پر رائج رسوم ، پیر اور مرشد کی تصاویر کے احکام، تعزیہ کی حرمت وغیرہ۔

- ذکر رضا: علامہ مفتی محمود جان قادری رضوی

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کے مختصر حالات وواقعات منفرد یعنی شاعری کی صورت میں پڑھیں۔

- اقوالِ اعلیٰ حضرت: سید وجاہت رسول قادری
- امام احمد رضا اور دعوت وتبلیغ: محمد توفیق احمد
- امام احمد رضا عقل ودانش کی عدالت میں: محمد اسماعیل احمد بدایونی
- امام احمد رضا عالمِ اسلام کی عبقری شخصیت۔ تجدیدی اصلاحی اور علمی خدمات کے تناظر میں: محمد ظفر الدین برکاتی
- اعلیٰ حضرت اور ردِّ باطل: مولانا توقیر رضا خاں قادری رضا باغوی
- امام احمد رضا بیسویں صدی کی عظیم شخصیت: یٰسین اختر مصباحی
- سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ: ولانا اعجاز احمد خاں نعیمی
- امام احمد رضا تحقیق کے آئینے میں: ولانا فضل کریم فیضی
- تاریخ ساز شخصیت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ: علامہ سید شاہ تراب الحق قادری
- اسلامی معاشرے کی تشکیل میں امام احمد رضا بریلوی کا کردار: سلیم اللہ جندران
- امام احمد رضا کی طبی بصیرت: حکیم محمد سعید مرحوم
- اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان دریائے علم وفضل: سید محمد اسحاق نقوی
- امام اہل سُنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان: سید حامد اشرف شاہ جیلانی
- دنیائے اسلام کی ایک نابغہ روزگار شخصیت: پرزادہ اقبال احمد فاروقی
- امام احمد رضا کی جامع الصفات شخصیت پر ایک طائرانہ نظر: یٰسین اختر مصباحی
- چودھویں صدی کے مجدد: ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ
- امام احمد رضا قادری موجد یا مجدد: محمد اشرف الکوثر مصباحی
- امام احمد رضا اور شجرِ اسلام کی آبیاری: شمس الدین خاں مشاہدی
- مجدّدِ ملت مولانا احمد رضا خاں بریلوی: س میاں نذیر اختر
- امام احمد رضا کی ذہانت وفطانت: رحمت اللہ صدیقی
- احوال وآثار اعلیٰ حضرت مجدد اسلام بریلوی: علامہ محمد صابر القادری نسیم بستوی

یہ کتاب امام احمد رضا کے احوال وآثار پر لکھی جانے والی اولین کتب میں سے ہے۔ جس نے امام احمد رضا بریلوی کو دنیا بھر میں متعارف کروانے میں اہم کردار ادا کیا۔

- حیات امام اہل سنت: روفیسر ڈاکٹر مسعود احمد علیہ الرحمہ

امام احمد رضا کی شخصیت ایک ایسی پہلودار اور جامع الصفات شخصیت ہے کہ ان کے ہر پہلو پر تحقیق کی ضرورت ہے۔ یہ مقالہ 1979ء میں لکھا گیا اور بے حد سراہا گیا۔ مرکزی مجلس رضا، لاہور نے 1980ء میں شائع کیا۔

- چودھویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت: د یوسف صابر

اس کتاب میں امام احمد رضا کی مفصل سوانح حیات مختصر الفاظ میں تحریر کی گئی ہے بشمول خاندانی حالات، بچپن ، تعلیم، عائلی زندگی، سفر حج، علمائے مکہ، مدینہ و دیگر ممالک کے علماء سے ملاقات و تاثرات، مدینہ منورہ کی حاضری، تجدید احیائے اسلام، تصنیف و تالیف، ترجمہ قرآن پاک، فہرست کتب، جامع العلوم، سیاسی بصیرت، دوقومی نظریہ، تحریک پاکستان، معاشی پروگرام، نعت گوئی، روحانی زندگی، عادات وخصائل، اقوال زریں، حلیہ مبارک، لباس مبارک، سفر آخرت، وصایا شریف، آخری خطبہ، آخری تحریر، آخری خط، فیض رضا اور ان کے خلفاء وتلامذہ پر مختصر تبصرہ اس کتاب میں شامل ہے۔

- اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی: صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی
- دوقومی نظریہ اور مولانا احمد رضا بریلوی: روفیسر ڈاکٹر سید اشتیاق حسین قریشی
- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور رد بدعات: عبدالرشید صدیقی
- اعلیٰ حضرت کی ملی خدمات: سید نور محمد قادری
- امام اہلِ سنّت کا دس نکاتی تعلیمی پروگرام: حافظ محمد وسیم قادری
- حصولِ امن وسکون کا ذریعہ۔ تعلیماتِ امام احمد رضا: د یوسف رضا گیلانی
- دوقومی نظریہ اور اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی: ان محمد خاں ہوتی
- امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم: چودھری حمایت علی
- علوم وفنون کے تحفظ وارتقاء میں قلم کی اہمیت: علامہ محمد احمد مصباحی
- مقاصد تعلیم امام احمد رضا کی نظر میں: م اللہ جندران
- عہد حاضر میں امام احمد رضا کے اسلامی تعلیمی نظریات کی اہمیت: ڈاکٹر محمد ہاروان انگلینڈ
- امام احمد رضا کے نظریۂ تعلیم کی اہمیت، خصوصیت، معنویت: محمد توحید احمد خاں
- امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم: چودھری حمایت علی
- فاضل بریلوی کے تعلیمی نظریات: ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ

- امام احمد رضا بریلوی کا نظریہء تعلیم: طاہر داؤد قادری جیلانی
- مولانا احمد رضا خاں اور ان کی تعلیمات: ڈاکٹر ظفر حسین زیدی
- امام احمد رضا کے جدید تعلیمی نظریات: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی
- امام احمد رضا کے تعلیمی نظریات: پروفیسر عبدالغفار گوہر
- علم کا تصور، ذرائع اور اقسام۔ امام کا نقطہ نظر: عبدالقیوم چودھری
- امام اہلِ سنّت کا دس نکاتی پروگرام اور حالاتِ حاضرہ: محمد طارق انور
- امام اہلِ سنّت کا دس نکاتی منصوبہ: ام مصطفیٰ قادری رضوی
- امام احمد رضا خاں کا طریقہء تدریس: سلیم اللہ جندران
- منصبِ تعلیم_تعلیماتِ احمد رضا خاں کی روشنی میں: پروفیسر انوار احمد زئی

اعلیٰ حضرت کے علمِ قرآن سے متعلق کام پر کتب و مقالہ جات:

- مدارج العرفان فی مناهج کنزالایمان: علامہ مولانا پیر محمد چشتی
- کنزالایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ: ولانا تبسم شاہ بخاری
- توضیح البیان بین ترجمۃ مولوی محمود الحسن و بین ترجمۃ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان: پیر سلطان محمود قادری
- مغفرتِ ذنب: مفتی محمد رمضان گل تر چشتی
- النبی کا صحیح معنٰی ومفہوم: علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ
عربی زبان کے لفظ النبی کے اردو ترجمہ " غیب بتانے والا'' پر بہترین تحقیق
- تسہیل کنزالایمان: علامہ اختر شاہجہانپوری
شہرۂ آفاق ترجمۂ قرآن کنزالایمان میں شامل بعض مشکل الفاظ کے آسان نعم البدل
- علم تجوید وقرأت اور امام احمد رضا: محمد توفیق احمد برکاتی
- ترجمہء قرآن ،فتاویٰ رضویہ اور مولانا احمد رضا خان: ڈاکٹر رشید احمد جالندھری
- ترجمہء قرآن کنزالایمان کی اشاعت: مولانا عبدالمبین نعمانی
- کنزالایمان: پس منظر اور پیش منظر:
- کنزالایمان: پس منظر اور پیش منظر: غلام مصطفیٰ رضوی
- بیسویں صدی پر کنزالایمان کے فکری اثرات: پروفیسر محمد الیاس اعظمی
- قرآن حکیم کے ترجمہ کرنے کی شرائط۔ فتاوی رضویہ کی روشنی میں: اشرف جہانگیر
- کنزالایمان اور اس کا اسلوب: محمد شمشاد حسین رضوی
- کنزالایمان تاریخ کے آئینے میں: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
- کنزالایمان کی تاریخی حیثیت کا جائزہ: ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی
- کنزالایمان اور تفہیم القرآن کا تقابلی جائزہ: امہ محمد صدیق ہزاروی
- کنزالایمان فکرِ ولی اللّٰہی کا سچا ترجمان: پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
- کنزالایمان اپنے مفسرین کی نظر میں: مولانا محمد ادریس رضوی
- کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن گنجینہء عرفان: دنعیم اختر نقشبندی مجددی

--------------جاری

گوشۂ تاج الشریعہ

جامعۃ الحبیب کے زیر اہتمام یک روزہ پیغام امن کانفرنس

تقریباً ۲۰۰۰۰ سے زیادہ لوگ حضور تاج الشریعہ کے ہاتھ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں داخل ہوئے:

بتاریخ ۱۱؍ مارچ ۲۰۱۶ء جامعۃ الحبیب رسول پور، اُڈیشا کا آٹھواں سالانہ جلسۂ جشن عید میلاد النبی ﷺ بعنوان پیغام امن کانفرنس منعقد ہوا، بعد نماز عشاء پروگرام کا آغاز ہوا، پروگرام کی سرپرستی وارث علوم امام احمد رضا، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ نے فرمائی، جب کہ صدارت کے فرائض حبیب ملت حضرت علامہ سید غلام محمد حبیبی قادری صاحب دامت فیوضہم العالیہ، متولی وسجادہ نشیں خانقاہ حبیبیہ، دھام نگر شریف، بھدرک، اڈیشا نے انجام دیا، بدست حضور تاج الشریعہ دو بزرگ شخصیات ماہر منقولات ومعقولات کثیر التلامذہ حضرت علامہ مفتی شبیر حسن قادری رضوی صاحب قبلہ مدظلہ النورانی شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا، الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد یوپی اور صدر جلسہ، حبیب ملت حضرت علامہ سید غلام محمد حبیبی قادری صاحب قبل، کوان کی نمایاں خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے جامعۃ الحبیب کی جانب سے سپاس نامے اور ایوارڈ پیش کیے گئے، نمایاں شخصیات میں سے غیاث ملت حضرت علامہ مولانا سید غیاث الدین قادری صاحب، دامت برکاتہم العالیہ، سجادہ نشین خانقاہ محمدیہ، کالپی شریف یوپی، نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا قادری صاحب مدظلہ العالی قاضی شرع ضلع بریلی شریف، مرکزی صدر جماعت رضائے مصطفیٰ مناظر اہل سنت، خطیب ہند، حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب، مدظلہ النورانی، جمدا شاہی، یوپی، ماہر فکر وفن نازش بزم سخن حضرت علامہ مفتی محمد عاشق حسین مصباحی رضوی کشمیری صاحب، دام ظلہ العالی، فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد افضال رضوی صاحب مدظلہ النورانی، بریلی شریف اور صوبہ اُڈیشا سے حضرت علامہ مفتی حنیف صاحب حبیبی مصباحی، شیخ الحدیث دار العلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، حضرت علامہ اصغر علی صاحب مصباحی، استاذ دارُ العلوم مجاہد ملت، حضرت علامہ مدثر حسین صاحب حبیبی مصباحی اور فاضل ازہر حضرت معلانا مفتی محمد مشکور حبیبی ازہری، استاذ دارُالعلوم مجاہد ملت کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں دیگر علما وائمہ کرام بھی زینت جشن رہے۔

شعراء کرام میں شاعر اسلام اسد اقبال کلکتوی، بلبل مدینہ زمزم فتح پوری، مولانا صابر حسین مجاہد، قاری شرف الدین تیغی اور مولانا عبد الرشید صابری نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا جلسہ کی نقابت کی ذمہ داری حضرت مولانا سراج رضوی تابانی نے بحسن وخوبی نبھائی تقریباً دولاکھ سے زیادہ لوگوں نے شرکت کی اور حضور تاج الشریعہ کے ہاتھ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ میں داخل ہوئے اُڈیشا کے مختلف ضلعوں سے منتخب تقریبا ۵۰۰ سے زاید رضا کاروں نے کانفرنس کے انتظام وانصرام میں حصہ لیا صوبہ اُڈیشا، بنگا، آندھرا پردیش، جھارکھنڈ اور بہار کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شریک ہوکر حضور تاج الشریعہ دام ظلہ العالی سے اپنی بے پناہ عقیدت ومحبت کا اظہار فرمایا اور جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ کی اسٹیج آمد پر طلبہ جامعۃ الحبیب نے اجتماعی طور پر قصیدہ بردہ شریف کے اشعار پڑھ کر جلسہ گاہ میں کیف وسرور کا ماحول پیدا کردیا۔

حضور تاج الشریعہ کی قیادت میں سرکردہ علمائے اہل سنت نے اسلام کے پیغام امن کو عام کرنے کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ عوام اہل سنت کو ڈاکٹر طاہر القادری پاکستانی کی گمراہ فکر سے دور رہنے کی تلقین کی، جامعۃ الحبیب کی جانب سے کل تین افراد حضرت مولانا سید منظر حسین حبیبی، جاجپور، حضرت مولانا انوار صاحب، بھدرک اور جناب ماسٹر اقبال صاحب، رسول پور کو اس سال عمرہ میں روانہ کرنے کا اعلان کیا گیا کانفرنس میں شریک علما ومشائخ عظام نے تحریری وتقریری طور پر جامعۃ الحبیب کے لیے نیک خواہشات کا اظہار فرمایا اور اس کی حسن کارکردگی کو سراہتے ہوئے جامعہ کی ترقی وکامرانی کے لیے دعائیہ کلمات سے نوازا شیخ الجامعہ عالم جلیل فاضل ازہر شریف خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا ریاضت حسین ازہری صاحب نیز رئیس الجامعہ حضرت مفتی رفیق اللہ قادری ازہری صاحب قبلہ نے جملہ اساتذہ وانتظامیہ کی جانب سے تمام شرکاء جلسہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا بعدہ صلاۃ وسلام اور حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی دعاؤں کے ساتھ جلسہ اختتام پزیر ہوا۔

رپورٹ: (مولانا) عبد اللہ رضوی، استاذ جامعۃ الحبیب

منقبت: درشان حضور تاج الشریعہ

مولانا بلال انور رضوی

ہمارے تاج شریعت کی شان کیا کہنا
نثار آپ پہ سنی جہان کیا کہنا

اسیر آپ کا ہر ایک صادق الایمان
سبھی ثنامیں ہیں رطب اللسان کیا کہنا

ہے بستی بستی میں چرچا نگرنگر شہرت
چہار سو ہے تیری داستان کیا کہنا

کروڑوں فکرِ رضا سے جڑے ہیں تیرے سبب
تیری وفاؤں کا اے مہربان کیا کہنا

ہزاروں دل جو کبھی خاردار صحرا تھے
تیرے کرم سے بنے گلستان کیا کہنا

کروڑوں آج شرور و فتن سے ہیں محفوظ
تمہاری ذات ہے وجہِ امان کیا کہنا

نہیں ہے تجھ سا کوئی آج حق نما حق گو
میرے امیر تیری آن بان کیا کہنا

بنام دین ہے جتنی بھی ناروا تنظیم
ہراک پہ آپ نے رکھا نشان کیا کہنا

متین، مستند و معتمد ہراک تحریر
ہدایتوں سے بھرا ہر بیان کیا کہنا

بلاغتوں سے ہے بھرپور ہر خطاب تیرا
فصاحتیں تیری شیریں زبان کیا کہنا

عزیمتیں تیری مہمان لاکھوں ذہن میں ہیں
کروڑوں دل ہیں تیرے میزبان کیا کہنا

بچایا فتنوں سے ملت کو جداکرم سا
میں صدقے ابنِ شہِ امتنان کیا کہنا

کئی صدی سے جہاں بھرمیں یہ مسلم ہے
ہے بےمثال تیرا خاندان کیا کہنا

تیرے وجود سے ہے زورِدل عجب حاصل
کہ ہے نحیف بنا پہلوان کیا کہنا

تجھے عرب نے کیا یاد " فخرِ ازہر " سے
ہیں کیسے کیسے تیرے قدردان کیا کہنا

درونِ خانۂ کعبہ کیا تجھے مہمان
کہاں کہاں ہے تیری مان جان کیا کہنا

بلال تیری وفاؤں میں ہے عجب خوشبو
درِ رضا سے تیرا اقتران کیا کہنا

❑❑❑

وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

ڈاکٹر ریاض الدین بدایونی: پاکستان

وحدت کی حفاظت نہیں بے قوتِ بازو
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خدا داد
اے مرد مجاہد تجھے وہ قوت نہیں حاصل
جا بیٹھ کسی گھر میں اللہ کو کر یاد
مسکینی و محکومی و نومیدی جاوید
جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کر ایجاد
ملّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

تاریخ کے کھنڈرات سے ہر عہد میں ایک نیا بت تراش کر کھڑا کر دیا جاتا ہے، کبھی یہ بت عبداللہ بن سبا کی صورت میں اپنے پجاریوں سے اپنی جے بلند کرواتا ہے تو کبھی حسن بن صباح کی شکل میں تصوف کا ایک طلسم ہوشربا خود ساختہ جنت کا مالک بن بیٹھتا ہے، جہاں وہ بھنگ کے نشے کو اپنا ہتھیار بنا کر اپنے چیلوں کا خود ساختہ مقدس بت بن جاتا ہے، یہ نشہ رنگ بدلتا ہے کبھی اکبر کے دین الٰہی کا روپ دھار کر اقتدار کے مندر میں اپنی پرستش شروع کراتا ہے تو کبھی لارنس آف عربیہ کی شکل اختیار کر کے ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتا ہے---

تاریخ کے ان کھنڈرات کو جب بھی کریدو گے تو خاک کے ساتھ خون بھی موجود ہوگا۔

اے اہل علم دانش! تم سے یہ بات پوشیدہ تو نہیں کہ علم کا تکبر کتنا بھیانک ہوتا ہے، صرف ابلیس ہی راندہ درگاہ کی مثال نہیں بلکہ بلعم بن باعورا جیسا مستجاب الدعوات عالم بھی اپنے قدم سنبھال نہ سکا اور پھر قرآن نے اس کی مثال دی وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ اور اے محبوب انہیں اس کے احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہوگیا۔

اسے تو بلندی ملنی تھی اسے تو اعزاز عطا ہونے تھے لیکن کیوں نہ مل سکے؟ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے بلندی عطا فرماتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے یہ حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو تم نصیحت سناؤ کہ کہیں وہ دھیان کریں

آخر کیوں؟ چانکیہ کا پیروکار تصوف اور صوفیاء کی بات کر رہا ہے؟ کیا کہو گے محمود غزنوی کو؟ شاید دنیا بھر کے نام نہاد محققین و متجددین اس کو لٹیرا ہی کہہ دیں مگر کیا حکم لگائیں گے یہ تمہارے مفتی ، ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر جن کے خرقہ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے محمود غزنوی کو فتح عطا فرمائی۔

بتاؤ تو سہی یہ کج کلاہ کے آگے جھکنا کس صوفی کی تعلیم ہے، اے قافلہ سالار و! یہ کس سمت لے جا رہے ہو قافلے کو---تم دولت و شہرت کی طلب میں سودا تو نہیں کر رہے؟---نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے مجھے یقین ہے جن کی رگوں میں اہلِ محبت کا خون گردش کر رہا ہو وہ سودے نہیں کر سکتے۔

مگر یاد رکھنا! نئے راستے تراشو گے تو منزل سے بھٹک جاؤ گے معاملہ تمہارا ہوتا تب بھی کم غم کا سبب نا ہوتا، بات تو پوری ملتِ اسلامیہ کی ہے اور بات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ہے---بات تو اسلاف کے خون سے وفا کی ہے---بات تو سچائی اور حق کی ہے

یہ صوفیوں کا اجتماع اور مسلمانوں کا قاتل سامنے ہو تو خرد پکار پکار کر کہتی ہے۔

کس لیے آج سامانِ شب خون ہیں؟---کون سے راز سینوں میں مدفون ہیں؟---کون سے لشکر اب آمادہ خون ہیں---

احبابِ من! عورت مرد کا لباس زیب تن کر لے تو مرد نہیں بن جاتی بھیڑیئے صوفیت کی بات کریں تو دیکھ لینا تمہیں وہ اپنے مذموم مقاصد کا چارہ تو نہیں بنا رہے ہیں؟

اور یا مقبول جان لکھتے ہیں:

حیرت کی بات ہے کہ اسلام اور صوفیاء کی تعلیمات کے عالمی ماہرین وہ غیر مسلم بھی ہیں جن کی زندگیاں اسلام کے تصورات کو کانٹ چھانٹ کر مغرب کے سانچے میں فٹ کرنے میں گزریں۔ اس صوفی کانفرنس میں ایسے کئی تھے جنھوں نے اپنے ''خیالات عالیہ'' حاضرین کو ذہن نشین کرائے، ان عظیم صوفی اسکالروں میں کارل ارنسٹ Carl Ernest تھا جو نارتھ کیرولینا یونیورسٹی میں اسلامک اسٹڈیز کا پروفیسر ہے اور اپنی ایک کتاب کی وجہ سے مشہور ہے جس کا نام ہے thinking Islam in Contemporary World-Re. یعنی موجودہ دور میں اسلام کے بارے میں ازسرنو سوچنا۔ مقررین میں ڈاکٹر والٹر اینڈرسن Walter Anderson تھا جو امریکا کے محکمہ خارجہ میں جنوبی ایشیا کا مشیر رہا ہے اور بھارت میں امریکی سفیر کا مشیر خاص بھی رہا ہے۔ یہ بھی اسلام کی اپنی ایک تعبیر کے حوالے سے مشہور ہے۔ صوفی علم کا ایک اور ماہر ڈاکٹر ایلن گوڈلز Alan Godls تھا جو امریکا میں ایک خوبصورت مقرر کے طور پر جانا جاتا ہے اور جسے امریکا کا دفتر خارجہ دنیا بھر کے ممالک میں اسلام کی تعلیمات سمجھانے کے لیے خاص طور پر بھجواتا ہے۔ ان سب کے ساتھ ساتھ پاکستان سے ڈاکٹر طاہر القادری تھے کہ مغرب کے محبوب مفکروں میں ان کا بھی شمار ہوتا ہے۔ (روزنامہ ایکسپریس بروز پیر ۱۸ اپریل ۲۰۱۶)

بھارت ماتا کی جے کے نعرے لگے اور بلعم باعورا کا علم کیا خوب بولا بس اتنا ہی کہوں گا

کسی نے دولتِ فانی کو دیوتا جانا
ادب کو رزق کمانے کا مشغلا جانا
جگر کے خون کو رنگینی حنا جانا
بتانِ ہیکلِ اوہام کو خدا جانا
غمِ حیات کو بے مدعا بنا ڈالا
ہنر کو کاسہ دستِ گدا بنا ڈالا

اے اہل صفا! تم نے جس راہ کو چنا ہے یہ کوئی معمولی راہ نہیں ہے۔۔۔۔ یہ وہی راہ ہے جہاں دل کو مارا جاتا ہے۔۔۔ خواہش نفس کا گلا گھونٹا جاتا ہے۔۔۔۔ گلے سے زمان و مکان کے طوق اتارے جاتے ہیں۔۔۔ اعلائے کلمۃ الحق کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔۔۔۔ بلاؤں پر مسکرایا جاتا ہے۔۔۔ تاج و تخت کو ٹھوکر لگائی جاتی ہے۔۔۔۔

یہ راہ کس کے لیے ہے؟

ردائے زر کا نہیں جو کفن کا شیدا ہو
ادھر وہ آئے جو دارورسن کا شیدا ہو

سنی کانفرنس اور صوفی کانفرنس میں فرق

ڈاکٹر غلام زرقانی: امریکہ جانشین قائد اہل سنت

ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی اور دوسرے احباب مسلسل اصرار کر رہے ہیں کہ اب قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی ذات پر انگلی اٹھ رہی ہے، لہٰذا آپ کو کچھ ضرور تحریر کرنا چاہیے، یا کم ازکم صوفی کانفرنس اور سنی کانفرنس دونوں کے درمیان فرق کی وضاحت کرنی چاہیے۔

خیال رہے کہ برسوں سے لوگ میرے مزاج سے واقف ہیں کہ میں باہمی اختلافات میں خموشی بہتر سمجھتا ہوں، تاہم بات والد گرامی علیہ الرحمہ کی ہے، اس لیے اپنے مزاج کے برخلاف چند سطریں قارئین کے گوش گزار کر رہا ہوں۔ اور یہ بھی پیش نگاہ رہے کہ مقصود صرف دونوں کے درمیان خط فاصل کھینچنا ہے اور بس، رہی بات کیا غلط ہے اور کیا درست ہے، اس حوالے سے ارباب حل وعقد جو کچھ لکھ رہے ہیں، وہی بہت ہے۔ دوسرے بات یہ کہ متذکرہ پس منظر میں یہ میری پہلی اور آخری تحریر ہوگی، لہٰذا مجھ سے مزید جواب اور جواب الجواب کی توقع نہ رکھی جائے۔

۱۔ سنی کانفرنس میں ''بھارت ماتا کی جئے'' کا نعرہ نہیں لگا، خیال رہے کہ مجھے یہ اعتراف ہے کہ صوفی کانفرنس میں منتظمین نے یہ نعرہ نہیں لگایا تھا، تاہم ضروری تھا کہ منتظمین کی جانب سے کھلے الفاظ میں اسی جگہ تردید بھی ہوتی۔

۲۔ سنی کانفرنس کا افتتاح وزیر اعظم ہند نے نہیں کیا۔

۳۔ سنی کانفرنس کا افتتاح وزیر اعظم ہند نے نہیں کیا۔

۴۔ سنی کانفرنس میں کسی فرقہ پرست شخصیت کو مدعو نہیں کیا گیا۔

۵۔ سنی کانفرنس میں شرکاء کانفرنس کی آمد کے حوالے سے کذب بیانی نہیں کی گئی۔ خیال رہے کہ صوفی کانفرنس میں کبھی عزیز ملت علامہ عبدالحفیظ صاحب مدظلہ العالی کی تصویر کے ساتھ اشتہار شائع ہوا، جب کہ انہوں نے شرکت سے پہلے ہی معذرت کر لی تھی۔ اسی طرح امین ملت حضرت امین میاں صاحب قبلہ کی تصویر کے ساتھ بھی آمد کے اشتہارات شائع ہوئے۔ اسی طرح یہ اطلاعات بھی موصول ہوئیں ہیں کہ پروگرام کی صبح برقی میڈیا پر یہ خبر پھیلائی گئی کہ حضرت تاج الشریعہ مدظلہ العالی دہلی آچکے ہیں، وہ شریک اجلاس ہوں گے۔

۶۔ سنی کانفرنس کے کسی اجلاس میں بے پردہ خواتین شریک نہیں ہوئیں۔

۷۔ سنی کانفرنس میں حکومت کی کارکردگی پر بانگ دہل تنقیدیں ہوئیں اور ان کے خلاف نعرے لگائے گئے، تاہم موجودہ بھاجپائی حکومت میں جس طرح فرقہ پرست عناصر مسلمانوں کے خلاف زہر اگل رہے ہیں اور خود اراکین حکومت بھی حوصلہ افزائی کر رہے، اس سے ہر خاص و عام اچھی طرح واقف ہے، لیکن پورے چہار روزہ پروگرام میں ایک بار بھی کسی سے ایک جملہ تک کہنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

۸۔ سنی کانفرنس میں سماع اور رقص و سرود کی محفل نہ سجائی گئی۔

۹۔ سنی کانفرنس کو ہندوستان میں اہل سنت و جماعت کے سارے بڑے مراکز کی حمایت و تائید حاصل رہی اور علامتی طور پر سب شریک بھی ہوئے۔

۱۰۔ سنی کانفرنس میں مرد و عورت کہیں بھی ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے نہ دیکھے گئے۔

۱۱۔ سنی کانفرنس میں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی ستائش کرنے والوں کو ہدف تنقید نہیں بنایا گیا۔

۱۲۔ سنی کانفرنس میں اکابرین اہل سنت کی نظروں میں متہم و مشکوک ڈاکٹر طاہر القادری جیسی شخصیت کو مدعو نہیں کیا گیا۔

۱۳۔ سنی کانفرنس میں شرعی پس منظر میں کوئی قابل گرفت جملے نہ کہے گئے، جس طرح ڈاکٹر طاہر القادری نے کہے کہ صوفی کسی پر فتویٰ نہیں لگاتا ہے۔

۱۴۔ سنی کانفرنس کے لیے ناقابل فہم و ادراک نہیں، بلکہ محال ڈینگیں نہیں ہانکی گئیں، جیسا کہ پاکستان سے شائع ہونے والے اخبارات اور برقی میڈیا میں شائع ہوتا رہا کہ ڈاکٹر طاہر القادری کے خطاب کے حوالے سے صوفی کانفرنس کے لیے لاکھوں دعوت نامے تقسیم کر دیے گئے ہیں اور تیس لاکھ افراد کی شرکت کی توقع ہے۔ یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ رام لیلا میدان میں ہندوستانی لوکل ٹرین کی طرح لوگ ٹھونسے جائیں تب بھی دو لاکھ سے زیادہ نہیں سما سکتے ہیں۔

۱۵۔ سنی کانفرنس میں آر ایس ایس کی لے سے لے ملا کر متحدہ قومیت کی تائید و توثیق نہیں کی گئی۔

نوٹ: رہی بات کہ ''سنی کانفرنس'' حکومت کے مالی تعاون سے ہوئی تھی، تو اس حوالے سے ہمارے پاس کوئی حتمی ثبوت نہیں ہے، اور ناظم کانفرنس دنیائے فانی سے کوچ کر چکے ہیں، اس لیے اب تصدیق ہونی مشکل بھی ہے۔ لہٰذا اس باب کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیجیے۔ ویسے بھی ''صوفی کانفرنس'' کے ناظم کب اعتراف کر رہے ہیں کہ انہیں حکومت سے مالی تعاون حاصل رہا ہے، تو پھر متذکرہ دونوں کانفرنسوں کے پس منظر میں ''حکومتی تعاون'' اور ''عدم تعاون'' کے حوالے سے ''قدر مشترک'' تلاش کرنے کی زحمت ہی کیوں اٹھائی جا رہی ہے؟ پہلے زمین کے اوپر والے سے تصدیق کروا لیجیے، پھر زمین کے نیچے والے تک پہنچنے کی کوشش کر لیجیے گا۔

گزارش: یقین کیجیے کہ بادل ناخواستہ یہ جملے سپرد قلم ہوئے ہیں، تاہم اپنے احباب سے بھی اور بزرگوں سے بھی، گزارش ہے کہ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ اس دنیا میں نہیں رہے ہیں، لہٰذا اگر ان کی خدمات کی ستائش نہ کر سکتے ہوں، تو کم از انہیں ہدف تنقید نہ بنایا جائے۔

ooo

صوفی کانفرنس اور اس کے اثرات کا منصفانہ جائزہ

ایک عینی شاہد کے اِحساسات

ابوالجواد قادری: ملاڈ ممبئی

سترہ سے بیس مارچ تک مختلف سیشن اور متعدد مرحلوں میں منعقد ورلڈ صوفی فورم کتنا کامیاب تھا اور کس قدر مقصد کے حصول میں کامیاب ہوا یہ ایک الگ موضوع ہے۔ البتہ! چند پہلو قابل غور سامنے آئے ہیں:۔

(۱) اس فورم پر کم وبیش تین چار کروڑ کا خرچ آیا، اس کے ذرائع کیا تھے؟

(۲) رام لیلا میدان کے پورے اجلاس کو کم از کم دو سرکاری چینلز دور درشن اور ای ٹی وی اردو نے مکمل کوریج دیا، اس کے علاوہ مودی بھکت زی گروپ کے زی سلام چینل نے بھی لائیو کاسٹ کیا، مزید برآں وگیان بھون اور لودھی روڈ پر تینوں دن دور درشن کے اسٹاف اپنے کیمرے اور ضروری لوازمات کے ساتھ ہمہ وقت مستعد نظر آئے۔اس کی معقول وجہیں کیا ہیں؟ جہاں تک ہماری معلومات ہے شاید یہ ہند کی تاریخ میں پہلا موقع ہوگا جب کسی بھی اسلامی پروگرام کو سرکاری چینلز کی طرف سے اتنا لمبا لائیو کوریج ملا۔ آخر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے آر ایس ایس سرکار کو صوفی کانفرنس سے کیا دل چسپی تھی جو اس نے اس کے لیے اتنی فراخ دلی دکھائی؟

(۳) مندوبین کو ملنے والی سرکاری رعایتیں بھی قابل غور ہیں۔ مندوبین کو لے کر جارہی بسوں کے آگے پیچھے مرکزی حکومت کی ماتحت دہلی پولیس اور خفیہ ایجنسی آئی بی کے آفیسر آگے پیچھے لال بتی والی گاڑیاں لیے ہوتے تھے۔ فائیو اسٹار ہوٹل میں تقریباً دو سو مندوبین کا انتظام اور اس کے اخراجات، یہ سب قابل غور ہیں، مزید برآں ہمیں کوئی ایسی اطلاع نہیں ہے کہ اس کانفرنس کے لیے فنڈ اکٹھا کرنے کے لیے کوئی مہم بھی چلائی گئی ہے۔

(۴) طاہر القادری صاحب کو بلانے کا مقصد کیا تھا؟ جبکہ خود انھوں نے رام لیلا میدان میں اپنا عقیدہ بتا دیا کہ وہ چوں چوں کے مربہ ہیں۔ اب تک ہم نے انھیں دور سے سنا تھا، مگر اس کانفرنس میں ہمارا تجربہ شنیدہ سے دیدہ تک پہنچ گیا۔ شاید منتظمین کانفرنس اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ مشہور ہندوستانی سلاسل کے اکابر اور وابستگان نہ آئیں تب بھی صرف طاہر صاحب کے معتقدین سے ہی رام لیلا میدان بھر جائے گا مگر چالیس ہزار سے کم کی اس بھیڑ نے نہ صرف ان کی امیدوں کو جھٹکا دیا ہے بلکہ یہ بھی جتا دیا کہ ابھی بھی طاہر صاحب کے ماننے والے ہند میں نہ کے برابر ہیں۔

ہم نے کثیر شرکائے کانفرنس سے ان کی رائے لی تاکہ حالات کا اندازہ ہوجائے کہ ان کی شمولیت کس مقصد کے لیے ہے، ان کو ٹٹولنے سے جو نتیجہ برآمد ہوا وہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر اس بات سے ناواقف تھے کہ حالات اتنے خراب ہوں گے، چنانچہ اکثر نے آمد پہ پشیمانی کا اظہار کیا اور اس کانفرنس کو امت مسلمہ کے لیے مزید تاریکی کا سبب قرار دیا۔ بالخصوص پیر ثاقب شامی صاحب کی اسلامی تقریر کی تنویر ہاشمی صاحب کے ذریعے لیپاپوتی اور طاہر القادری صاحب کی ملحدانہ خطابت پہ انتظامیہ کی مجرمانہ خاموشی نے انھیں اور زیادہ مایوس کیا۔ صوفی کانفرنس میں ظہر نماز کا وقت 4 بجے اعلان ہونے کے باوجود نماز کے عدم اہتمام نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی اور شرکائے کانفرنس آپس میں یہ تبصرہ کرتے ہوئے اُٹھے کہ یہ کیسی صوفی کانفرنس ہے جہاں سب کچھ ہے نماز کے سوا۔ خواتین کی غیر اسلامی طور پر شمولیت نے درد میں مزید اضافہ کیا۔ تالی بجانا تو عام سی بات تھی، جب تالی بجتی تو ایسا محسوس ہوتا کہ خالص غیر اسلامی پروگرام ہے، کسی بھی ذمہ دار شخص نے تالی بجانے سے منع نہیں کیا، نہ ہی کسی فرد نے اس فعل کی مذمت کی مگر جب پروگرام کے تیسرے دن اسلامک کلچرل سینٹر لودھی روڈ کے آٹو ڈوریم میں نعرہ تکبیر کی صدا بلند ہوئی تو صدر بورڈ مولانا اشرف کچھوچھوی اپنی کرسی سے کھڑے ہوگئے اور دو قدم چل کر نہایت غضبناک آواز میں کہا کہ آپ یہاں جلسے میں آئے ہیں کیا؟؟ کاش یہی جلال اس وقت بھی نظر آتا جب تالیاں بجائی جارہی تھیں۔ غیر مسلموں کی طرف سے مودی کی تقریر کے دوران لگنے والے نعرہ بھارت ماتا کی جے کا ہم آپ سے کوئی شکوہ نہیں کریں گے کیونکہ ان کو روک پانا آپ کے بس میں نہیں تھا اور اس کی مذمت کرنا تنویر ہاشمی صاحب کی غیرت میں نہیں تھا۔ اس پوری کانفرنس کی توجہ صرف ان آتنک وادیوں پر تھی جن کے نام مسلمانوں جیسے ہیں۔ زعفرانی رنگ والے برمی دہشت گرد، فلسطین میں ہونے والی اسرائیلی دہشت گردی، ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہونے والا نکسلیوں کا آتنک واد اور ۲۰۰۲ء میں ہونے والی اجتماعی دہشت گردی کے خلاف کوئی آواز سننے کو نہیں ملی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے مقررین اتنا ہی یاد کر کے آئے ہیں جتنا انھیں صہیونی اور برہمنی میڈیا کے ذریعے معلوم ہوا ہے، یا ان کی معلومات بہت کم ہے یا ان دہشت گردوں کی طرف ان کی توجہ نہیں گئی، یا پھر شاید

منتظمین نے انھیں ان اقسام کی طرف توجہ نہ دینے کا مشورہ یا حکم دیا ہو۔ اس بھول سے یہ پیغام عام ہوا کہ صرف مسلمان ہی دہشت گرد ہوتے ہیں اسی لیے امن پسند مسلمانوں نے صرف انہی کی مذمت کی ہے تا کہ ان کا دامن آتنک واد کے شبہ سے محفوظ رہے۔ جبکہ یہ اچھا موقع تھا کہ برمی و برہمنی دہشت گردوں اور صہیونی و نصرانی آتنک وادیوں کا بھی نقاب پورے طور پر اتار دیا جائے۔ ثاقب شامی صاحب کے مطالبۂ وضاحت کے جواب میں طاہر صاحب دہشت گردی کی بنیاد تکفیری رویے کو بتا کر وہ سب کچھ کہہ گئے جس کی ہمت اب تک یہود و ہنود نہیں جتا سکے۔ اس کانفرنس میں ہر پل ۴ / مارچ ۲۰۱۴ء (شہادت عالم ربانی مولانا اُسید الحق بدایونی) کا تاریک دن شدت سے یاد آتا رہا کہ کاش وہ سانحہ پیش نہ آتا تو آج دلی کی سڑکوں پہ اس طرح شاہ فضل رسول بدایونی، ان کے عزیز اَز جان دوست علامہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے معتقد شہ احمد رضا علیہم الرحمہ کو صوفیوں کی مقدس جماعت سے نکال کر فتویٰ باز مولویوں کی صف میں نہیں کھڑا کیا جاتا۔

اِعتدال:۔ سب سے پہلے میں اپنا موقف سامنے رکھ دوں، میرا موقف یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اہل سنت و جماعت کے عقائد (جیسا شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ فضل رسول بدایونی و شہ احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ کی کتابوں میں لکھا ہے) رکھتا ہو اور قرآن و سنت سے منصوص فرائض و واجبات نیز سنن موکدہ پر عامل ہو اسے میں سینے سے لگاتا ہوں اور لگانے کو ہمیشہ تیار ہوں۔ چاہے وہ مجھے، میرے خاندان، میرے مرشد و اساتذہ سے محبت نہ رکھتا ہو کہ اتنے پر عمل کرنے والے بھی بمشکل ملتے ہیں۔ نہ ہمیں اسلام کے دامن کو اتنا وسیع کرنا ہے کہ اس میں گستاخانِ رسالت و منکرینِ نبوت محمد ﷺ جیسے وہابی، قادیانی، عیسائی اور یہودی کو بحیثیت مسلمان پناہ مل جائے اور نہ ہی اسے اتنا تنگ کرنا ہے کہ جو شخص عقائد اہل سنت رکھتا ہو اور منصوص فرائض و واجبات (مذاہب اَربعہ میں سے کسی خاص کے مطابق) عامل ہو، اس کے لیے بھی جگہ نہ ہو، اور وہ ہمارے رویے کی وجہ سے آہستہ آہستہ تعلیمات اہل سنت سے دور ہوتا چلا جائے۔ اگر ہم نے اپنی روش نہیں بدلی اور خود کو اِفراط و تفریط سے باز نہیں رکھا تو قیامت کے دن ہزاروں لاکھوں لوگوں کے ایمان و جان کی ہلاکت کا حساب ہمیں دینا ہوگا۔

علما و عوام سے اپیل:۔ ہم نے کافی قریب سے اس پروگرام کو دیکھا پرکھا جائزہ لیا، جہاں تک ہم نے سمجھا وہ یہی ہے کہ منتظمین کے پلے پڑا ہو یا نہیں مگر اصلی انتظامیہ کا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں بالخصوص اہل سنت جو ہند میں 80 فیصد ہیں ان کو مختلف گروہ میں تقسیم کر دیا جائے تا کہ وہ بہار الیکشن کی طرح اپنی طاقت کا مظاہرہ نہ کر سکیں، اور آنے والے انتخابات میں باہم دست و گریباں ہو کر سیکولر امیدوارں کی شکست کی راہ ہموار کر سکیں۔ یہ چال اتنی ہوشیاری سے چلی گئی ہے کہ اس میں سکے کے دونوں رخ سازش کرنے والوں کو فائدہ پہنچاتے ہےں۔ لہذا آپس میں گتھم گتھا ہونے کی بجائے شرکا اور منتظمین کے آئندہ اِقدامات کو باریکی سے دیکھیں کہ ان کے اِقدامات سے پشیمانی جھلکتی ہے یا سازش کرتاوں کی حمایت۔ کوشش کریں کہ آئندہ انتخابات میں فرقہ پرست طاقتوں کی سازش ناکام ہو جائے ورنہ راجیہ سبھا میں اکثریت ملتے ہی تصوف کی تعریف میں قلابے ملانے والے وزیر اعظم کے کابینی رفقا اور قانون سازوں کے بہت سے ایسے اقدامات بھی دیکھنے کو مل سکتے ہیں جو ملک کے ستونوں کو ہلا کر رکھ دیں۔ اس لیے ہر آدمی کام میں لگ جائے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ فرقہ پرستانہ سیاست ہندوستانی عوام کو قبول نہیں ہے۔ میں ایک بار پھر دست بستہ عرض گذار ہوں کہ صوفی کانفرنس کو ایک ہوا کا جھونکا سمجھ کر بھول جائیں، شرکا سے تعرض نہ کریں، جن کی شبیہ پر اس کانفرنس میں شرکت کے علاوہ اور کوئی دھبہ نہیں ہے ان سے متعلق حسن ظن کو باقی رکھیں، لاکھ سازشوں اور ہزار ہا بار تاؤ دلانے کے باوجود آپ صبر کا دامن تھامیں رہیں اور فروغِ اہل سنت کے مشن میں تن من دھن سے جٹ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دشمنانِ اِسلام کی سازشوں سے محفوظ رکھے اور اپنی منزل پہ گامزن رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

◻◻◻